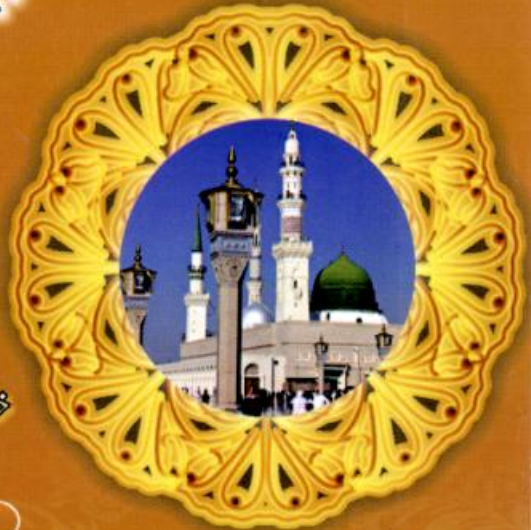




الانقضاء

فی

رسول نبینا
خاتم النبیین



ختم نبوت اور قیامت کے مآل پر لوگوں
کا احاطہ کرنے والی انتہائی کتاب

انشاء اللہ: تجد فیہ ما لا یوجد فی غیرہ

پیرسائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

بشیر کالوش
سرگودھا

WWW.Islamtheworldreligion.com 0301-3057570, 048-3215204-5

الانفشاء

فی

الانفشاء فی



ختم نبوت اور رد قنایہیت کے تمام پہلوؤں
کا احاطہ کرنے والی انتہائی کتاب

انشاء اللہ : تجدید فیہ مالا یوجد فی غیرہ

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

بشیر کالونی
سرگودھا

WWW.Islamtheworldreligion.com 0301-3057570, 048-3215204-5

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ضابطہ

نام کتاب :	الْإِنْتِهَاءُ فِي اثْبَاتِ كَوْنِ نَبِيِّنَا آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ
مصنف :	شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی
کمپوزنگ :	طارق سعید قادری - محمد کاشف سلیم قادری
صفحات :	216
بار اول 1434ھ :	تعداد - 1,100
ناشر :	مکتبہ رحمۃ للعالمین مین روڈ بشیر کالونی سرگودھا
پرینٹر :	
قیمت : روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

-- فہرست مضامین --

تقدیم

۵

پہلا باب : ختم نبوت

۸

ختم نبوت پر قرآنی آیات - ختم نبوت پر متواتر احادیث - ختم نبوت کا اعلان کتب سابقہ میں - ختم نبوت کا انکار شان رسالت کا انکار ہے - ختم نبوت پر تمام صحابہ کا اجماع - صحابہ کے بعد پوری امت کا اجماع - بائبل میں گواہی - ختم نبوت پر عقلی دلائل - ختم نبوت کا ثبوت مرزا کے اپنے بیانات سے - قادیانی سوالوں کے جوابات - ختم نبوت کے خلاف مرزا کی عجیب سازش -

دوسرا باب : حیات مسیح علیہ السلام

۸۹

حیات مسیح پر قرآنی آیات - حیات مسیح پر متواتر احادیث - دجال کے بارے میں احادیث - دجال سے متعلق احادیث میں بیان ہونے والی شفاف باتیں - حیات مسیح پر احادیث میں استعمال ہونے والے مختلف الفاظ - حیات مسیح پر اجماع - مرزا قادیانی کا اعتراف - مرزا کے نزدیک سیدنا موسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم سمیت زندہ ہیں - حضرت مسیح کے حلیہ کی بحث - اصل اور نقل میں فرق واضح ہے - قادیانی سوالوں کے جوابات - مرزا کا خیانت بھر استدلال - نزول مسیح کی حکمت -

تیسرا باب : ظہور امام مہدی رضی اللہ عنہ ۱۶۴

ظہور مہدی پر احادیث۔ کیا مرزا قادیانی ہی مسیح اور مہدی ہے۔
قادیانی سوالوں کے جوابات۔

چوتھا باب : مرزا قادیانی کی سیرت و کردار ۱۷۲

مرزا کے مختلف دعوے۔ مرزا کے الہامات۔ مرزا کی گالیاں۔
مرزا کی تضاد بیانیات۔ من گھڑت آیات اور احادیث۔ انبیاء
علیہم السلام کی توہین۔ قرآن شریف کی بے ادبی۔ انگریز کی
چالپوسی۔ جہاد کا انکار۔

پانچواں باب : قادیانیت کی اصلاح کے لیے چند اصولی باتیں ۱۸۴

ضبط الکلام فی رد الغلام۔ قادیانیت کا تاریخی پس منظر۔
قادیانیوں کی بنیادی اور اصولی ٹھوکریں۔

چھٹا باب : دینی غیرت کے تقاضے ۲۰۲

قادیانی کیوں کافر ہیں۔ قادیانیت کے خلاف اہل اسلام کی
خدمات۔ مرزا قادیانی مت بنو۔ اہل اسلام سے التماس۔

☆.....☆.....☆

تقدیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ
الطَّيِّبِينَ وَأَصْحَابِهِ الْمَهْدِيِّينَ وَعُلَمَائِهِ الْمُتَحَقِّقِينَ وَأَوْلِيَائِهِ مَلِكِهِ
الْوَصِيلِينَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمُ أَجْمَعِينَ ، أَمَّا بَعْدُ

مذاہب عالم کا وسیع مطالعہ اور ادیان باطلہ کی تردید علماء اسلام کے لیے فرض
کفایہ ہے اور قادیانیت کی تردید پر خصوصی توجہ دینا اور پوری دنیا میں ان کے خلاف نمایاں
ترین کردار ادا کرنا پاک و ہند کے مسلمانوں کی خصوصی ذمہ داری ہے اس لیے کہ قادیانیت
یہیں کی پیداوار ہے ، ان کا اکثر اور بنیادی لٹریچر اردو میں ہی ہے اور یہاں کے
لوگوں سے بڑھ کر اس فتنے کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

اسی لیے پوری دنیا کے علماء پر لازم ہے کہ اس مسئلہ میں پاک و ہند کے علماء اسلام
سے معلومات حاصل کریں۔ ناقص اطلاعات کی فراہمی اور اس موضوع پر قلب مطالعہ و قلب
معلومات کے ساتھ اگر کسی بیرونی شخصیت یا ادارے کو بے جا اعتدال کے سانپ نے ڈس لیا
ہو تو ان کا کوئی نادانی کا فیصلہ یا فتویٰ قادیانیت سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔
قادیانی طحہ پہلے ہی بظاہر قرآن و سنت کو استعمال کر کے جدال کرتے ہیں اور یہ دوسرا آستین کا
سانپ جس نے اعلیٰ ظرفی کے بہانے کسی کافر کو بھی کافر نہ کہنے کا حہیہ کر رکھا ہو علماء حق اور
خدام دین و ملت کے لیے ایک نئی پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔

اس قسم کی زلّت کا شکار ہونے والے لوگوں کا سختی سے نوٹس لینے کی ضرورت
ہے اور ہم پر لازم ہے کہ ایسے لوگ ہماری نظروں سے گر جائیں اور انکی اوقات ختم کر
کے رکھ دی جائے خواہ ان کا تعلق مصر کے بہت بڑے جامعہ سے ہی کیوں نہ ہو

انتہا یہ ہے کہ اب تو یہودی و نصاریٰ کو بھی ایک مشن کے تحت کفار میں شامل کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے اور مغرب میں یہ تحریک چلائی جا رہی ہے، ہم نے اس پر تفصیل The Religious other نامی کتاب میں پڑھی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تَكْلِيْبُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَ أَهْلِ الْجِلْدِ كُلِّهِمْ مِنَ الْمَجُوسِ وَ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَ غَيْرِهِمْ ، فَتَكْفِيرُهُمْ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي الْكِتَابِ وَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْأُمَمِ ، وَ هُوَ أَصْلُ وَ مَا عَدَاهُ كَالْمُلْحِقِ بِهِ لَيْتَنِي يَهُودٌ وَ نصارىٰ اور مجوس، بت پرست وغیرہ تمام ملتوں کی تکذیب ضروری ہے۔ ان سب کی تکفیر، قرآن شریف میں منصوص ہے اور پوری امت کے درمیان متفقہ طور پر مسلم ہے۔ یہ ہے کسی کو کافر سمجھنے کی بنیاد جبکہ انکے علاوہ کسی کی تکفیر کرنا اسی اصول اور قاعدے کے مطابق ہوگا (الاتقصاد فی الاعتقاد جلد ۱ صفحہ ۸۰)۔

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ قادیانیت سمیت تمام ادیان باطلہ کی تردید کی طرف توجہ دیں، اس بارے میں ذمہ داری کا احساس ہونا ضروری ہے۔ دینی غیرت اور حمیت ہمیں اس کام پر آمادہ کرے۔ ہم اس لیے ختم نبوت کانفرنس نہ رکھیں کہ فلاں شخص یا طبقے نے ختم نبوت کانفرنس رکھی ہے اب تو میں بھی رکھوں گا۔ یہ سوچ نہایت خطرناک، اخلاص سے کھوکھلی اور محدود سوچ کی آئینہ دار ہے۔ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمُ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَذْوَلَهُ ، يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِيْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَ تَأْوِيلَ الْجَاهِلِيْنَ یعنی اس علم کی ذمہ داری ہر بعد میں آنے والے زمانے کے بہترین لوگ اٹھائیں گے، وہ اس میں سے غالیوں کی تحریف، تحزیب کاروں کی موڑ توڑ اور جاہلوں کی ہیرا پھیری کی نفی کر کے دکھادیں گے (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۰۹/۱۰)۔ اسنادہ صحیح

پھر اگر ہم ختم نبوت کانفرنس منعقد کریں تو لازم ہے کہ ختم نبوت کے موضوع پر مہارت رکھنے والے علماء سے خطابات کروائیں اور وہاں غیر متعلقہ گفتگو اور صرف سیاسی اور تحریکی مقاصد کے حصول کی بجائے واقعی ختم نبوت کے موضوع کا حق ادا کریں۔ یاد رکھو! جب تک ہم اپنی اس روش کی اصلاح نہیں کریں گے ہم قادیانیوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ الٹا قادیانیوں کو خوش کر کے رکھ دیں گے اور اس قسم کی بے فائدہ کانفرنسوں کا انعقاد جاری رہنے کے لیے قادیانی دعا گو رہیں گے۔

اللہ کریم جل شانہ ہمیں دین کی غیرت اور احساس ذمہ داری کی دولت سے سرفراز فرمائے اور علم کے ساتھ حکمت اور دماغ کے ساتھ عقل کے زیور سے آراستہ فرمائے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

فقیر غلام رسول قاسمی

☆.....☆

ختم نبوت پر قرآنی آیات

حضور سید المرسلین ﷺ کا آخری نبی ہونا نہایت بے غبار اور واضح مسئلہ ہے جو قرآن و سنت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک پوری امت اس پر متفق چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) - مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے بھی باپ نہیں ہاں مگر اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (احزاب: ۴۰)۔

تفسیر: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا منہ بولا بیٹا سمجھ کر زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے منہ بولا بیٹا بنانے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وَمَا جَعَلَ أَذْعِيًاكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ یعنی اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ أَذْعَوْهُمْ لِأَبْنَائِهِمْ یعنی انہیں ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو (احزاب: ۵۴)۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اس مسئلے کی وضاحت کیلئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح فرمائیں۔ اس نکاح کا ذکر زَوْجْنِکُمَا (احزاب: ۳۷) میں موجود ہے۔ جب آپ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت ختم نبوت نازل ہوئی۔

اس آیت کے چار حصے ہیں۔ (۱)۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں۔ (۲)۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (۳)۔ وہ آخری نبی ہیں۔ (۴)۔ اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

پہلے حصے میں حضرت زید والے مسئلے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ باپ کے بعد اس کا بیٹا نبی ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کسی بیٹے

پہلا باب:

ختم نبوت

گویا اجتہاد کا قیامت تک کیلئے جاری ہو جانا بھی ختم نبوت کی بڑی واضح دلیل ہے۔
اسکے علاوہ کفار کے خلاف حتمی کارروائی کے طور پر جہاد کا حکم بھی ختم نبوت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔
جب مکرین زکوٰۃ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
فرمایا: قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَتَمَّ الدِّیْنُ، اِنْقُصْ وَاَنَاحِیْ یعنی وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل
ہو چکا ہے، کیا میرے جیتے ہی دین میں نقص آسکتا ہے؟ (مشکوٰۃ: ۶۰۳۳)۔

حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: هَذِهِ أَكْبَرُ نِعَمِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ حَيْثُ اكْتُمِلَ تَعَالَى لَهُمْ دِينُهُمْ فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلَى دِينٍ غَيْرِهِ وَلَا إِلَى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَلِهَذَا جَعَلَهُ اللَّهُ خَاتِمَ الْأَنْبِيَاءِ وَبَعَثَهُ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ بِعِزِّي يَا اسْمَتِ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اس امت کے لیے اس کے دین کو مکمل کر دیا، لہذا اب یہ لوگ کسی دوسرے دین کے محتاج نہیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کے محتاج نہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا (ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹، ۲۰)۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے بعد کسی دوسری آسمانی تعلیم کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا: وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ یعنی متقی وہ ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہونے والے اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں (البقرة: ۴)۔

اس آیت میں آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے اور خود آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد میں نازل ہونے والے آسمانی احکام کی بجائے فرمایا: **وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ** یعنی وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیجئے آخرت اور یوم آخرت کے الفاظ قیامت کے معنی میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اب قیامت تک کے لیے نبوت اور وحی نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ ختم نبوت پر مندرجہ ذیل آیت کی دلالت بھی بڑی واضح ہے فرمایا: **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا**

رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنی ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (الانبیاء: ۱۰۷)۔
جب آپ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں تو پھر کسی جہان، کسی علاقے، کسی زبان اور کسی قوم کی طرف کسی بھی قسم کے نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہتی خواہ وہ صاحب کتاب ہو یا بغیر کتاب کے۔

مفسرین کرام جز اہم اللہ خیر آنے آیت ختم نبوت کی تفسیر میں اپنے ذاتی بیان کے علاوہ ان احادیث کو بھی کثرت سے بیان فرمایا ہے جن کا تعلق ختم نبوت سے ہے۔ اب ہم بھی ان احادیث کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ختم نبوت پر متواتر احادیث

یہ گزارش اچھی طرح یاد رکھیے کہ قرآن کے معانی و مفہیم نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ ہر زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوا کرتے ہیں۔ عربی زبان میں یہ احتمال اور بھی زیادہ موجود ہے۔ خصوصاً قرآن میں تو زبردست احتمالات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً: صلوة، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ کے لفظی معنی بالترتیب رحمت، پاکیزگی، رُکنا اور غلبہ ہیں۔ اب یہ الفاظ بول کر اللہ تعالیٰ نے کیا کہنا چاہا ہے؟ اس بات کا فیصلہ لغت (Dictionary) نہیں دے سکتی۔ یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے مُعَلِّم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ يُبَيِّنُ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ** (النحل: ۴۴) یعنی ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

یہ ایمان اور نصیب کا ایسا موڑ ہے کہ اگر سوچ کا شیئرنگ حدیث کو چھوڑ کر صرف لغت کی طرف مڑ گیا تو وہ زمانہ در زمانہ اور علاقہ در علاقہ بدلتی رہنے والی لغت کے سنگلاخ جنگلوں میں بھٹک گیا اور اگر کسی کی سوچ کا رخ حدیث رسول ﷺ کی طرف ہو گیا تو اُسے ایک فیصلہ کن چیز (یعنی حکمت) ہاتھ آگئی اور وہ قرآن کے حقیقی معنی اور منشاء خداوندی سے آگاہ ہو گیا۔ اس انتخاب کے بعد مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ کیجیے:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا

هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا لِمَاذَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَوْأَبِيعَةَ الْأَوَّلِ فَأَلَاوَلِ أَغْطُوا حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ [مسلم حدیث: ۴۷۷۳، بخاری حدیث: ۳۴۵۰، ابن ماجہ حدیث: ۲۸۷۱]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سیاست کا کام انبیاء کرتے تھے۔ جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا تھا، مگر اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت کو نبھانا، بس پہلے کی بیعت کو نبھانا۔ تم ان کا حق ادا کرتے رہنا، اللہ ان سے انکی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔

اس حدیث میں ختم نبوت کی وضاحت کئی طرح سے کر دی گئی ہے۔

اولا بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے الفاظ فرمائے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب کوئی نبی کتاب کے بغیر بھی نہیں آ سکتا اس لیے کہ بنی اسرائیل میں پے در پے آنے والے نبی کتاب کے بغیر ہی ہوتے تھے۔

ثانیا لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے انہی الفاظ میں لافنی جنس کا ہے جس سے جنس نبوت کی نفی ہو رہی ہے۔ لا جب مفرد پر داخل ہو تو جنس کی نفی کرتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے لا الہ الا اللہ میں لافنی جنس کا ہے۔ جس طرح لا الہ کے ذریعے کسی تفریق اور تقسیم کے بغیر الوہیت کی نفی ہوتی ہے بالکل اسی طرح لا نبی کے ہوتے ہوئے کسی تفریق اور تقسیم کے بغیر ہر قسم کی نبوت کی نفی سمجھنا لازم ہے۔

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے:

آیت خاتم النبیین کی روشنی میں کیا تم نہیں جانتے کہ رب رحیم شان والے نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے بیان سے اسکی تفسیر کر دی ہے جو طالب علموں کے لیے واضح بیان ہے؟ (حمامۃ البشری، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اسکی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت کریمہ وَلَکِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ

النَّبِیِّیْنَ سے بھی اس کی تصدیق کرتا تھا کہ نبی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸)۔

مثلاً کثرت سے خلفاء کا ہونا بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آ چکے ہوتے۔

رابعاً ”پہلے خلیفہ کی بیعت نبھانے“ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختم نبوت میں کسی ظنی اور بروزی رخصہ اعلازی کی اجازت نہیں دیتا۔

خامساً ”تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا“۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ اِن خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

(۲) وَغَنَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبَنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطْوِفُونَ بِهِ وَيَتَعَجَّبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَا وَضَعْتَ هَذِهِ اللَّبَنَةَ قَالَ فَأَنَا اللَّبَنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ [مسلم حدیث: ۵۹۶۱، بخاری حدیث: ۳۵۳۵]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی نے حسین و جمیل گھر بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ اب لوگ گھوم پھر کر مکان دیکھنے لگے اور اسکی خوبصورتی پر حیران ہونے لگے۔ مگر یہ بھی کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

یہ الفاظ بھی ہیں کہ: فَجِئْتُ أَنَا فَأَتَمَمْتُ بِلَاكِ اللَّبَنَةِ لِيُخْتَمَرَ فِيَّ مَا كُنْتُ فِيهِ وَمِنْهُ مَا كُنْتُ فِيهِ [المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۹]۔

یہ الفاظ بھی ہیں کہ: فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبَنَةِ، جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْأَنْبِيَاءَ لِيُخْتَمَرَ فِيَّ مَا كُنْتُ فِيهِ وَمِنْهُ مَا كُنْتُ فِيهِ [المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۴۰]۔

یہ حدیث متواتر ہے اور محدثین نے اسے باب خاتم النبیین قائم کر کے بیان فرمایا

ہے۔ اس حدیث میں محل کی آخری اینٹ کی مثال دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے خود کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ گویا قرآن میں جہاں آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے آپ ﷺ نے اس کی تفسیر محل کی آخری اینٹ کی مثال دے کر واضح کر دی ہے۔ یہ مثال خاتم کا معنی آخری لینے کے علاوہ کسی طرف منہ ماری کی اجازت نہیں دیتی۔ اب یہاں اگر مرزا کو الہام ہو جائے کہ یہ حدیث غلط ہے یا تفسیر غلط ہے یا اسے حدیث کا مذاق اڑانا سوچتے تو ہمارے پاس اس کا کیا علاج؟

اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے قادیانی کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو انبیاء کے اس محل میں ٹوٹ پھوٹ اور زلزلہ پیدا ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا آخری نبی ہونا سمجھانے کے لیے محل کی مثال دی ہے جس کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی انبیاء کو جوڑ کر معاذ اللہ کوئی محل تعمیر کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس حدیث کے اندر ہی مفہومی وَفَلَ الْآنَبِيَاءِ کے الفاظ موجود ہیں۔ واضح ہو گیا کہ قادیانیوں کے اس اعتراض میں بدتمیزی اور جہالت دونوں پائی جاتی ہیں۔ قُلْ أُولَئِكَ قَادِيَانِيُونَ (التوبة: ۶۵)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ: عورتوں کو مسجد جانے سے مت روکو۔ اس پر بلال بن عبداللہ نے کہا ہم تو ضرور روکیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسی گالی دی جو انہوں نے کبھی کسی کو نہیں دی تھی اور فرمایا میں تمہیں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے، اور تم کہتے ہو ہم منع کریں گے فَاقْبَلْ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَبًّا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مَقْلُوطٌ وَقَالَ أَخْبِرْكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللَّهِ لَنَمْنَعُنَّهُ (مسلم حدیث: ۹۸۹)۔

(۳) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ قُرَيْبًا مِّنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ، وَزَادَ الصِّرَمَدِيُّ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ ثَوْبَانَ: وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي [مسلم حدیث رقم: ۷۳۴۲، بخاری حدیث رقم: ۳۶۰، ترمذی حدیث رقم: ۲۲۱۸]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تمہیں کے قریب جموئے فرجی پیدا نہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک

رسالت کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں تمہیں جموئوں کا ذکر ہے اگر کوئی ایک بھی ان میں سچا ہوتا تو اس کا استثنیٰ ضرور ہوتا۔ ثانیاً اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کے فوراً بعد لَا نَبِيَّ بَعْدِي فرمایا اور خاتم کا معنی واضح فرما دیا لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے الفاظ اور ان کی وضاحت آپ پہلے پڑھ چکے ہیں مگر یہاں خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کے ساتھ لَا نَبِيَّ بَعْدِي کا اتصال ایک نیا لطف دے رہا ہے۔

حبیب کریم ﷺ کے جینے الوداع کے بعد یمامہ میں مسیلہ اور یمن میں اسود عسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر خلافت صدیقی کے دوران بنو اسد کے طلحہ بن خویلد نے اور بنو قحیم کی ایک عورت سجاح نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عسی کو حضور کریم ﷺ کے وصال سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا۔ مسیلہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دوران قتل کیا گیا۔ طلحہ نے انہی دونوں میں توبہ کر لی اور عہد فاروقی میں وفات پائی۔

ان سب کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے اوائل میں عتار ثقفی نے محبت اہل بیت کا بہانہ بنایا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے لیے لوگوں کو دعوت دی۔ اس نے قاتلوں کو تلاش کیا اور کثیر التعداد لوگوں کو قتل کیا جو اس میں کسی نہ کسی طرح ملوث یا معاون تھے۔ لوگ اس کی محبت اہل بیت کی وجہ سے اس کے ساتھ محبت کرنے لگے۔ اس کے بعد اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جبریل علیہ السلام کے نزول کا زعم کیا اور 60 ہجری کے چند سال بعد اسے قتل کر دیا گیا۔

انہی مدعیوں میں حارث کذاب بھی ہے جو عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ظاہر ہوا اور اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ پھر بنو عباس کی خلافت کے زمانہ میں مدعیوں کی ایک جماعت کھڑی ہو گئی۔ اسکے علاوہ کئی لوگوں نے مسیحیت کا دعویٰ بھی کیا جس کا نتیجہ پھر وہی نبوت کا دعویٰ تھا۔ شیطانی وسوسے اور الہام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ: میرے شیخ کو بھی کہ الہام ہوا تھا کہ تم مسیح ہو مگر انہوں نے اس الہام کو شریعت کی روشنی میں پرکھ لیا۔

دعوائے مسیحیت کے نتیجے میں ایران میں بہاء اللہ اور ہندوستان میں مرزا قادیانی کے پیروکاروں کا سلسلہ چل نکلا۔ ان دونوں کے ماننے والے اب تک موجود ہیں۔

تیس کذابوں کا یہ مطلب نہیں کہ مطلقاً نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کی تعداد تیس ہوگی اس لیے کہ انکی تعداد کا تو حساب ہی نہیں، ایسے لوگ تو کئی دیہات اور چلوک میں گزرے ہیں اور بعض نے جنوں اور سودا کی وجہ سے بھی ایسا دعویٰ کیا ہے۔ حتیٰ کہ خود مرزا کے پیروکاروں میں سے بھی کئی لوگ نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں مگر چل نہیں سکے۔ حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تیس جموعے مدعی ہوں گے جو لوگوں کو بے وقوف بنانے میں اور شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہم نے اس ساری بحث میں چند باتوں کا اضافہ کیا ہے باقی ساری بحث علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فتح الباری ۶/۶۹۷ پر بیان فرمائی ہے۔

(۴) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيٍّ قَالَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لَكِنَّ الْمُبَشِّرَاتِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُبَشِّرَاتِ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النَّبُوَّةِ [ترمذی حدیث رقم: ۲۲۷۲، مسند احمد حدیث رقم: ۱۳۸۳۱] - وَفِي رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَعَبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ مِثَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءٌ أَمِنْ النَّبُوَّةِ [بخاری ۵۹۰۹، ۵۹۰۶، مسلم: ۶۹۹۰، ۶۹۸۹، ۶۹۸۷، ۶۹۸۳]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ یہ بات صحابہ کرام پر گراں گزری۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مبشرات جاری رہیں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: مسلمان کے خواب، یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت انس، ابوسعید خدری، عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ: مؤمن کا خواب نبوت کے چھیا لیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔

اس حدیث میں رسالت اور نبوت کے دو جدا جدا لفظ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ تقریباً سوالا کھ انبیاء علیہم السلام میں سے تین سوتیرہ رسول ہیں (صحیح ابن حبان حدیث: ۳۶۱، مستدک حاکم حدیث: ۳۲۱۸، مسند احمد حدیث: ۲۱۶۰۱)۔ جبکہ ان میں سے صرف سات رسولوں

پر کل ۱۰۴ صحائف اور کتابیں آئی ہیں، سیدنا شیث پر ۵۰ صحیفے نازل ہوئے، سیدنا ادریس پر ۳۰ صحیفے نازل ہوئے، سیدنا ابراہیم پر ۱۰ صحیفے نازل ہوئے، سیدنا موسیٰ پر ۱۰ صحیفے اور گیارہوں تورات نازل ہوئی، سیدنا داؤد پر زبور نازل ہوئی، سیدنا عیسیٰ پر انجیل نازل ہوئی اور سید السادات سیدنا مولانا محمد المصطفیٰ خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن مجید نازل ہوا (صحیح ابن حبان حدیث: ۳۶۱)۔

عام طور پر علماء اور صوفیاء کا مختار یہ ہے کہ نبی اسے کہتے ہیں جس پر وحی اور احکام آتے ہوں مگر وہ تبلیغ پر مامور نہ ہو، رسول اسے کہتے ہیں جو تبلیغ پر مامور ہو۔

واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی کتابی نبی آتا ہے اور نہ کوئی بے کتاب۔ ثانیاً اس حدیث میں انقطاع کا لفظ آیا ہے جو قادیانیت کو لکارتا ہے اور خاتم کے معنی میں ان کی کسی ہیرا پھیری کو جگہ نہیں بنانے دیتا۔ ثالثاً سچے خواب نبوت کا چھیا لیسواں حصہ ہیں، گویا یہ ایک اعزاز ضرور ہے مگر سچا خواب دیکھنے والا زیادہ سے زیادہ مومن ہی رہتا ہے، نبی ہرگز نہیں بنتا۔ واضح رہے کہ سچے خواب کافروں کو بھی آ جاتے ہیں، نیکوں اور بدوں کو بھی آ جاتے ہیں، اور تقریباً ہر مسلمان سچے خواب دیکھتا ہے۔ اب اگر مرزا میں ہمت ہے تو ان سب کو نبی مان کر دکھائے۔

(۵) عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَبُوَّةَ بَعْدِي إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ، قِيلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتِ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ الرُّؤْيَاءُ الصَّالِحَةُ (مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۸۵)۔

ترجمہ: حضرت ابو طفیل ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں سوائے مبشرات کے، پوچھا گیا یا رسول اللہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: سچے خواب۔

(۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمْ يَنْقُ مِنَ النَّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ الرُّؤْيَاءُ الصَّالِحَةُ (بخاری حدیث نمبر ۲۹۹۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت میں سے کچھ باقی نہیں بچا سوائے مبشرات کے، پوچھا گیا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: سچے خواب۔

اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: نبوت میں سے کچھ نہیں بچا۔ اس سے فوراً پہلے والی حدیث کے الفاظ ہیں: میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔ الفاظ میں معمولی معمولی فرق اور انداز بیان میں تھوڑا تھوڑا امتیاز اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ مگرین ختم نبوت کی راہ میں قدم قدم پر رکاوٹ کھڑی کی جارہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ جُزْءٌ مِنْ سِتْرَةِ وَأَرْبَعِينَ جُزْءٌ أَمِنْ النُّبُوَّةِ لِعَنِي مَوْسَى كَيْفَ خَابَ نَبِيُّهُ مِنْ جِوَارِءٍ مِنْ سَعْيِهِ (بخاری حدیث: ۶۹۸۸، ۶۹۸۹، ۷۰۱۷، مسلم حدیث: ۵۹۱۸، ۵۹۱۹)۔

یہ اس اعتبار سے ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت سے پہلے چھ ماہ تک بچے خواب آتے رہے (بخاری: ۳، مسلم: ۴۰۳)، نبوت کا کل عرصہ ۲۳ سال ہے، اس طرح بچے خوابوں کا چھ ماہ کا عرصہ نبوت کے ۲۳ سال کا چھالیسواں حصہ بنتا ہے۔

(۷) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ [مسلم حدیث: ۷۴۰۴، بخاری حدیث: ۶۵۰۴، ترمذی حدیث: ۲۲۱۴]۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اور قیامت ان دو (اگلیوں) کی طرح (جڑے ہوئے) ہیں۔

اس حدیث کا انداز بالکل جدا گانہ اور نہایت خوبصورت ہے۔ مروج اور متعارف الفاظ سے ہٹ کر آقا کریم ﷺ نے مسئلہ ختم نبوت کو واضح فرمایا ہے اور یہ حدیث وبالآخرۃ ہُمْ یُوقُنُونَ کی بہترین تفسیر ہے۔

(۸) وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِجِي الَّذِي يُمَحِّسِي بَنِي الْكُفْرِ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُخَشِّرُ النَّاسَ عَلَى عِقَبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَلِي رِوَايَةٌ لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ [مسلم حدیث: ۶۱۰۵، بخاری حدیث: ۳۵۳۲، ۴۸۹۶، ترمذی حدیث: ۲۸۴۰]۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں مٹانے والا ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں اٹھانے والا ہوں، لوگ میرے پیچھے پیچھے اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: أَنَا الْعَاقِبُ قَالَ لَهُ إِنْسَانٌ مَا الْعَاقِبُ قَالَ: لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۲۱)۔

قادیانیوں کو خاتم کا لفظ دکھایا گیا تو انہوں نے ہیرا پھیری کر دی، خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کا معنی لَا نَبِيَّ بَعْدِي آپ پڑھ چکے ہیں۔ نبوت منقطع ہوگئی یہ حدیث بھی آپ پڑھ چکے، اب أَنَا الْعَاقِبُ کے الفاظ آگئے۔ عقب آخری حصے کو کہتے ہیں اور عاقب کی تفسیر میں حدیث کے اگلے الفاظ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ اور اسکے علاوہ لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ موجود ہیں۔ محبوب کریم ﷺ نے اپنی امت کا ایمان بچانے کے لیے وضاحت کی انتہا کر دی ہے وَضَعْنَا بِهِ آخِرَ النَّبِيِّينَ:

وہ تو مامور تھے اس پر لَبَّيْنَا لِلنَّاسِ کوئی تو لفظ سرکار کا بھایا ہوتا

(۹) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ أَمَّا قَرَضِي أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي [مسلم حدیث رقم: ۶۲۱۸، بخاری حدیث رقم: ۴۴۱۶، ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۱۵، ۱۲۱]۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو گھر پر چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ فرمایا: کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جس طرح ہارون، موسیٰ کی جگہ پر بیٹھے رہے اسی طرح آپ میری جگہ پر بیٹھے رہیں، ہاں مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس نبوت کی نفی کی گئی ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں سیدنا ہارون علیہ السلام کو ان کی ماتحتی میں ملی تھی۔ اس حدیث میں ماتحت نبوت اور بے کتاب نبوت کی صراحت نفی کی گئی ہے۔

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأَنْفِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ، فَإِنَّ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ [مسلم حدیث: ۶۲۰۴، بخاری حدیث: ۳۴۶۹، ۳۶۸۹، ترمذی حدیث: ۳۶۹۳]۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ہے تو عمر بن خطاب ان میں سے ہے۔

(۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ كَانَ فِئْمَنْ مَضَى رَجُلًا يَتَحَدَّثُونَ فِي غَيْرِ نُبُوءَةٍ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ مِنْهُمْ فَعَمْرُو (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۷۹)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلے لوگوں میں کچھ مرد خدا ایسے ہوتے تھے جو نبی نہ ہوتے مگر انہیں الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ایک بھی ہے تو عمر ہے۔

اس حدیث کی تائید خود مرزا قادیانی نے بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں: ہمارے سید و رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں (شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۲۳)۔

مرزا قادیانی پر سوال ہوا کہ آپ نے رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو جواب دیا: نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں روایا صالحہ نبوت کے چھپالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لیے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جاوے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ضمہ پایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا؟ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱)۔

ان عبارات میں مرزا نے اپنے نبی ہونے کی نفی اور محدث ہونے کا دعویٰ بڑے طعنا و تہقیر کے ساتھ کیا ہے۔ ثانیاً اگر قادیانی لوگ محدثیت کو ایک شعبہ قویہ نبوت کا ضمہ کر اس میں سے کسی حد تک نبوت کا مفہوم کشید کرنا چاہیں تو ہماری طرف سے ایک نہایت آسان اور سادہ سا سوال ہے کہ سیدنا فاروق اعظم ؓ کی محدثیت نص سے ثابت ہے حتیٰ کہ آپ کے مشورے کے عین مطابق ۲۰

سے زیادہ قرآن کی آیات نازل ہو گئیں لیکن اس کے باوجود آپ پر لفظ نبی کا اطلاق کیوں نہ ہوا؟ خواہ کسی معنی میں بھی سہی۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے: حضرت عمر ؓ کا وجود ظلی طور پر گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی تھا (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۵)۔

قادیانی کی اس عبارت پر ہمارا سوال یہ ہے کہ پھر حضرت عمر ؓ نے اپنی ظلی نبوت کا اعلان و اظہار خود کیوں نہ فرمایا؟ فاروقی نبوت کا اعلان کرنے کا حکم مرزا کو کیسے مل سکتا ہے؟ اور اگر بالفرض تم بھی اسی معنی میں نبی ہو تو پھر شور کیوں مچا رکھا ہے؟ تم بھی فاروق اعظم کی طرح چپ رہو۔ اب بھی سمجھ نہ آئے تو یہ اگلی حدیث بھی اس کے ساتھ ہی پڑھو!

(۱۲) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ [ترمذی حدیث رقم: ۳۶۸۶، معجذک حاکم حدیث رقم: ۴۵۵۱]۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔

نبوت کے اجراء کی ہر طرح اور نئے نئے الفاظ کے ساتھ نفی کرنے کے بعد اس مسئلہ کو سمجھانے کے لیے انتہا کرتے ہوئے اور آئندہ مدعیان نبوت کو لگام دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نبوت کے زعم میں جتنا نہ ہو، اگر یہ منصب میرے بعد کسی کو نصیب ہونا ہوتا تو وہ عمر بن خطاب تھے۔ واضح ہو گیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ محدث ہیں مگر نبی نہیں۔ محدث سے مراد نبی لینے کی قادیانی سازش بے نقاب ہو گئی۔

(۱۳) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِيعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّغْبِ وَأَجِلْتُ لِي الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَالْقَلْبِ وَخَيَّمَ بَيْنَ النَّبِيِّينَ رِزَاةٌ مُسْلِمٌ [ترمذی حدیث رقم: ۱۱۶۷، ابن ماجہ حدیث رقم: ۵۶۷]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلام عطا ہوا ہے اور مجھے رعب کے ذریعے مدد دی گئی ہے اور میرے لیے

قیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک بنادی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میرے ذریعے سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

(۱۴) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنِّي مُسَجَّدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ [مسلم حدیث رقم: ۳۳۷۶]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

اگلی حدیث پڑھیے جس میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے۔

(۱۵) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنَا خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ [مجموع فی مصنفات ابی جعفر ابن البختری حدیث رقم: ۲۱۶، الترغیب والترہیب حدیث رقم: ۱۱۷۵ وَقَالَ الْبَاقِيُّ فِي تَحْرِيجِهِ إِنَّهُ حَسَنٌ، مجمع الزوائد حدیث رقم: ۵۸۵۵، ورواه الديلمی بغیر سند]۔ هَذَا الْحَدِيثُ يُفَسِّرُ حَدِيثُ مُسْلِمٍ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں سے آخری ہے۔

(۱۶) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَمَّا أَصَابَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ رَبِّ اسْفَلِكْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ أَنْ غَفَرْتُ لِي، فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ وَمَا مُحَمَّدٌ وَمَنْ مُحَمَّدٌ؟ فَقَالَ رَبِّ إِنَّكَ لَمَّا أَتَمَمْتَ خَلْقِي، رَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى عَرْشِكَ فَإِذَا عَلَيْهِ مَكْتُوبٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ أَكْرَمُ خَلْقِكَ عَلَيَّكَ إِذْ قَرَنْتَ إِسْمَهُ مَعَ اسْمِكَ، قَالَ نَعَمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَا مَا خَلَقْتُكَ [مسند ترك حاكم حدیث رقم: ۴۲۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم: ۶۵۰۲، الوفا صفحة ۳۳، الشفاء ۱/۱۰۴، المعجم الصغير للطبرانی ۸۲/۲]۔ صَحَّحَهُ الْجَفَّاجِيُّ فِي نَبِيِّمِ

الرِّبَاضِ لَعَلَّهُ نَظَرَ فِي تَلْقِيَةِ الْقُبُولِ وَالْحَقُّ أَنَّهُ ضَعِيفٌ

ترجمہ: حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب آدم سے لغزش ہو گئی تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور عرض کیا اے میرے رب میں تجھے کما واسطہ دیتا ہوں مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ کیا عمر اور کون محمد؟ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی طرف اٹھایا: اس پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں سمجھ گیا کہ یہ تیرے نزدیک تیری مخلوق میں سب سے زیادہ عزت والا ہے اسی لیے تو نے اس کے نام کو اپنے نام کیساتھ جوڑا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہاں میں نے تجھے بخش دیا۔ وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

(۱۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ خَيْرَ لَادَمَ بَنِيهِ، فَجَعَلَ يَرَى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ: لَوْ آتَى نُورًا سَاطِعًا فِي أَسْفَلِهِمْ لَقَالَ يَا رَبِّ! مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا أَنْتَ أَخْمَلُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَهُوَ أَوَّلُ شَائِعٍ [دلائل النبوة للبيهقي ۴۸۳/۵، الخصائص الكبرى ۱/۶۷]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ فرمایا: جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو آدم کے سامنے اگلی اولاد کے مراتب ظاہر فرمائے، تو وہ بعض کے بعض پر فضائل دیکھنے لگے، فرمایا: انہوں نے مجھے انکے نیچے چھائے ہوئے نور کی حالت میں دیکھا، تو عرض کیا اے میرے رب، یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے، یہی اول ہے یہی آخر ہے، یہی پہلا شافع ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا كَالْمَوْدِعِ، فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، قَالَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي، أَوْيْتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهُ وَجَوَامِعَهُ، وَعَلِمْتُ كَمَ خَزَنَةِ النَّارِ وَحَمَلَةُ الْعَرْشِ، وَتُجَوِّزُ بِي وَغُوفِيْتُ، وَغُوفِيْتُ أُمْتِي فَاَسْمَعُوا وَأَطِيعُوا مَا دُمْتُ فِيكُمْ، فَإِذَا ذَهَبَ بَنِي فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، أَجِلُوا خَلَالَهُ وَحَرِّمُوا حَرَامَهُ (مسند احمد: حدیث نمبر ۲۲۱۳، ۲۲۱۵)۔ حسن

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہم میں تشریف فرما ہوئے، جیسے آخری ملاقات ہو۔ اور فرمایا: میں محمد ہوں جو نبی امی ہے۔ تمیں بار یہی بات فرمائی

اور میرے بعد کوئی نئی نہیں مجھے کلام کی ابتداء اور انتہا اور جامعیت دی گئی ہے، اور میں نے جان لیا کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کو اٹھانے والے کتنے ہیں اور مجھ سے درگزر کیا گیا اور عافیت دی گئی اور میری امت کو بھی عافیت دی گئی، غور سے سنو اور اطاعت کرو جب تک میں تم میں موجود ہوں، پھر جب مجھے دنیا سے لے جایا جائے تو اللہ کی کتاب کو لازم پکڑنا، اسکے حلال کردہ کو حلال سمجھنا اور حرام کردہ کو حرام سمجھنا۔

(۱۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ
الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری حدیث نمبر ۳۳۸۷، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہم آخری لوگ آگے آگے ہوں گے۔

(۲۰) إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا خَلَقَ أَصْنَفَهُ لِمَا جَاءَ، وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ، وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ (ابن ماجه حديث ۴۰۷۷، معجم الكبير للطبراني حديث ۷۵۲۸)۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، دجال نے لامحالہ تم میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۲۱) عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ :
: أَنَا مُحَمَّدٌ وَاحِمَدٌ وَ الْمُقَفِّي وَ الْحَاشِرُ (ابن أبي شيبة جلد ۷ صفحہ ۴۳۱)۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور منقحی ہوں اور حاشر ہوں۔

یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے (متدرک حاکم حدیث ۴۲۳۷)۔ یہی حدیث حضرت جبیر بن مطعم نے اپنے والد رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے اور اس میں **الْخَائِبِ وَالْعَاقِبِ** کے اضافی الفاظ بھی موجود ہیں (متدرک حاکم حدیث نمبر ۴۲۳۸)۔

(٢٢) عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ يَقُولُ: بُدِئْتُ بِبِي الْخَيْرِ وَ

كُنْتُ آخِرَهُمْ فِي الْبُعْثِ (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۸)۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت پڑھتے: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُوحٍ تُوَفِّرُ مَاتے: اس آیت میں مجھ سے اچھائی کا آغاز کیا گیا، مگر میں بھیجے جانے میں ان سب سے آخری تھا۔

یہ الفاظ بھی ہیں کہ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَ آخِرُهُمْ فِي الْبَقِيَّةِ (ابن جریر حدیث نمبر ۲۱۶۰۹، لغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳، دیلی ۳۸۵۰۱، البقیع جلد ۱ صفحہ ۶، ابن عدی جلد ۳ صفحہ ۳۷۷، قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۶، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۵، ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۳۳۸)۔

(۲۳) عَنْ أَيَّاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُؤْ بِكَرٍّ خَيْرُ النَّاسِ إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ بِنَبِيٍّ (الکامل لابن عری جلد ۶ صفحہ ۴۸)۔

ترجمہ: حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر تمام لوگوں سے افضل ہے مگر یہ نبی نہیں۔

اس حدیث پر غور کیجیے! ابو بکر صدیق اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ اگر مرزا قادیانی نبی ہوتا تو ابو بکر صدیق اس امت میں افضل ہرگز نہ ہوتے۔ پھر آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ابو بکر افضل تو ہیں مگر نبی نہیں، یہ الفاظ ختم نبوت پر ایک انوکھی دلیل ہیں۔ جب ابو بکر صدیق افضل ہونے کے باوجود نبی نہیں بن سکے تو قیامت تک کسی بھی دوسرے شخص کو نبوت مل جانے کا کوئی امکان نہ رہا۔ مزید تائید دیکھیے! سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام سے کوفہ کے ۱۸۰ افراد نے روایت کیا ہے کہ:

(٢٤) أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَلَاثٍ، وَلَمْ يُسَمَّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ [مسند احمد حديث رقم: ٨٣٦، ٨٣٧،

٩٣٦، ٩٣٥، ٩٢٥، ٩١١، ٨٨٣، ٨٨٢، ٨٨١، ٨٧٤، ٨٤٠، ٨٣٩، ٨٣٨
٩٣٧، ١٠٣٤، ١٠٣٥، ١٠٣٦، ١٠٤٤، ١٠٥٥، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ابن ماجه

حديث: ١٠٦، المصنف لابن أبي شيبة ٥٧٤/٨، المعجم الكبير للطبراني حديث رقم: ١٧٥، ١٧٦]- الحديث صحيح متواتر رواه ثمانون رجلا عن سيدنا علي عليه السلام

ويؤيده حديث سيدنا محمد بن الحنفية في البخاري حديث رقم: ٣٦٧١-

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ علی ؓ نے فرمایا: اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہیں، ابو بکر کے بعد عمر ہیں، اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا ہے، مگر آپ نے اس کا نام نہیں لیا۔

(۲۵) عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنْبِهٍ قَالَ: كَانَ مُوسَى رَجُلًا جَعَدًا آدَمَ طَوَّالًا كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ سَنَوَةٍ، وَلَمْ يَنْعَبِ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا وَقَدْ كَانَتْ عَلَيْهِ شَامَةُ النَّبُوءَةِ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى، إِلَّا أَنْ يُكُونُ نَبِيًّا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ شَامَةَ النَّبُوءَةِ كَانَتْ بَيْنَ كَيْفَيْهِ، وَقَدْ سُئِلَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: هَذِهِ الشَّامَةُ الَّتِي بَيْنَ كَيْفَيْ شَامَةِ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي لِأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُولَ (مسند رک حدیث: ۴۱۵۷)۔

ترجمہ: حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھکریا لے بالوں والے گندری رنگ والے بڑے قد والے تھے۔ جیسے وہ شہوہ قیلے کے آدمیوں میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جسکے دائیں ہاتھ میں نبوت کی مہر نہ ہو، سوائے ہمارے نبی سیدنا محمد ؐ کے، آپ ؐ کی مہر نبوت کندھوں کے درمیان تھی، نبی کریم ؐ سے اسکے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: میرے کندھوں کے درمیان یہ مہر پہلے انبیاء والی مہر ہے، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کا انداز بیان بھی بالکل مختلف ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی مہر نبوت دائیں ہاتھ میں تھی، اس کے برعکس نبی کریم ؐ کی مہر نبوت کندھوں کے درمیان تھی۔ یہ تبدیلی اور اس تبدیلی کے ساتھ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُولَ كَانَسْلاک مزید کسی نبوت کی اجازت نہیں دیتا۔

(۲۶) عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ آدَمُ وَآخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ (کتاب الاوائل للطبرانی: ۱۳)۔ اسناد صحیح

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے نبی آدم اور سب سے آخری نبی محمد ہیں۔

اس حدیث میں نبی کریم ؐ نے دو انتہاؤں کا ذکر کیا ہے، یعنی آغاز اور اختتام۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں بالکل اسی طرح نبی کریم ؐ کے بعد بھی کوئی نبی نہیں۔ جس معنی میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے نبی ہیں اسی معنی میں نبی کریم ؐ آخری نبی ہیں۔

اول کی تعریف یہ ہے کہ: الْأَوَّلُ فَرْدٌ لَا يَكُونُ غَيْرُهُ مِنْ جَنْبِهِ سَابِقًا عَلَيْهِ وَلَا مُقَارِنًا لَهُ یعنی اول وہ فرد ہوتا ہے جس کی جنس میں سے کوئی دوسرا اس سے پہلے نہ ہو، اور نہ ہی اس کے ساتھ جڑا ہوا ہو (تعریفات از میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۱)۔

جب اول کا معنی واضح ہو گیا تو آخر کو سمجھنا کیا مشکل رہ گیا؟ اب بھی اگر خدا کا خوف نہ آئے تو حدیث شریف پڑھیے! نبی کریم ؐ نے فرمایا: اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ یعنی اے اللہ! تو ہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں، اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہیں (مسلم حدیث نمبر ۶۸۸۹)۔

یہ ہے معنی اول کا اور یہ ہے معنی آخر کا اور یہ ہے حق کی وضاحت اور مسلمانوں کی طرف سے فرض کی ادائیگی اور اب بھی جسے سمجھ نہ آئے تو وہ ہے مریض قلب اور نصیب سے عاری۔

(۲۷) عَنْ أَبِي قَبِيلَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُطْبَةِ حَبْجَةِ الْوُدَّاعِ: لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ (المجم الكبير حدیث نمبر ۷۵۰۰، ۷۵۰۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو قبیلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

یہ حدیث خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی گئی۔ گویا آپ ؐ نے اپنے آخری نبی ہونے کو آخری پیغام میں اور آخری خطاب میں وصیت کے طور پر بیان کرنا ضروری سمجھا۔ اگر مزید کسی نبی نے آنا ہوتا تو اسی موقع پر اسکی مفصل نشاندہی کر دینا ختم نبوت کے اعلان سے بھی زیادہ ضروری ہوتا۔

(۲۸) عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَهُودِيٌّ قَدْ مَسَكَنَ مَكَّةَ يَتَجَرَّبُهَا، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَجْلِسٍ مِنْ قُرَيْشٍ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَهْلُ وُلْدٍ فِيكُمْ اللَّيْلَةُ مَوْلُودٌ؟ فَقَالُوا: وَاللَّهِ مَا نَعْلَمُهُ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، أَمَّا إِذَا أَخْطَاكُمْ فَلَا بَأْسَ بِهِ، فَانْظُرُوا، وَاحْفَظُوا أَمَا أَقُولُ لَكُمْ! أُولَدَ هَذِهِ اللَّيْلَةُ نَبِيٌّ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْآخِرَةِ الْحَدِيثُ بِطَوْلِهِ (مسند رک حدیث: ۴۲۲۹)۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک یہودی مکہ میں رہ کر تجارت کرتا تھا، جب رسول اللہ ؐ کی ولادت کی رات آئی تو اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا: اے

قریش! کیا آج رات تم میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔ اس نے کہا اللہ اکبر! چلو اگر آپ لوگ اس راز سے ہی بے خبر ہیں تو کوئی بات نہیں۔ غور سے سنو اور یاد رکھو جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس رات آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ (آگے حدیث طویل ہے)۔

(۲۹) عَنْ سَبْعَةِ رَهْطٍ شَهِدُوا بَدْرًا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كُلُّهُمْ رَفَعُوا الْحَدِيثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ اللَّهَ يَدْعُو نُوحًا وَقَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوَّلَ النَّاسِ فَيَقُولُ: مَاذَا أَجَبْتُمْ نُوحًا؟ فَيَقُولُونَ مَا دَعَانَا وَمَا بَلَّغْنَا وَلَا نَصَحْنَا، وَلَا أَمَرْنَا وَلَا نَهَانَا، فَيَقُولُ نُوحٌ: دَعَوْتُهُمْ يَا رَبِّ دُعَاءَ فَاشْيَاءٍ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ أُمَّةً بَعْدَ أُمَّةٍ حَتَّى انْتَهَى إِلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ أَحْمَدَ (متدرک حدیث: ۴۰۶۳)۔

سات بدری صحابہ روایت کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت نوح اور ان کی قوم کو بلائے گا، یہی سب سے اول لوگ تھے۔ اللہ فرمائے گا: اے نوح کی قوم تم نے نوح کو کیا جواب دیا تھا؟ وہ کہیں گے انہوں نے ہمیں دعوت نہیں دی، تبلیغ نہیں کی، نصیحت نہیں کی، نیکی کا حکم نہیں دیا، برائی سے نہیں روکا۔ حضرت نوح عرض کریں گے اے میرے رب! میں نے انہیں واضح دعوت دی اولین میں بھی اور آخرین میں بھی، میری دعوت ایک امت کے بعد دوسری امت تک منتقل ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ خاتم النبیین احمد تک جا کر انتہا پزیر ہوئی۔

اس حدیث میں دعوت کے سلسلہ کا تمام امتوں میں سے چلتے چلتے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا ایک بھاری وجہ استدلال ہے۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہ ہوتا تو یہ سلسلہ ضرور آگے بڑھایا جاتا۔

(۳۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَى اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ (بخاری حدیث: ۴۷۱۳، مسلم حدیث: ۴۸۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شفاعت والی طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کئی انبیاء علیہم السلام کے پاس سے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس

آئیں گے اور وہ فرمائیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ، لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔

اس حدیث میں طلب شفاعت کے لیے تمام اگلے انبیاء کے پاس سے ہونے کے بعد آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا مذکور ہے۔ اب اس سیاق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہنا اس کے مفہوم کو اچھی طرح متعین کر رہا ہے۔

ان تمام احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مثالیں دے دے کر اور الفاظ پھیر پھیر کر ختم نبوت کی وضاحت کی حد کر دی ہے۔ آپ ان احادیث کا دوبارہ مطالعہ کر لیجیے۔ آخر اس سے بڑھ کر کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا، جس سے منکرین ختم نبوت کی تشقی ہوتی؟ نبی کریم ﷺ نے کہیں فرمایا ”پے درپے انبیاء کی بجائے اب خلفاء ہوں گے“۔ کہیں فرمایا: ”انبیاء کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں“ کہیں فرمایا ”لَا نَبِيَّ بَعْدِي“ کہیں فرمایا ”نبوت ختم ہو گئی“۔ کہیں فرمایا ”میں اور قیامت دو اگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں“ کہیں فرمایا ”میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جسکے بعد ایک نبی بھی نہ ہو“ کہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ماتحت اور ظلی و بروز نبوت کی نفی کر دی۔ کہیں یہاں تک وضاحت کر دی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ہم نے سینکڑوں احادیث میں سے صرف انہی مذکورہ بالا احادیث کا انتخاب کیا ہے۔ ایک ہی متن کو متعدد اسناد سے نقل نہیں کیا اور جن احادیث میں خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے ہم نے ان کی تعداد کثیر ہونے کے باوجود انہیں نقل نہیں کیا جب تک اس میں کوئی اضافی فائدہ نہیں دیکھا۔ اس لیے کہ اس کتاب میں ہمارا انداز سطحی اور مقالاتی انداز نہیں ہے جہاں حوالہ جات کی کثرت اور صفحات کی تعداد کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔

ان احادیث میں لفظ ”خاتم“ کی ایسی زبردست وضاحت کر دی گئی ہے کہ ایک بد دماغ شخص کا دماغ بھی ٹھکانے پر آ جائے۔ اس سے پہلے آپ خاتم کی دو قرأتوں کی بحث بھی پڑھ چکے ہیں۔ علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَرَوَى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَاطَةُ تَقْتَضِي نَصًّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے الفاظ روایت کیے گئے ہیں جو نص کے طور پر اس بات کا یقینی تقاضا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

کوئی نئی نہیں (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۳۱۴)۔

دنیا بھر کے مفسرین نے آیت فتم نبوت کے تحت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا ہے اور اس مسئلے پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق چلا آ رہا ہے۔ ہمارے عقائد کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ **قَبْتُ أَنَّهُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ** یعنی ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۳۸)۔

جس قوم کے پاس ختم نبوت پر دلائل کا اس قدر ذخیرہ موجود ہو وہ یقیناً اس عقیدے کو اختیار کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور وہ اس موضوع پر اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہے۔

حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و سنت سے کثیر تعداد میں دلائل نقل کرنے کے بعد ایک زبردست غلامہ تحریر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں: قَدْ أَخْبَرَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ، وَ رَسُولُهُ فِي السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ: أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ لَيَعْلَمُوا أَنَّ كُلَّ مَنْ ادْعَىٰ هَذَا الْمَقَامَ بَعْدَهُ فَهُوَ كَذَّابٌ أَفَّاكَ ذُجَالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَلَوْ تَخَرَّقَ وَ شَغِبَدَ، وَ اتَّى بِأَنْوَاعِ السِّحْرِ وَ الطَّلَاسِمِ وَ النُّجُجِيَّاتِ، فَلَكُلْهَا مُحَالَ وَ ضَلَالٌ عِنْدَ أُولَى الْأَلْبَابِ، كَمَا أَجْرَى اللَّهُ، عَلَى يَدِ الْأَسْوَدِ الْعَيْسِيِّ بِالْيَمَنِ، وَ مَسِيلْمَةَ الْكُذَّابِ بِالْيَمَامَةِ، مِنْ الْأَحْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَ الْأَقْوَالِ الْبَارِدَةِ، مَا عَلِمَ كُلُّ ذِي لُبٍّ وَ فَهْمٍ وَ حَجْجَى أَنَّهُمَا كَاذِبَانِ ضَالَّانِ، لَعَنَهُمَا اللَّهُ، وَ كَذَلِكَ كُلُّ مُدَّعٍ لِذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخْتَمُوا بِالْمَسِيحِ الذُّجَالِ يَعْنِي اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى نَ اِئْتِيَ كِتَابِ مِیں اعلان فرمایا، اور اسکے رسول ﷺ نے اپنی متواتر احادیث میں ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ دنیا جان لے کہ آپ ﷺ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے، بہتان تراش ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، گمراہ کن ہے، خواہ خوارق اور شعبدے دکھا تا رہے، اور مختلف قسم کے جادو، طلسم اور تماشے دکھا تا رہے، یہ سب کچھ اہل عقل کے نزدیک محال اور گمراہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یمن میں اسود عسی کے ہاتھ پر اور یمامہ میں مسیلہ کذاب کے ہاتھ پر فاسداحوال اور بیٹھے اقوال جاری کر دیے، اس سارے کچھ کے باوجود اہل علم و فہم اور سوچہ بوجھ والوں نے ان دونوں کو جھوٹا اور گمراہ سمجھا، اللہ کی ان دونوں بر لعنت ہو۔ بالکل اسی طرح قیامت کے دن تک جو شخص بھی

نبوت کا دعویٰ کرے گا اسکے بارے میں یہی حکم ہے، حتیٰ کہ جموں نے مدعیان نبوت کا سلسلہ دجال پر جا کر ختم ہوگا (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۶)۔

ختم نبوت کا اعلان کتب سابقہ میں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں گیا اور عیسائیوں کے ہر عبادت خانے میں پہنچا۔ میں نے قطبی اور رومی تمام مُسْتَشْفِی (بڑے پادریوں) سے پوچھا کہ محمد ﷺ کی کیا صفت آپ لوگوں کی کتابوں میں مرقوم ہے؟

میں نے قطیوں میں سے ابو محسن کے عبادت خانے (کنیہ) کے اسقف کو دکھا۔ یہ شخص اپنی پانچ وقت کی نماز نہایت محنت سے پڑھتا تھا اور لوگ اسکے پاس اپنے مریضوں کو دعا کیلئے کثرت سے لارہے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا: أَخْبِرْنِي هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ؟ مجھے بتاؤ کیا کوئی نبی آتا باقی رہ گیا ہے؟ اس نے کہا: نَعَمْ هُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ أَحَدٌ الْخَ هَاں وہ آخری نبی ہے عیسیٰ بن مریم اور اسکے درمیان کوئی نبی نہیں، ہمیں عیسیٰ نے اسکی اتباع کا حکم دیا ہے، وہ نبی امی عربی ہے اسکا نام احمد ہے (الوفا صفحہ ۴۵)۔

یہودی کہا کرتے تھے: یُعِثُّ بِمَكَّةَ اِسْمُهُ اَحْمَدُ وَ لَمْ يَنْقُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ غَيْرُهُ یعنی وہ مکہ میں آئیگا، اسکا نام احمد ہوگا اور اسکے سوا کوئی نبی باقی نہیں بچا (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۵)۔

بنو قریظہ اور بنو نضیر کے احبار یوں کہا کرتے تھے: اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ اِسْمُهُ اَحْمَدُ مُهَاجِرُهُ اِلَى يَنْبُت یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اس کا نام احمد ہوگا اور اس کی ہجرت یثرب کو ہوگی (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۷)۔

نہجی یوں کہا کرتے تھے: هَذَا نَجْمٌ قَدْ طَلَعَ بِمَوْلِدِ أَحْمَدَ وَهُوَ نَبِيٌّ آخِرُ
الْأَنْبِيَاءِ مَهْجَرُهُ إِلَى يَثْرِبَ یعنی اس دفعہ فلاں ستارہ احمد کی جائے ولادت کے اوپر طلوع ہوا
ہے، وہ نبی آخر الانبیاء ہے اور اس کی ہجرت یثرب کو ہوگی (الخصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۸)۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بصری کے عبادت خانے میں گیا۔ وہاں کے راہب نے پوچھا آپ لوگوں میں کوئی شخص حرم کا رہنے والا ہے؟ میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ اس نے کہا مکہ میں احمد؟ چکا ہے؟ میں نے کہا کون احمد؟ اس نے کہا عبدالمطلب کا بیٹا۔ یہی

اس کا شہر ہے جہاں وہ ظاہر ہوگا۔ وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وہ آخری نبی ہوگا حرم سے اٹھے گا اور
نخلستان وحرہ کی طرف ہجرت کرے گا۔

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ میں واپس مکہ گیا تو میں نے لوگوں سے پوچھا کیا کوئی نیا واقعہ
ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے اور ابوبکر اس کا ساتھ دے رہا
ہے۔ میں ابوبکر سے ملا، انہیں ساری بات بتائی اور ان سے پوچھا کیا تم ان کا ساتھ دے رہے ہو؟
انہوں نے کہا ہاں، تم بھی چلو اور ان کا ساتھ دو، وہ حق کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ہم دونوں
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور راہب والی بات عرض کی (الوفاء صفحہ ۵۶)۔

اس قسم کی احادیث کثرت سے موجود ہیں جو ابوفہیم، حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابن سعد
وغیرہ نے بھی بیان کی ہیں۔

ختم نبوت کا انکار شان رسالت کا بھی انکار ہے

آخری نبی ہونے میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مضر ہے۔ مسلم شریف کی
حدیث فُصِّلَتْ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبِّ أَغْطِيتْ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُجِلَّتْ
لِي الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلَتْ إِلَى الْخَلْقِ كُلِّهَا وَخُتِمَ بِي
النَّبِيُّونَ میں بھی اسی کی تصریح موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاقب اور حاشر ہونے میں بھی
اسی کی وضاحت ہے۔ هَذَا ابْنُكَ أَحْمَدُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ میں یہی راز پوشیدہ ہے۔ بُدِئَ
بِي فِي الْخَيْرِ وَكُنْتُ آخِرُهُمْ فِي الْبَغْيِ میں اسی کی جھلک ہے۔ حتی کہ قیامت کے دن آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہہ کر شفاعت کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی جائے گی۔ یہ تمام
احادیث پہلے باحوالہ گزر چکی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ خُطِبَ الْأَنْبِيَاءُ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
أَرْسَلَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَكَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَأَنْزَلَ عَلَى الْفَرَقَانِ فِيهِ تَبَيُّانٌ
كُلِّ شَيْءٍ وَجَعَلَ أُمِّي خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ أُمِّي هُمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
وَفَرَحَ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِي وَرْدِي وَرَفَعَ لِي ذِكْرِي وَجَعَلَنِي قَابِغًا وَخَاتِمًا ثُمَّ
قَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِهَذَا فَصَلِّكُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ

كَذًا فِي الشِّفَاءِ [دلائل النبوة للبيهقي ۳۹۷/۲ الى ۴۰۱، الشفاء ۱/۱۱۰، ۱۰۹]۔

ترجمہ: معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے جب تمام انبیاء علیہم السلام کو خطاب کیا تو فرمایا:
سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام انسانوں
کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرسانے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر حق اور باطل میں تمیز کرنے
والا قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا جسے
لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے اور میری امت کو پہلا اور آخری بنایا ہے اور میرے لیے میرا سینہ
کھول دیا ہے اور مجھ پر سے میرا بوجھ اتار دیا ہے اور میرے لیے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے آغاز
کرنیوالا اور اختتام کرنیوالا بنایا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء علیہم السلام کو
فرمایا: انہی وجوہات کی بنا پر محمد تم پر فضیلت لے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: النَّاسُ عِبَادُ اللَّهِ فَأَوْلَاهُمْ أَنْ يُكُونَ مُقَدَّمًا
أَقْرَبَهُمْ بِخَيْرَةِ اللَّهِ لِرِسَالَتِهِ وَمُسْتَوْدَعُ أَمَانَتِهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَخَيْرُ خَلْقِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ: مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ یعنی لوگ اللہ کے بندے ہیں، ان میں سب
سے آگے نکلنے کا حقدار وہ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت کے لیے اختیار کرنے میں سب سے زیادہ
قرب عطا فرمایا ہو، اور اپنی امانت کا امین بنایا ہو، اور خاتم النبیین بنایا ہو، اور وہ رب العالمین کی
تمام مخلوق میں سے افضل ہو، اور وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کتاب الام جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)۔

کسی بھی عظیم ہستی کی آمد کا اعلان سب سے پہلے کیا جاتا ہے لیکن اسے اسٹیج پر دعوت
سب سے آخر میں دی جاتی ہے۔ اسی جہت سے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول بھی ہیں اور
آخر بھی هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی یسین وہی طہ

ختم نبوت پر تمام صحابہ کا اجماع

سید المرسلین رؤف رحیم ﷺ کے وصال شریف کے فوراً بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
خلافت سنبھالی تو مسلمانوں نے اسود غسانی اور طلحہ بن خویلد اسدی تینوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

آپ ﷺ نے ان سب کے خلاف فوجی کارروائی فرمائی۔ مسیلہ اور اسود عسی کو قتل کر دیا گیا اور طلحہ نے توبہ کر لی (البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۱۹)۔

ان معرکوں میں بے شمار صحابہ شہید ہوئے اور ان مدعیانِ نبوت کے خلاف اتنی بڑی کارروائی پر تمام صحابہ کا اجماع منعقد ہوا بلکہ سب نے زبان سے بڑھ کر تلوار کے ذریعے تائید فرمائی۔

صحابہ کرام کے بعد ہر دور میں پوری امت کا اجماع رہا

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں فرماتے ہیں: هَذِهِ الْأَلْفَاظُ عِنْدَ جَمَاعَةِ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ خُلْفَاءُ وَ سَلَفًا مُتَقَلِّدًا عَلَى الْعُمُومِ مُقْتَضِيَةً نَصًّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ ﷺ یعنی آیت کے یہ الفاظ اگلے پچھلے تمام تر علماء کے نزدیک اور ہر دور کے علماء کے نزدیک اپنے مکمل عموم پر محمول ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ آیت آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر نص ہے (قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۳)۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: أَخْبَرَ اللَّهُ أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَأَخْبَرَ عَنِ اللَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَأَنَّهُ أَرْسَلَ كَافَّةً لِلنَّاسِ وَاجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى حَقِّ هَذَا الْكَلَامِ عَلَى ظَاهِرِهِ وَأَنَّ مَقْهُومَهُ الْمُرَادُ بِهِ دُونَ تَأْوِيلٍ وَلَا تَخْصِصٍ وَلَا شَكٍّ فِي كُفْرِ هَؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعًا وَاجْمَاعًا وَسَمْعًا

یعنی حضور کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر ہم تک پہنچائی ہے آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کا مرادی مفہوم یہی ہے، اس میں کوئی تاویل اور تخصیص نہیں اور منکرین کے کفر میں قطعاً اور اجماعاً کوئی شک نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اِنَّ الْاُمَّةَ فَهِمَتْ بِاَلْاِجْمَاعِ مِنْ هَذَا
الْفُطْرِ وَ مِنْ قَرَانِ اَحْوَالِهِ اَنَّهُ فُهِمَ عَدَمُ نَبِيِّ بَعْدَهُ اَبَدًا وَ عَدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَبَدًا وَ اَنَّهُ
لَيْسَ فِيْهِ تَاْوِيلٌ وَلَا تَخْصِيْصٌ یعنی بے شک امت نے اجماعی طور پر ان الفاظ سے اور آپ
ﷺ کے احوال کے قرآن سے یہی سمجھا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد اب تک کوئی نئی نہیں اور اب تک کوئی

رسول نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں ہے اور کوئی تخصیص نہیں ہے (الاقتصاد فی العقائد صفحہ ۱۲۵)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَعْلَمُ أَنَّ الْاِجْمَاعَ قَدْ اُنْعَقَدَ عَلٰی اَنَّهُ ﷺ خَاتَمُ الْمُرْسَلِينَ كَمَا اَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ یعنی جان لو کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ جس طرح خاتم النبیین ہیں اسی طرح خاتم المرسلین بھی ہیں (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۷۱)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: دَعَوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا ﷺ كُفْرٌ بِالْإِجْمَاعِ
یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۳)۔

بائبل میں گواہی

زبور کے الفاظ یہ ہیں کہ: تیرا تخت ابدالاً بادک قائم رہے گا (زبور نغمہ نمبر ۴۴)۔
یہ نغمہ دراصل نبی کریم ﷺ کی طویل نعت ہے اور اس کا یہ جملہ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

ختم نبوت پر عقلی دلائل

۱۔ نبی کریم ﷺ سب سے افضل نبی ہیں اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ افضل نبی کو آخر میں ہی آنا چاہیے تھا۔ کسی جگہ کے لیے اشتہار چھاپا جائے تو سب سے بڑے عالم کا نام سب سے اوپر اور نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن جب خطابات کی باری آئے تو سب سے بڑے عالم کو سب سے آخر میں بلایا جاتا ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **مُحَمَّدٌ أَوَّلُ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ** یعنی میں بتائے جانے کے لحاظ سے سب سے پہلا نبی ہوں اور بھیجے جانے میں سب سے آخر ہوں (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۳۸، جامع صغیر صفحہ ۴۰۰، کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۵)۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج جسمانی نصیب ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء کو معراج روحانی نصیب ہوئی تھی اور کسی نے اپنے رب کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اب جب کہ اللہ کریم جل شانہ کا مشاہدہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور اللہ کریم کے بارے میں اس سے بڑھ کر کسی نئی اطلاع کا امکان ہی باقی نہ رہا تو لامحالہ ختم نبوت کا اعلان کر دیا گیا۔

۳۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے آجانے کے بعد اب کسی ایسی شخصیت کا آنا جس پر ایمان لانا کفر اور اسلام کا معیار ہو، آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمین کے منافی ہے۔ ایسے نئے شخص کا آنا جسے کوئی شخص مان کر مومن رہے اور کوئی اس کا انکار کر کے کافر ہو جائے، اس امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ زحمت ہو گا اور حضور ﷺ کی رحمت کے ہوتے ہوئے اس امت کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر کے زحمت سے دو چار کرنے کے مترادف ہوگا۔

۴۔ معلم کائنات ﷺ کی تعلیمات اس قدر ہمہ پہلو اور ہمہ گیر ہیں کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی پہنچ سے باہر نہیں۔ وضو، تنہا سے نکل کر گھریلو، معاشرتی اور بین الاقوامی سطح تک تعلیمات موجود ہیں۔ ایسی وسیع تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی نئے نبی کی آخر کیا ضرورت ہے؟

۵۔ امت کو اگر کوئی جدید مسئلہ درپیش ہو تو اسے قرآن و سنت کی روشنی میں حل کرنے کے لیے اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کے لیے کھلا ہے۔ اجتہاد قیاس و استنباط کا جاری و ساری ہونا ختم نبوت کا نہایت شفاف اور واضح ثبوت ہے۔

۶۔ آپ ﷺ مکہ جیسے مرکزی شہر میں تشریف لائے۔ مکہ کا لفظی معنی ہے مرکز۔ دنیا کا نقشہ دیکھ لیجیے۔ یہ شہر افریقہ، یورپ اور ایشیاء کی سرحد پر موجود ہے۔ اس کے دور مغرب میں امریکہ اور دور مشرق میں اسٹریلیا موجود ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ سَمِعَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا فِي وَسْطِ الْأَرْضِ اس کا نام مکہ اس لیے ہے کہ یہ دنیا کے وسط میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کو دنیا کے وسط میں اس لیے مبعوث کیا گیا تا کہ آپ کی آواز دنیا کے چاروں طرف یکساں رفتار کے ساتھ پہنچ سکے اور دنیا کے کسی گوشے میں مزید کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہے۔

۷۔ آپ ﷺ کے تشریف لاتے ہی کاغذ ایجاد کر دیا گیا۔ پیغام رسانی کے لیے ڈاک سسٹم آپ کے بعد ہی شروع ہوا اور آج مواصلاتی نظام اس قدر آگے جا چکا ہے پوری دنیا ایک ہی گاؤں کی مانند بن کر رہ گئی ہے جسے گلوبل وِج Global Village کا نام دیا جا رہا ہے۔ غور کرنا چاہیے کہ ایک ہی گاؤں میں کتنے نبیوں کی ضرورت ہو سکتی ہے؟

۸۔ ختم نبوت پر قرآنی آیات، اس موضوع پر بے شمار احادیث، صحابہ اور پوری امت کا اجماع اور کثیر عقلی دلائل آپ نے پڑھے۔ جس قوم کے پاس ختم نبوت کے موضوع پر اس قدر دلائل موجود

ہوں، غور فرمائیے کیا وہ قوم ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے میں حق بجانب نہیں؟

ختم نبوت کا ثبوت مرزا قادیانی کے اپنے بیانات سے

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، أَلَا تَعْلَمُ أَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمَّى نَبِيَنَا ﷺ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ، وَفَسَّرَهُ نَبِيُّنَا فِي قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي بَيَانٍ وَاضِحٍ لِلطَّالِبِينَ؟ یعنی آیت خاتم النبیین کی روشنی میں تم نہیں جانتے کہ رب رحیم شان والے نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے لا نبی بعدی کے بیان سے اسکی تفسیر کر دی ہے جو طالب علموں کے لیے واضح بیان ہے (حملة البشرى، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)۔

خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے: میں اپنے والد کے لیے خاتم الولد تھا، میرے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۳)۔

مرزا قادیانی اگر خاتم الولد بمعنی آخری بچہ ہیں تو پھر آیت خاتم النبیین میں بھی خاتم بمعنی آخری تسلیم کرنا پڑے گا اور یہاں خاتم بمعنی مہر اور خاتم بمعنی انگوٹھی اور خاتم بمعنی افضل کی ہیرا پھیریاں نہیں چل سکیں گی۔

ایک مقام پر لکھتا ہے کہ: میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آسمانی فیصلہ صفحہ ۳، روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)۔

لیکن دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ: مجھے صاف طور پر محمد اور رسول کہہ کر پکارا گیا ہے (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰)۔

مرزا کے یہ متضاد بیانات نہایت سنجیدگی سے غور کرنے کے قابل ہے۔ یہ باتیں اس قدر پیچیدہ ہیں کہ مرزا کے ماننے والے خود بھی انہیں نہیں سمجھ سکے اور مرزا کی امت دوحصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک قادیانی گروپ جو اسے نبی مانتا ہے اور دوسرا لاہوری گروپ جو اسے نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مہدی اور مجدد مانتا ہے۔

قادیانی سوالوں کے جوابات

قادیانیوں کا پہلا سوال :- عربی زبان کے محاورہ کے مطابق خاتم النبیین کے معنی سب سے افضل اور بزرگ ترین نبی کے ہیں۔ جس کی کامل اجراع سے امت میں نبوت مل سکتی ہو۔ قرآن کی متعدد آیات اور احادیث یہی مفہوم بیان کرتی ہیں۔

جواب :- آپ کی اس بات میں کئی غلطیاں اور خرابیاں ہیں۔ آپ نے بڑے اعتماد کے ساتھ عربی زبان کے محاورے میں خاتم کا معنی افضل اور بزرگ ترین قرار دے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت اور کوئی حوالہ نہیں دیا۔ پھر آپ نے نبی کریم ﷺ کی احادیث سے بھی منہ موڑا ہے۔ ہم سب باتوں کا بحوالہ جواب عرض کرتے ہیں:

عام لغت سے حوالہ جات

- ۱۔ صحاح العربیہ میں ہے کہ: خَتَمَ اللَّهُ لَهُ بِخَيْرِ اللّٰهِ اس کا خاتمہ بالخیر کرے۔ وَخَتَمْتُ الْقُرْآنَ بَلْغَتْ آخِرَهُ میں نے قرآن ختم کیا یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔
- ۲۔ لسان العرب میں ہے کہ: خَتَمَ الْقَوْمَ وَخَتَمَهُمْ وَخَتَمَهُمْ آخِرُهُمْ یعنی قوم کے آخری فرد کو خاتم القوم کہتے ہیں۔
- ۳۔ القاموس المحیط میں ہے کہ: خَتَمَ الشَّيْءُ، بَلَغَ آخِرَهُ کسی چیز کو ختم کیا یعنی اس کے آخر تک پہنچ گیا۔

۳۱۔ المنجد میں ہے کہ: اخْتَمَ الْكِتَابَ کتاب کے خاتمہ پر پہنچنا۔

لغت کے ان تمام حوالہ جات میں کہیں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا گیا بلکہ آخری کیا گیا ہے۔

۵۔ دنیا میں قرآنی لغت کی سب سے اچھی کتاب مفردات راغب میں اس لفظ کا استعمال مختلف آیات میں دکھایا گیا ہے اور ہر جگہ سیاق و سباق کی روشنی میں اس کا الگ معنی بیان کیا گیا ہے، اور اصول بھی یہی ہے کہ کسی بھی لفظ کے معنی کے تعین میں اس لفظ کا آگاہ چھاپا لفظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ امام راغب علیہ الرحمۃ قرآن میں مختلف مقامات پر ختم کے مختلف معانی لکھتے ہیں اور آیت خاتم النبیین پر

پہنچے ہیں تو لکھا ہے کہ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ : لِأَنَّهُ خَتَمَ النَّبُوَّةَ أَيْ تَمَمَّهَا بِمَجْنِسِهِ یعنی خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی اپنے آجانے کے بعد اسے تمام کر دیا (مفردات راغب صفحہ ۱۳۲)۔ یہاں بھی خاتم کا معنی افضل نہیں بلکہ آخری، ختم کرنے والا اور تمام کرنے والا ہے۔

تفاسیر قرآن سے حوالہ جات

۱۔ علامہ ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: أَيْ خَتَمَ النَّبُوَّةَ وَطَبَعَ عَلَيْهَا ، فَلَا تَفْتَحُ لِأَحَدٍ بَعْدَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی نبوت ختم کر دی اور اس پر ایسی مہر لگا دی کہ اب قیامت کے دن تک کسی کے لیے نہیں کھلے گی۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ کا قول لکھتے ہیں: أَيْ آخِرُهُمْ یعنی خاتم سے مراد آخری ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ خاتم کا معنی ہے انبیاء کو ختم کرنے والا اور خاتم کا معنی ہے آخر النبیین (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۲ صفحہ ۲۰)۔

۲۔ معروف درسی کتاب جلالین جو عرصہ دراز سے مدارس میں پڑھائی جا رہی ہے، اس میں ہے کہ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ : فَلَا يَكُونُ لَهُ ابْنٌ رَّجُلٌ بَعْدَهُ يَكُونُ نَبِيًّا وَلَوْ قَرَأَ بِفَتْحِ التَّاءِ كَأَلَةِ الْخَتْمِ أَيْ بِهِ خُتِمُوا یعنی آپ خاتم النبیین ہیں لہذا آپ ﷺ کا کوئی بیٹا جو نبی نہ پہنچا جو آپ ﷺ کے بعد نبی ہوتا۔ ایک قرآنہ تا کی زبر کے ساتھ بھی ہے جیسے ختم کا آلہ ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذریعے انبیاء ختم کیے گئے۔

اس کے فوراً بعد وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا کے تحت لکھتے ہیں کہ بَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَإِذَا نَزَلَ الشَّيْطَانُ بِشَرِّكُمْ بِشَرِّ نَعْبَتِهِ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے (جلالین صفحہ ۳۵۵)۔

۳۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ : وَذَلِكَ لِأَنَّ النَّبِيَّ الَّذِي يَكُونُ بَعْدَهُ نَبِيٌّ إِنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنَ النَّصِيحَةِ وَالْبَيَانِ يَسْتَدْرِكُهُ مَنْ يَأْتِي بَعْدَهُ ، وَأَمَّا مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ يَكُونُ أَشْفَقَ عَلَى أُمَّتِهِ وَأَهْدَى لَهُمْ وَأَجْدَى ، إِذْ هُوَ كَوَالِدٍ لِّوَلَدِهِ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ مِنْ أَحَدٍ یعنی نبی کریم ﷺ خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ جس نبی کے بعد کسی

دوسرے نبی نے آنا ہوا اگر وہ فصاحت اور بیان میں سے کوئی چیز ترک کر جائے تو بعد میں آنے والا اس کی کوپورا کر دیتا ہے، لیکن جس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر سب سے زیادہ شفیق اور ان کے لیے سب سے بڑا ہادی ہوگا، وہ ان کے لیے اس باپ کی طرح ہے جو اپنی اولاد کا اکیلا ذمہ دار ہو (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱)۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ علماء نے ختم نبوت کا عقیدہ واضح کرنے میں کیا کمی چھوڑی ہے؟

۴۔ بیضاوی میں ہے کہ: خَتَمَ النَّبِيِّنَ وَآخِرُهُمُ الَّذِي خَتَمَهُمْ أَوْ خَتَمُوا بِهِ وَلَا يَقْدَحُ فِيهِ نَزُولُ عِيسَى بَعْدَهُ لِأَنَّهُ إِذَا نَزَلَ كَانَ عَلَى دِينِهِ مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ أَنَّهُ آخِرُ مَنْ نَبِيٌّ یعنی خاتم النبیین کا معنی ہے آخری نبی، جس نے انہیں ختم کیا یا اس کے ذریعے سے نبی ختم کیے گئے۔ یہ بات نزول عیسیٰ کے خلاف نہیں، اس لیے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کے دین پر ہوں گے، نیز ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)۔

۵۔ البحر المحیط میں ہے کہ: خَتَمَهُمْ أَيْ جَاءَ آخِرُهُمْ یعنی نبیوں کو ختم کیا کا معنی ہے ان کے آخر میں آئے (البحر المحیط جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)۔

آگے لکھے ہیں: رَوَى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَاطَةُ تَقْتَضِي نَصًّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَعْنَى أَنَّهُ لَا يُتَّبَعُ أَحَدٌ بَعْدَهُ وَلَا يَرُدُّ نَزُولَ عِيسَى آخِرَ الزَّمَانِ لِأَنَّهُ مِمَّنْ نَبِيُّ قَبْلَهُ وَيَنْزِلُ عَامِلًا عَلَى شَرِيعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی آپ ﷺ سے ایسے شفاف الفاظ مروی ہیں جو نص کے طور پر تقاضا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا۔ یہ بات آخری زمانے میں نزول عیسیٰ کے خلاف نہیں اس لیے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنادیے گئے تھے اور جب نازل ہوں گے تو شریعت محمدی پر عمل کریں گے (البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۲۳۶)۔

۶۔ خازن میں ہے: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ خَتَمَ اللَّهُ بِهِ النَّبُوَّةَ فَلَا نَبُوَّةَ بَعْدَهُ أَمَى وَلَا مَعَهُ
إِنْ عَمِيسُ مِمَّنْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ یعنی خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سے
نبوت کو ختم کر دیا ہے لہذا آپ کے بعد کوئی نبوت نہیں اور نہ ہی آپ کے ساتھ کوئی نبی تھا اور عیسیٰ

علیہ السلام آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۲)۔

اس کے حاشیہ پر تفسیر مدارک موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ بِمَعْنَى الطَّائِعِ أَيْ آخِرُهُمْ يَعْنِي لَا يَنْبَأُ أَحَدٌ بَعْدَهُ وَ عَيْسَى إِمَامٌ نَبِيٌّ قَبْلَهُ یعنی خاتم کا معنی طالع یعنی آخری ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بتایا جائے گا اور عیسیٰ آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں (مدارک علی ہاشم خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰)۔

۷۔ روح المعانی میں ہے کہ: كَوْنُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ الْكِتَابُ وَ صَلَّعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَ أَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيَكْفُرُ مُدْعَى خِلَافِهِ وَ يَقْتُلُ إِنْ أَصَرَ لَيْتِي آيَةُ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ان چیزوں میں سے ہے جسکے بارے میں کتاب نے بول کر بتایا ہے اور سنت نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے، لہذا اسکے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر بعض نہ آئے تو اسے قتل کیا جائے گا (روح المعانی جلد ۱ صفحہ ۲۹۳)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: وَ الْخَاتَمُ اِسْمُ اِلٰهِ لِمَا يُخْتَمُ بِهِ كَالطَّابَعِ لِمَا يُطْبَعُ بِهِ
فَمَعْنٰى خَاتَمِ النَّبِيِّنَ الَّذِیْ خُتِمَ النَّبِیُّونَ بِهِ وَمَا لَهُ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ یعنی خاتم اسم آلہ ہے جس
سے ختم کیا جائے، جیسے طابع ہوتا ہے جس سے طبع کیا جائے، لہذا خاتم النبیین وہ ہوا جسکے ذریعے سے
نبیوں کو ختم کیا گیا اور اس سے مراد آخر النبیین ہے (روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۳)۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں: الْمُرَادُ بِكُونِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ انْقِطَاعُ
وَصَفِ النَّبُوءَةِ فِي أَحَدٍ مِّنَ الثَّقَلَيْنِ بَعْدَ تَحْلِيلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هَذَا النَّشْأَةِ لَعَنَ
آپ علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس دنیا میں جلوہ افروز ہو
جانے کے بعد ثقلین میں سے کسی ایک کا بھی وصف نبوت سے متصف ہونا منقطع ہو چکا ہے
(روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۳)۔

مفسرین کی عبارات کو بار بار پڑھیے، ہر ایک کا انداز جداگانہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی خاتم کا معنی افضل نہیں کیا۔ نیز خاتم کا معنی صاف لفظوں میں آخری لکھا اور فرمایا کہ قیامت تک اس مہر کو توڑا نہیں جاسکتا۔ نیز نزولِ مسیح کو ختمِ نبوت کے منافی سمجھنے والوں کا منہ بند کر دیا، نیز خاتم کا معنی آخری لکھا، نیز امام رازی علیہ الرحمہ نے عقلی طور پر بھی خاتم بمعنی آخری ثابت کر دیا۔

اور بعد میں کسی نے نبی کو ماننا باپ بدلنے کے مترادف قرار دیا۔

عربی زبان کا قاعدہ

عربی زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ خاتم کی اضافت جب جماعت کی طرف ہو تو اس سے مراد ہمیشہ آخری چیز ہوتی ہے۔ انہیں چونکہ جماعت ہے لہذا خاتم انہیں سے مراد آخری نبی ہوں گے۔

مرزا قادیانی کا اعتراف

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: میرے بعد میرے والدین کے گھر کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا نہیں ہوا اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۷۷۷)۔
مرزا قادیانی نے خاتم الاولاد کا معنی آخری بچہ لکھ کر ایسا واضح اعتراف کیا ہے کہ قادیانی قیامت تک اس عذاب سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيمَ الْمُتَفَضِّلَ سَمَّى نَبِيَّنَا ﷺ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ، وَفَسَّرَهُ نَبِيَّنَا فِي قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي بَيِّنًا وَاضِحًا لِلطَّالِبِينَ؟ یعنی آیت خاتم انہیں کی روشنی میں تم نہیں جانتے کہ رب رحیم شان والے نے ہمارے نبی ﷺ کا نام خاتم الانبیاء بغیر کسی استثناء کے رکھا ہے، اور ہمارے نبی نے لانی بعدی کے بیان سے اسکی تفسیر کر دی ہے جو طالب علموں کے لیے واضح بیان ہے (حملۃ البشری، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۰۰)۔

نیز فرمائیے آپ نے نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث نقل کرنے سے کیوں گریز کیا؟ اور صرف لغت کا سہارا کیوں لیا؟ جن احادیث سے آپ نے آنکھیں چرائی ہیں ان میں سے اکثر احادیث ہم نقل کے چکے ہیں۔ اور اسی پر امت کا اجماع ہے اور یہی اسلام کے بنیادی ماخذ ہیں جو قادیانیت کو ٹھکرار ہے ہیں اور خاتم کا معنی آخری بتا رہے ہیں۔

قادیانیوں کا دوسرا سوال: اگر خاتم انہیں میں الف لام استغراقی ہو تو اس استغراق میں خود نبی کریم ﷺ بھی شامل ہوں گے۔ اس طرح آپ ﷺ کا خود اپنے لیے خاتم ہونا بھی لازم آئے گا جو آپ کی اپنی نبوت کی نفی کر دے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ الف لام استغراقی نہیں بلکہ عہد خارجی کے لیے ہے۔

جواب: اس استغراق میں سے آپ ﷺ کا استثناء عقلی ہے۔ اگر بالفرض خاتم بمعنی افضل ہو تو پھر بھی تمہارا یہی اعتراض اس پر بھی قائم رہے گا کہ آپ اپنے آپ سے افضل ہوں۔ اس کی بے شمار مزید مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ مثلاً سید المرسلین کی اضافت پر تمہارا یہی فضول سوال وارد ہوگا، اول الانبیاء آدم پر یہی سوال اٹھے گا، خیر الخلائق بعد الانبیاء کے بارے میں تالائق سوال اٹھاؤ گے!

ثانیاً اگر الف لام استغراقی نہ مانا جائے تو پہلے تین انبیاء علیہم السلام کے بعد ہر نبی کا خاتم انہیں ہونا لازم آئے گا اور یہ خاتمیت اضافی ہوگی یعنی کچھ نبیوں کا خاتم۔

ثالثاً خاتم انہیں میں الف لام کا عہد خارجی کے لیے ہونا ممکن ہی نہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ عہدی خارجی ہو تو یا تو ان انبیاء کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہوں گے جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے مثلاً حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام، یا یہ خاتمیت ان انبیاء کی بہ نسبت ہوگی جن کا ذکر وصف قبلیت کے ساتھ ہوا ہے مثلاً مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا (الزخرف: ۳۵)، یا یہ خاتمیت ان انبیاء میں سے کسی خاص جماعت کے لحاظ سے ہوگی جیسے عاد اور ثمود کی طرف بھیجے جانے والے انبیاء کی مخصوص جماعت کا ذکر اس آیت میں ہے: صَاعِقَةُ مِثْلُ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ، إِذْ جَاءَهُمْ الرُّسُلُ (فصلت: ۱۳، ۱۴)۔ یادہ گروہ انبیاء مراد ہوگا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے جن کا ذکر اس آیت میں ہے (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ) (البقرة: ۸۷)، یا بنی اسرائیل کے خاص انبیاء مراد ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے (وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ) (المائدہ: ۳۲)، یا اصحاب القریہ کے انبیاء مراد ہوں گے جیسے اس آیت میں ہے (وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ) (سین: ۱۳)۔

اب بتائیے الف لام عہدی خارجی کا تعلق کون سے گروہ انبیاء سے جوڑیں گے، کس دلیل سے جوڑیں گے اور باقی سارے امکانات کو چھوڑ کر ان میں سے کسی ایک امکان کو ترجیح کس بنا پر دیں گے اور قرآن کا مفہوم متعین کیسے ہوگا؟

روئے روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہاں الف لام عہدی خارجی کا ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہاں صرف ”ال“ استغراقی ہی ممکن ہے اور اس جگہ وہی استغراق مراد ہے جیسے ان آیات میں ہے

وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (البقرہ: ۱۳۶)،
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ (البقرہ: ۱۷۷)،
كُلُّ آمَنٍ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ (البقرہ: ۲۸۵)۔

رابعاً اگر یہ الف لام استغراقی نہیں تو پھر بتاؤ صاحب کتاب نبی کیوں نہیں آ سکتا؟

قادیانیوں کا تیسرا سوال: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو خاتم المحدثین کہا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ آخری محدث نہیں ہیں بلکہ اس کا مطلب افضل محدث ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین کو سمجھیں۔

جواب: آپ نے غلط کہا، خاتم المحدثین کا معنی سب سے افضل محدث نہیں ہے اور نہ ہی شاہ عبدالعزیز صاحب تمام سابقہ محدثین سے افضل ہیں۔ بلکہ بعد والے اگلوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح خاتم المحدثین کا معنی محدثین کی مہر بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ شاہ صاحب کی مہر سے دوسرے محدثین خصوصاً سابقہ محدثین ہرگز تیار نہیں ہوئے۔

ثانیاً یہ تو محض ایک لوگوں کا دیا ہوا لقب ہے جسے لوگوں نے اپنے محدث و علم اور حسن ظن کی بناء پر انہیں اپنے زمانے کے محدثین کے اعتبار سے دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقت پر مبنی ہوتا ہے، اس کا علم محدث و محدثی نہیں ہے اور اس کے کلام کو انسانی محاوروں پر قیاس کرنا تحریف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي کی تصریح موجود ہے مگر شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے بارے میں کوئی نہیں کہتا خَاتَمُ الْمُحَدِّثِينَ لَا مُحَدِّثَ بَعْدَهُ۔

اگر خاتم النبیین کا معنی افضل نبی ہوتا تو جن علماء کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں ان کے نزدیک وہی خاتم النبیین بھی ہوتے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت متفق علیہ ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خاتمیت کا کوئی قول نہیں ملتا، معنی اس کا کچھ بھی ہو۔ بلکہ جن لوگوں کے نزدیک سیدنا ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بمعنی افضلیت کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ماننا پڑے گا، جبکہ افضلیت و ابراہیم علیہ السلام کا قول اگرچہ غلط ہے مگر اس کے قائل کو کافر کسی نے نہیں کہا۔

اگر بالفرض خاتم النبیین سے مراد آخری نبی نہیں ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

صاحب کتاب نبی کی آمد کی نفی کس دلیل سے کرو گے؟ صرف مرزا قادیانی ہی کیوں؟ ہزاروں انبیاء اور وہ بھی صاحب کتاب انبیاء کیوں نہیں؟

قادیانیوں کا چوتھا سوال: ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا، ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

جن پر انعام ہوا وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح (النساء: ۶۹)۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم لوگ صالحین کی راہ پر چل کر صالح بن سکتے ہیں، شہداء کی راہ پر چل کر شہید بن سکتے ہیں۔ صدیقین کی راہ پر چل کر صدیق بن سکتے ہیں تو پھر نبیوں کی راہ پر چل کر نبی کیوں نہیں بن سکتے؟

جواب: ہم نے آپ کے سامنے حدیثوں کے صاف الفاظ بیان کیے ہیں کہ حضور کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ کیا یہ الفاظ غلط ہیں؟ پھر یہ بھی بتائیں کہ کیا کسی آیت میں یا کسی حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں ہیں۔ یا آپ ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے؟

صاف الفاظ کا جواب صاف الفاظ سے دیجیے۔ ہیرا پھیری سے نہیں۔ اب ایک طرف صاف الفاظ ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ دوسری طرف آپ دو مختلف آیتوں کو جوڑ کر ”چونکہ چنانچہ“ کے ذریعے ایک نتیجہ پیدا کر رہے ہوں تو بتائیے ترجیح کون سی بات کو دی جائے؟

ثانیاً بتائیے! کیا کسی آیت یا حدیث میں ہے کہ آئندہ کوئی صالح نہیں ہوگا یا آئندہ کوئی شہید نہیں ہوگا یا آئندہ کوئی صدیق نہیں ہوگا؟

ثالثاً آیت میں اُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ کے الفاظ ہیں۔ آیت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی سنگت اور رفاقت کی بات ہو رہی ہے۔ اب ان کا مرتبہ مل سکتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک الگ بحث ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے (توبہ: ۴۰)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنْتَ مَعَ مَنْ اُحْبِبْتَ تم قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم نے محبت کی (بخاری: ۷۱۵۳، مسلم: ۶۷۱۵)۔ اسی آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں: وَحَسُنَ اُولَئِكَ ذٰلِيقًا یعنی یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔ یہ الفاظ معیت کے الفاظ سے بھی زیادہ واضح ہیں اور ہیرا پھیری نہیں چلنے دیتے۔

رابعاً ہم آپ کو قرآن میں دکھا دیتے ہیں کہ صدیقین، شہداء اور صالحین کا مرتبہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور نبوت کا مرتبہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ** یعنی وہ لوگ اللہ پر ایمان لائے اور ان کے رسولوں پر، وہی لوگ اپنے اللہ کے ہاں صدیق اور شہید ہیں (سورۃ حدید: ۱۹)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ** یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ہم انہیں صالحین میں داخل کریں گے (سورۃ عنکبوت: ۹)۔

ان دونوں آیتوں کو دوبارہ غور سے پڑھ لیں، ان میں صاف تصریح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق، شہید اور صالح بنا جاسکتا ہے، لیکن مقام نبوت کے حصول کے بارے میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں بلکہ اس کا حصول آیت خاتم النبیین اور لانی بعدی جیسی احادیث کی روشنی میں ناممکن ہے۔

خلاصاً اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نبوت مل سکتی تو خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان ضرور نبوت حاصل کر چکے ہوتے جن کو اسی اتباع و اطاعت کی وجہ سے اللہ کی رضا کا شوقیٹ مل چکا ہے **وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ**۔ جو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے مطیع تھے بلکہ پوری امت کے مطاع مظہرے۔ اگر قادیانی کہیں کہ نبوت اللہ کے فضل سے ملتی ہے اور اللہ کے فضل کا فیصلہ کسی صحابی کی نبوت کے حق میں نہیں تھا تو ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ نے ہمارے منہ کی بات کہہ دی، اب مان لو کہ نبوت اطاعت سے بھی نہیں ملتی اور اس کے حصول کے لیے **مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ** آیت پڑھنا بالکل بے جا ہے۔ **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ**۔

سادساً اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر صبر نہیں ہوتا تھا، ایک دن وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، رنگ بدلا ہوا تھا اور چہرے پر غم کے آثار تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا **مَا غَيَّرَكَ لَوْ لَكَ تِیرَ رَکْ کَسْ** چیز نے بدلا ہے؟ عرض کیا مجھے کوئی مرض یاد نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جب میں آپ کا دیدار نہیں کرتا تو شدید بے چینی اور بے قراری لاحق

ہو جاتی ہے، پھر مجھے آخرت یاد آتی ہے تو ڈرنے لگتا ہوں کہ وہاں آپ کو نہ دیکھ سکا تو کیا بنے گا؟ اس لیے کہ آپ انبیاء کے بلند مرتبے پر ہوں گے۔ اور میں اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو آپ سے نیچے والی منزل میں ہوں گا، اور جنت میں داخل ہی نہ ہو سکا تو اب تک آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن جریر حدیث: ۷۸۴۱، اسباب النزول للواحدی صفحہ ۱۵۸، تفسیر بغوی صفحہ ۵۵۹)۔ اس سے ملتی جلتی حدیث المصنف جلد ۷ صفحہ ۴۴ پر بھی موجود ہے۔

سابعاً اگر بغرض محال اس آیت سے نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہو تو پھر صرف ظلی اور بروزی نبوت ہی کیوں؟ مستقل اور صاحب کتاب نبی کا آنا بھی ثابت ہو جائے گا جو کہ خود قادیانی دعوے کے خلاف ہے۔

قادیانیوں کا پانچواں سوال: بعض لوگ **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** کا قرآن کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ زہبہ رسول ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگو! آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہہ کر ہرگز یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جواب: تھوڑی سی حاضر دماغی کے ساتھ قادیانیوں کا سوال دوبارہ پڑھیے، آپ کو ہنسی آ جائے گی۔ سوال میں نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا گیا ہے **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگلے جملے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ **لَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ**، یعنی لا نبی بعدہ مت کہو۔

قادیانی حضرات بتائیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** کہو۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول آپ نقل کر رہے ہیں کہ لا نبی بعدی مت کہو۔ یہ تضاد آپ نے کیوں کھڑا کیا؟

ثانیاً آپ نے کہا **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** کا معنی قرآن کے خلاف مت کرو۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کہا **لَا نَبِيَّ بَعْدِي** سرے سے ہی مت کہو۔ بتائیے ان دو باتوں میں سے کون سی بات صحیح ہے؟

ثالثاً کتابوں میں اس قول کی توجیہ موجود ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (مکمل معجم البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲)۔ آپ

اس بات کو کیوں ہضم کر گئے۔

راجعاً آپ نے اس سوالنامے میں ملا محمد طاہر گجراتی کی کتاب مجمع البحار کا حوالہ خود بھی دیا ہے۔ مجمع البحار کے اسی صفحے پر لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے، آپ نے ساری بات کیوں نہ لکھی اور دیانت داری سے کام کیوں نہ لیا؟ خلاصاً آپ کو حدیث لا نَبِيَّ بَعْدِي کا مفہوم قرآن کے خلاف نظر آنے لگا مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول حضور کریم ﷺ کی احادیث کے خلاف کیوں نظر نہ آیا۔

ساداً قادیانیوں کے اس سوال کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے پیش نظر کہی گئی ہے اور اگلے علماء خود ان باتوں کی وضاحت کر چکے ہیں۔

سابقاً قادیانیوں نے خود درمنثور کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحے پر اسی عبارت کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ فَانَا كُنَّا نَحَدِّثُ أَنَّ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَارِجٌ لِأَنَّهُ هُوَ خَرَجَ فَقَدْ كَانَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ یعنی ہم لوگ حدیثیں بیان کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام آنے والے ہیں، اگر وہ آگئے تو وہ حضور ﷺ سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)۔

ثامناً درمنثور کی یہ عبارت جسے آپ نے چھپایا تھا، بتا رہی ہے کہ یہ قول نزول مسیح کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔ نیز قادیانیوں کے لیے ایک مصیبت مزید کھڑی ہو گئی کہ اس میں جس عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مانا گیا ہے اسی کو بعد میں بھی مانا گیا ہے جس سے مرزا صاحب کی نبوت کی نفی ہو گئی۔

ثامناً خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَا يَسْقَى بَعْدِي مِنَ النَّبُوَّةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ الْحَدِيثُ یعنی میرے بعد نبوت میں سے کچھ نہیں بچا سوائے سچے خوابوں کے (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۳۶)۔

عاشراً آخر میں قادیانی مذہب کے پیشوا محمد علی لاہوری کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیے۔ یہ قادیانیوں کے اس فرقے کا بانی ہے جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مجدد تسلیم کرتا ہے۔ لاہوری صاحب لکھتے ہیں: ایک قول حضرت عائشہ صدیقہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں

قُولُوا خَلَّاسَ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ (بیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۵۱۶)۔ آگے محمد علی صاحب لمبی بحث کرتے ہیں اور اس قول کی سخت تردید کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے سوال میں ایک جملہ یہ ہے کہ: ”بعض لوگ حدیث لا نَبِيَّ بَعْدِي کا قرآن کریم کے بالکل خلاف یہ ترجمہ کرتے ہیں“۔ قادیانیوں کی ہیرا پھیری صاف نظر آ رہی ہے کہ حضور کریم ﷺ کی امت کے سو فیصد لوگوں کو بعض لوگ کہہ دیا ہے۔ ہر مفسر اور ہر محدث نے اس حدیث کا وہی معنی بیان کیا ہے جو قادیانیوں کو قرآن کے خلاف نظر آ رہا ہے۔ دراصل وہ قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قادیانیوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ ہم کئی کتابوں کے حوالہ سے پوری امت کا اجماع نقل کر چکے ہیں۔

قادیانیوں کا چھٹا سوال: حدیث میں ہے کہ: لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا (ابن ماجہ: ۱۵۱۱)۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا اجراء ثابت ہوا۔

جواب: یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے یہ اسی طرح ہے جیسے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا (ترمذی: ۳۶۸۶)۔

یہی وضاحت چند سطریں اوپر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے۔

ثانیاً جو حدیث آپ نے پیش کی ہے اس سے فوراً پہلے والی حدیث اس طرح ہے: حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ: لَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ لَعَاشَ ابْنُهُ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ یعنی اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اللہ کو منظور ہوتا تو آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم ضرور زندہ رہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں (ابن ماجہ: ۱۵۱۰) اب بتائے! آپ نے حدیث نمبر ۱۵۱۰ کیوں چھوڑ دی اور صرف ۱۵۱۱ کیوں پکڑ لی؟

ثالثاً یہی حدیث بخاری شریف میں بھی موجود ہے: ثَمَاتٌ صَغِيرًا لَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ

بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ إِبْنُهُ، وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ یعنی وہ بچپن میں فوت ہو گئے، اگر اللہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی منظور ہوتا تو آپ کے بیٹے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری: ۶۱۹۳)۔

رابعاً سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ: وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ لِيَبْقَى، لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے لیکن وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے اس لیے کہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں (الاستیعاب صفحہ ۷۰)۔

خامساً صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اس وضاحت کو قرآن کے الفاظ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کے ساتھ رکھ کر سمجھیں۔ اولاد امجاد میں سے صرف رجال کی نفی؟ قرآن کیا بتانا چاہتا ہے؟ اور پھر اسی سے متصل وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ؟ اولادِ نرینہ کا ختم نبوت سے کیا تعلق؟

اگلے زمانوں میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ نبی کی اولاد میں نبوت جاری ہوئی۔ معروف حدیث ہے الْكَرِيمُ بْنُ الْكَرِيمِ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنُ الْكَرِيمِ، يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (بخاری: ۳۳۸۲)۔

قرآن نے اولادِ نرینہ کی نفی ختم نبوت کے حوالے سے کر دی ہے۔ اب اس حدیث کو سمجھنا کیا مشکل رہ گیا؟ اس حدیث میں بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بالغ ہو کر نبی بن جانے کو ختم نبوت کے منافی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ تصریح فرماتے ہیں کہ: لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ وَصَارَ نَبِيًّا لَرِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَبِيًّا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی اگر حضرت سیدنا ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کے ہو کر نبی بن جاتے تو لازم ہوتا کہ ہمارے نبی خاتم النبیین نہ رہیں (الموضوعات الکبیر صفحہ ۹۹)۔

واضح ہو گیا کہ جس طرح لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمْرُ خْتَمِ نَبُوتِی کی دلیل ہے بالکل اسی طرح لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے اور ہماری دلیل کو قادیانی اپنی دلیل بنائے پھرتے ہیں۔

سادساً سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ کے الفاظ قابل غور ہیں۔ لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ میں ایک مفروضہ بیان ہوا ہے مگر اس کی وضاحت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے آخر الانبیاء کی تصریح موجود ہے، یہ کوئی مفروضہ نہیں۔ خاتم کا معنی بیان کرتے وقت قادیانیوں نے جتنی چکر بازیاں کی ہیں صحابی نے آخر کا لفظ بول کر سب کچھ دھو کر رکھ دیا۔ تصریحات اور قطعیات کے مقابلے پر شبہات اور ظنیات کا سہارا لینا عیسائیوں کی بھی پرانی عادت ہے بلکہ ہر باطل طبقے کا یہی طرز استدلال ہوا کرتا ہے۔

سابعاً یہ ساری بحث اس صورت میں ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے، لیکن اس حدیث کے بارے میں علماء نے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور سراسر باطل ہے۔ امام المحدثین، والصفویاء الملہمسین حضرت امام نووی قدس سرہ فرماتے ہیں: وَأَمَّا مَا زُوِيَ عَنْ بَعْضِ الْمُتَقَلِّدِينَ: لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ نَبِيًّا، فَباطِلٌ وَجَسَارَةٌ عَلَى الْكَلَامِ فِي الْمُغَيَّبَاتِ، وَمُجَازَفَةٌ، وَهَجُومٌ عَلَى عَظِيمٍ مِنَ التَّوَلَّاتِ، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ یعنی وہ جو کسی محقق سے روایت کیا گیا ہے کہ لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ نَبِيًّا، تو یہ باطل ہے اور غیبی امور کے معاملے میں جسارت ہے، اور بغیر سوچے سمجھے ایک بے نگی بات ہے، اور ایک نہایت بلند درجہ کی پھسلن ہے (تہذیب الاسماء والصفات جلد ۱ صفحہ ۱۴۰)۔

امام نووی کے ان الفاظ پر غور کیجیے، کس قدر جاندار الفاظ کے ساتھ اور مکمل اعتماد کے ساتھ اس حدیث کے ثبوت کا انکار فرما رہے ہیں۔ یہی الفاظ کئی دوسرے محدثین نے بھی نقل کر کے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

قادیانیوں کا ساتواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا بَنِي آدَمَ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلُ الْآيَةِ ابْنِ آدَمَ جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے رسول آئیں (الاعراف: ۳۵)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک نسلِ آدم باقی ہے سلسلہ انبیاء جاری رہے گا۔

جواب: اس طرح تو صاحب کتاب انبیاء کا سلسلہ بھی ماننا پڑے گا جو آپ کے اپنے موقف کے ہی خلاف ہے۔ اس آیت میں رسل کا لفظ ہے جو اسی بات کی تائید کرے گا اور دوسری جگہ فَمَا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي هَدَى (البقرة: ۳۸) میں ہُدَى کا لفظ نئی کتاب کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے۔ اب آپ خود بھی اسی آیت میں پھنس گئے۔

ثانیاً صحیح صورت حال یہ ہے کہ آپ نے یہ آیت سیاق و سباق سے کاٹ کر بیان کی ہے۔ یہ سورۃ اعراف کی آیت ہے جس کے شروع میں ہی سیدنا آدم علیہ السلام کا قصہ موجود ہے۔ دیکھو سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۱ سے لے کر ۲۵ تک یہی قصہ موجود ہے اور اس سے فوراً بعد والی آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا: يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ۔ پھر چلتے چلتے آیت نمبر ۳۱ میں فرمایا: يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ پھر چلتے چلتے آیت نمبر ۳۵ میں فرمایا: يَا بَنِي آدَمَ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ۔ یہ ہے وہ آیت جسے آپ نے سابقہ پوری صورت حال سے نکال کر غلط مفہوم پہنا دیا۔ صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ یہ خطاب سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ نزول کے اعتبار سے ہے جبکہ بعد اس دنیا میں بے شمار رسولوں نے آتا تھا اور کتابوں نے اترنا تھا۔ اور قادیانیوں نے قرآنی مضمون کی طوالت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

ثالثاً انکی وضاحت تفسیر ابن جریر طبری کی اس روایت میں بھی موجود ہے۔ امام طبری علیہ الرحمہ اپنی مکمل سند کیساتھ ابوسیار سلمیٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ: إِنْ أَلَلَّ اللَّهُ جَعَلَ آدَمَ وَ ذُرِّيَّتَهُ فِي كَفٍّ فَقَالَ: يَا بَنِي آدَمَ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم اور انکی اولاد کو اپنے دست قدرت پر رکھ کر یہ خطاب فرمایا تھا (ابن جریر جلد ۵ جزء دوم صفحہ ۱۹۵، حدیث نمبر: ۱۱۳۱۲)۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے بعد جدید سے جدید ہدایت کا سلسلہ جاری رہا: إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ (البقرة: ۳۸)۔ اور وقتاً فوقتاً رسول علیہم السلام بھی تشریف لاتے رہے: إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ (سورۃ اعراف: ۳۵)۔ بالا خرہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اور قرآن مجید کا نزول ہوا اور آیت خاتم النبیین (احزاب: ۴۰) کے ذریعے سلسلہ انبیاء کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا، بات ختم۔

رابعاً ہم آپ کو نہایت سنجیدگی سے قرآن پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں، دیکھیے! قرآن شریف میں کسی بھی جگہ مَا آتَاهَا النَّاسُ یا پھر کسی بھی جگہ مَا آتَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے خطاب

کے بعد انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کا ذکر نہیں ملے گا۔ صرف يَا بَنِي آدَمَ کے بعد یہ الفاظ موجود ہیں، جس سے دو پہر کے سورج کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ یہ خطاب محبوب کریم ﷺ کے زمانے یا اسکے بعد کے زمانے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ابتدائے آدمیت کے اعتبار سے وارد ہوا ہے۔

قادیانیوں کا آٹھواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَلَلَّهُ يَضْطَلِّي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ یعنی اللہ جن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسولوں کو اور انسانوں میں سے (الحج: ۷۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک انسانوں میں سے رسول بھیجتا رہے گا۔

جواب: قادیانیوں نے پھر اپنے لیے مصیبت بنالی۔ اس لیے کہ ان کے اس استدلال سے صاحب کتاب رسولوں کا بھی قیامت تک آتے رہنا ثابت ہو جائے گا اور ختم نبوت کے خلاف جو بھانک کھلے گا اس میں سے صرف مرزا قادیانی ہی نہیں گزر پائیں گے بلکہ ان گنت صاحب کتاب انبیاء کا سلسلہ بھی نہیں رک سکے گا۔

ثانیاً آیت کا شان نزول یہ ہے کہ: ولید بن مغیرہ منافق نے کہا تھا: اَللَّهِ عَلَيَّ الذِّكْرُ مِنْ بَنِي آدَمَ (ص: ۸) یعنی ہم اتنے سارے لوگوں میں سے اسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہی قرآن کیوں اتر رہا ہے؟ کفار کا خیال یہ بھی تھا کہ کوئی بشر رسول نہیں ہو سکتا۔ اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول فرشتے بھی ہو سکتے ہیں اور انسان بھی۔ اور رسولوں کو چنانچہ لوگوں کا کام نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلے ہیں۔ آیت کے اگلے الفاظ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ میں اسی طرف اشارہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَلَلَّهُ أَغْلَمَ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ (انعام: ۱۱۳)۔ تفصیل کے لیے دیکھو (ابن جریر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۰، قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۹۰، بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۳۳، البحر المحیط جلد ۶ صفحہ ۴۷، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۵ وغیرہ)۔ واضح ہو گیا کہ اس آیت کا تعلق نبوت کے انتخاب سے ہے نہ کہ اجراء ہے۔

ثالثاً بالفرض اس آیت میں سلسلہ انبیاء کا ذکر ہو بھی تو آیت ختم نبوت کے ذریعے اس سلسلے کا اختتام ثابت ہو جانے کے بعد اس سے استدلال باطل ٹھہرا۔

قادیانیوں کا نوواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ (آل

عمران: ۸۱)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا۔ یہ وعدہ مرزا قادیانی کے بارے میں تھا۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ وعدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تھا تو ہم دوسری آیت دکھاتے ہیں جس میں تصریح موجود ہے کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی وعدہ لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا (احزاب: ۷)۔ یہ وعدہ مرزا قادیانی کے لیے لیا گیا تھا اور یہ وعدہ دینے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔

جواب: قرآن و سنت اور مفسرین و محدثین کے اقوال میں کہیں یہ تصریح نہیں ملتی کہ یہ وعدہ مرزا قادیانی سے متعلق تھا۔ تائیداً ابوجہل، مسیلہ کذاب، اسود غسی وغیرہ اگر یہی بات کرتے یا پھر آج کوئی بھی سر پھر افحش اٹھ کر یہ کہہ دے کہ یہ وعدہ میرے متعلق تھا، تو بتاؤ آپ اسے کیا جواب دو گے؟ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

ثالثاً ہم بتاتے ہیں کہ یہ وعدہ کس چیز سے متعلق تھا۔ اسی آیت سے اگلے الفاظ پڑھیے جنہیں آپ ہڑپ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَيْسَ السَّالِ الْمُصَادِقِينَ عَنْ صَلَاحِهِمْ (احزاب: ۸)۔ ہم نے یہ وعدہ اس لیے لیا تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کے سچ کے بارے میں پوچھے۔

ابھی بھی کوئی چکر چلانے کا شوق سوار ہو تو نہایت بنیادی تفسیر ابن جریر سے وضاحت لیجیے فرماتے ہیں: أَخَذْنَا مِنْ هَؤُلَاءِ الْأَنْبِيَاءِ مِيثَاقَهُمْ كَيْمًا أَسْأَلَ الْمُرْسَلِينَ عَمَّا أَجَابَتْهُمْ بِهِ أَمْرُهُمْ، وَمَا فَعَلَ قَوْمُهُمْ فِيمَا بَلَّغُوهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ مِنَ الرِّسَالَةِ، یعنی ہم نے ان تمام انبیاء سے وعدہ لیا تاکہ ہم رسولوں سے پوچھیں کہ انکی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا اور انکی قوم نے کیا رد عمل کیا انکے رب کی طرف سے تبلیغ کے معاملے میں (ابن جریر طبری جلد ۱۱ جزء ۲ صفحہ ۱۳۵)۔ یہی بات تمام مفسرین نے مختلف الفاظ میں لکھی ہے مثلاً بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳، قرطبی ۱۱۶/۱۳، بیضاوی ۲۲۰/۲، تفسیر کبیر ۱۵۹/۹، ابن کثیر ۶۳۶/۳ وغیرہ۔

راجعاً اس آیت نمبر کے بارے میں تمام مفسرین یہی لکھ رہے ہیں کہ: اَنْ يُصَدِّقَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا یعنی تمام انبیاء سے وعدہ لیا گیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں گے (ابن جریر

جلد ۱۱ جزء دوم صفحہ ۱۳۲، بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)۔

قرطبی کے الفاظ بڑے شفاف اور زبردست ہیں۔ فرماتے ہیں: اَيَّ أَخَذَ عَلَيْهِمْ اَنْ يُعْلِنُوا اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَ يُعْلِنُ مُحَمَّدًا اَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ یعنی اللہ نے تمام نبیوں سے وعدہ لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کریں اور ﷺ اس بات کا اعلان کریں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۶)۔ اس عبارت کو بار بار پڑھیے امام قرطبی نے منکرین کو رگڑ کر دکھ دیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ ہماری دلیل کو منکرین نے اپنی دلیل بنا رکھا ہے۔ خلاصاً خود محبوب کریم ﷺ سے اس اخذ ميثاق سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَ اٰخِرُهُمْ فِي الْبُعْثِ (ابن جریر حدیث ۲۱۶۰۹، بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳، دیلمی ۲۸۵۰۱، ابوالفیم جلد ۱ صفحہ ۶، ابن عدی جلد ۳ صفحہ ۳۷۲، قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۶، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۵، ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۳۳۸)۔ یہ ہے آیت میں نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے رکھنے کا سبب۔ واضح ہو گیا کہ قادیانی لوگ اپنے مرزا کی صداقت کی قسم پہلے ہی اٹھائے بیٹھے ہیں اور بعد میں قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو قرآن کو اپنے مخالف دیکھ کر خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ خطبہ کی انتہا یہ ہے کہ ختم نبوت کی دلیل کو اجرائے نبوت پر دلیل بنا لیتے ہیں۔

قادیانیوں کا دسواں سوال: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُونَ یعنی میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں، کیا تم میں عقل نہیں (یونس: ۱۶)۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اعلان نبوت سے پہلے اتنا عرصہ لوگوں میں ٹھہرے رہے، تم ان کا اس وقت کا کوئی عیب بیان کرو۔ اعلان نبوت کے بعد وہ کس طرح یکا یک برے آدمی بن گئے؟

جواب: آپ نے آیت کا دوسرا ٹکڑا پڑھا ہے، پہلا حصہ نہیں پڑھا، مکمل آیت پڑھو اور غور سے سمجھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلٰیكُمْ وَلَا اَقْرَأُكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُونَ (یونس: ۱۶) یعنی فرمادو اگر اللہ چاہتا تو میں قرآن کو تمہارے سامنے تلاوت نہ کرتا اور اللہ تمہیں اس کا علم نہ دیتا، تو میں نزول قرآن سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں کیا تمہیں عقل نہیں۔

مکمل آیت پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے کا ذکر ہے اور اُمی ہونے یعنی کسی انسان کا شاکر نہ ہونے کے باوجود اس قدر فصیح و بلیغ کلام پیش کرنے کو آپ کی نبوت کی دلیل بنایا گیا ہے۔

بات بڑی آسانی سے طے ہو گئی کہ چونکہ نبی کریم ﷺ نے کسی انسان سے نہیں پڑھا لہذا یہ آیت آپ ﷺ کے حق میں فٹ بیٹھتی ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے انسان سے پڑھا ہے بلکہ بہت سے اساتذہ سے پڑھا ہے لہذا یہ آیت قادیانی کے حق میں فٹ نہیں بیٹھتی۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا..... بعد اسکے جب میں سترہ اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا..... بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸، ۱۸۱)۔

مرزا قادیانی کے متعدد اساتذہ کا ذکر آپ ان کی اپنی زبانی پڑھ چکے ہیں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ مرزا قادیانی اپنے اساتذہ کو اپنا نوکر بھی سمجھتا تھا۔ مرزا اس مقدس ہستی کے منصب پر فائز ہونا چاہتا ہے جس کے بارے میں قرآن فرماتا ہے: **الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (الرحمن: ۲۰۱)** اور فرماتا ہے: **عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى (الجم: ۵)** اور فرماتا ہے: **وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء: ۱۱۳)** اور فرماتا ہے: **سَنَفِّرُ نَفْكَ فَلَا تَنْفَسِي (الاعلى: ۶)**۔

بخدا جب ہم قادیانیوں کے اس قسم کے لائینی سوالات کا جواب دینا پڑتا ہے تو وقت کے ضیاع کا احساس شدت سے دامن گیر ہوتا ہے مگر کیا کیجیے کہ عوام کے ایمان کو بچانے کی کوشش کرنا ہماری مجبوری ہے۔

مرزا قادیانی دوسرے مقام پر لکھتا ہے: میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے ان کا

مقولہ تھا کہ دواء کا علاج فقط قولاً اور قتری ہے۔ پہلے ائمہ اہل بیت کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہ کرام کو گالیاں دیتے رہنا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)۔

سر راہ ایک لطیفہ بھی پڑھ لیجیے! مرزا قادیانی لکھتا ہے: میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔ یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۹۴)۔

اطلاعیہ بھی عرض ہے کہ مرزا کا یہ بیان حلفی ہے، اور مرزا خود لکھتا ہے: **وَالْقَسَمُ يَذُلُّ عَلَى أَنْ الْخَبَرُ مَحْمُولٌ عَلَى الظَّاهِرِ لَا تَأْوِيلَ فِيهِ وَلَا اسْتِثْنَاءَ** یعنی قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس میں کوئی تاویل اور استثناء نہیں (حملۃ البشرى، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۹۲)۔

نیز آیت **قَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ** میں قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب کا ہمارے اُمی نبی ﷺ کی زبان پر جاری ہونا مذکور ہے اور فصاحت و بلاغت سیکھنے کے لیے ضروری نہیں کہ تورات، زبور اور قرآن کی استاد سے پڑھے جائیں بلکہ صرف، نحو اور بلاغت وغیرہ سے ہی فصاحت پیدا ہوتی ہے۔ مرزا نے اگر بالفرض قرآن و حدیث کسی سے نہیں پڑھے تو کیا ہوا؟ اس کا صرف، نحو اور فارسی اساتذہ سے پڑھنا اور پھر اعجاز کلمہ کف فصاحت کا چیلنج دینا اس کی صراحتاً تکذیب کر رہا ہے۔

ثانیاً ہم اس مسئلے کو مفسرین کی زبانی بھی واضح کرنا چاہتے ہیں تاکہ جموں کو اس کے انجام تک پہنچا کر چھوڑیں۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَالَعَ كِتَابًا وَلَا تَلَمَّذَ لِمُسْنَدٍ وَلَا تَعَلَّمَ مِنْ أَحَدٍ** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا تھا، کسی استاد کی شاگردی اختیار نہیں کی تھی اور کسی ایک انسان سے بھی علم حاصل نہیں کیا تھا (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)۔

علامہ ابو حیان اندلسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: **زَجُلْتُ أُمِّي لَمْ يَتَعَلَّمْ وَلَمْ يَسْتَمِعْ وَلَمْ يُشَاهِدِ الْعُلَمَاءَ سَاعَةً مِنْ غَمْرِهِ** یعنی امی ہستی۔ جنہوں نے کسی سے نہیں پڑھا اور کسی سے نہیں سنا اور اپنی عمر میں ایک لمحہ بھی علماء کی محفل میں نہیں گزارا (البحر المحیط جلد ۵ صفحہ ۷۷)۔

اس کے برعکس مرزا قادیانی سے یہ ساری شاگردیاں اور صحبتیں ثابت ہیں۔ اگر کسی قادیانی میں معمولی سی بھی انصاف کی رمت ہے تو ہم امید رکھتے ہیں کہ یہ ایمان افروز بیانات پڑھ کر ضرور لرز جائے گا اور قادیانیت سے تائب ہو کر دارِ اسلام میں داخل ہو جائے گا۔

حاجا حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ شریف میں ایک عمر گزارنا کس انداز سے تھا اور اس کے برعکس مرزا قادیانی کا عمر گزارنا کس انداز سے ہے۔ فرق ملاحظہ کیجیے!

چنبست خاک را با عالم پاک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ کے لوگ صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی بھی معروف تھی اور آپ کا کردار بھی ہر کسی کے لیے سراپا اعتماد تھا۔ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ: وَقَدْ بَلَغَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ أَزْيَجِينَ مَنَّةً تَطْلُبُونَ عَلَى أَحْوَالِهِ وَلَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَسْرَارِهِ یعنی میرا نبی تمہارے درمیان چالیس سال کی عمر تک پہنچا ہے، تم اس کے احوال پر مطلع ہو اور اس کا کوئی راز تم پر مخفی نہیں (البحر المحیط جلد ۵ صفحہ ۱۷۷)۔ گناہوا عَالِمِينَ بِأَحْوَالِهِ یعنی وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے آگاہ تھے (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)۔

اب دوسری طرف مرزا قادیانی کا حال اس کی اپنی زبانی ملاحظہ کریں لکھتا ہے:

اس بات کو عرصہ قریباً میں برس کا گزر چکا ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا، یہ الہام ہوا: أَنْتَ وَجِيهَةٌ فِي حَضْرَتِي أَخْتَرْتُكَ لِنَفْسِي أَنْتَ مِنِّي بِخَيْرٍ لِي دَوِّجِدِي وَتَقْرِيْدِي فَحَانَ أَنْ تُعَانَ وَتَعْرِفَ بَيْنَ النَّاسِ یعنی تو میری نگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لیے چنا، تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت آ گیا ہے کہ تو پہچانا جائے اور لوگوں میں عزت کے ساتھ مشہور کیا جائے (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۴)۔

مرزا قادیانی کی مذکورہ بالا عبارت کو غور سے دوبارہ پڑھیے۔ ایک ایک جملے پر توجہ دیجیے! مرزا قادیانی کو دعوائے نبوت کے زمانے اور مذکورہ بالا الہام ہو جانے تک کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس الہام کے بعد ان کے پچھانے جانے اور مشہور ہونے کا وقت آیا۔ ایسے شخص کا اپنے حق میں قَدْ

لَبِثْتُ فِيكُمْ غُمُراً پڑھنا پاگل پن ہے کہ نہیں؟ مرزا کے اس الہام میں پائے جانے والے کفریات ایک علیحدہ بحث ہے۔

راہِ ناجب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے اپنی سابقہ عمر اور سیرت و کردار کو اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یکا یک کفار کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بقی ہوئی عمر اور معروف کردار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کر کے کفار کو حیران کر دیا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص یہی دلیل اپنے حق میں پیش کرتا ہے تو اس کی یہ حرکت لامحالہ منصوبہ بندی اور سرقہ یعنی چوری کہلائے گی۔

خامسا مرزا قادیانی خود اعتراف کرتے ہیں کہ دعوائے نبوت سے پہلے انگریز کے ملازم رہے، ان کا وقت بے ہودگی میں گزرا اور ان کا باپ ان سے ناراض رہا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

میرے والد صاحب اپنے بعض آباء و اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بے ہودہ جھگڑوں میں ضائع کیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگادیا میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۲)۔

قادیانی کی اس تحریر پر غور کیجیے۔ یقیناً جناب نے ابھی بچا کر ہی لکھا ہوگا۔ جب اعتراف اس حد تک جا پہنچا ہے کہ انگریز کی نوکری، بے ہودہ کاموں میں بہت سے وقت کا ضائع ہونا اور والد صاحب کی اکثر ناراضگی مان لی گئی تو حقیقت حال اس سے کتنی آگے ہوگی؟ اور اب ایسے شخص کا مدعی نبوت ہونا کس قدر ظلم ہے اور پھر قَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ غُمُراً سے اس کا اپنی نبوت پر استدلال کس قدر ستم بالائے ستم اور مضحکہ خیز ہے؟

سادسا اگر اس آیت سے مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال درست ہے تو پھر وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (س: ۶۹) سے استدلال کرتے ہوئے ہم بھی مرزا قادیانی کو انکی شاعری کی وجہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہیں۔ اگر شاعری کرنا نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق نہیں تو

پھر مرزا قادیانی کے اپنے اصول کے مطابق مرزا کی شاعری اسے جھوٹا ثابت کر رہی ہے۔ یاد رکھو! نبی ہمیشہ خوبصورت ہوتا ہے جبکہ مرزا اس نعت سے عاری ہے، نبی شاعر نہیں ہوتا جبکہ مرزا شاعر ہے، نبی کا کوئی استاد نہیں ہوتا جبکہ مرزا کے کئی استاد ہیں، نبی متضاد نہیں بولتا جبکہ مرزا کی تضاد بیانیات کثیر التعداد ہیں، نبی فحش گو نہیں ہوتا جبکہ مرزا کی کتابیں گالیوں سے لبریز ہیں۔

قادیانیوں کا گیارہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ یعنی اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ دیتے (الحاقہ: ۳۶ تا ۳۳)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جھوٹے نبی کی رگ گردی کاٹ دی جاتی ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کی رگ گردن نہیں کاٹی گئی لہذا ان کا سچا نبی ہونا ثابت ہوا۔

جواب: اس آیت میں یہ قاعدہ مذکور نہیں جسے آپ نے کھینچ نکالا ہے۔ اس آیت کو دوبارہ غور سے پڑھیں، فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ہمارا یہ محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی جھوٹی بات گھڑ کے ہماری طرف منسوب کرے تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ دیں۔

گویا اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی بات ہو رہی ہے۔ پھر آپ ﷺ کے دعوائے نبوت کی صداقت یا عدم صداقت کی بات بھی نہیں ہو رہی ہے بلکہ سچی نبوت کا اعلان کر چکنے کے بعد نزول قرآن کے دوران اپنی طرف سے کوئی آیت گھڑ کر قرآن میں داخل کرنے کی بات ہو رہی ہے۔

اب بھی یقین نہ آئے تو اس سے فوراً پہلے والی آیت پڑھ لیں: تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الحاقہ: ۳۳)۔ یعنی یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اب نہ صرف تسلی ہوگئی بلکہ قادیانیوں کی خیانت اور قرآن میں قطع و برید بھی ثابت ہوگئی۔

ثانیاً قادیانی سوال میں اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین کا ہے۔ اپنے پیشوا کے اس ترجمے کو دوبارہ دیکھو! لکھتا ہے: ”اگر یہ شخص“ مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر لکھتا ہے: ”ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا“ مراد اپنی طرف سے

کوئی ایک آیت گھڑنا ہے نہ کہ اعلان نبوت۔

ثالثاً اگر جھوٹا اعلان نبوت کرنے والے کی رگ گردن کٹنا ضروری ہوتا تو آج تک کے تمام مدعیان کا ذبیحہ کی رگ گردن کٹ چکی ہوتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسیلہ کذاب سے لے کر بہاء اللہ ایرانی تک کسی کی رگ گردن نہیں کٹی۔ اور اگر آپ رگ گردن کٹنے سے قتل ہونا مراد لیں تو ہم عرض کریں گے کہ بہاء اللہ قتل بھی نہیں ہوا بلکہ طبعی موت مرا اور اسکی امت کہلانے والے اب بھی دنیا میں بلکہ پاکستان میں بھی موجود ہیں۔ انہیں بہائی فرقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ ان سب مدعیان نبوت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ۲۳ سال کی مہلت نہیں ملی۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ بہاء اللہ دعوائے نبوت کے بعد تیس سال زندہ رہا۔

بہاء اللہ نے ۱۸۶۳ء میں نبوت کا اعلان کیا اور ۱۸۹۲ء میں بخار کے نتیجے میں طبعی موت کا شکار ہوا (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۳۶، صفحہ ۵۸)۔ یہ پورے تیس سال بنتے ہیں۔

دوسری طرف خود مرزا قادیانی کا حال بھی دیکھنا ہوگا۔ ۲۳ سال کی مہلت اسے خود نہیں ملی۔ مرزا نے ۱۸۹۱ء میں پہلا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں بیٹے کے نتیجے میں چل بسا۔ یہ کل سترہ اشعار سال بنتے ہیں۔ جبکہ اسکے نبوت کے دعویٰ کے بارے میں بھی اسکی امت میں اختلاف ہے۔ لاہوری فرقہ نبی نہیں مانتا بلکہ محض مجدد مانتا ہے اور قادیانی گروپ مرزا کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ یہ اختلاف مرزا کے اپنے متضاد بیانات کی وجہ سے گھڑا ہوا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آسمانی فیصلے صفحہ ۳، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۱۳)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۶)۔

مرزا قادیانی نے یہ رسالہ ”ایک غلطی کا ازالہ“ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء میں لکھا اس رسالہ کے آخر میں یہی تاریخ چھپی ہوئی موجود ہے۔ تصریح دستیاب ہوگئی کہ ۱۹۰۱ء تک ابھی مرزا کے نبوت کا

دعویٰ دہار ہونے اور نہ ہونے کے جھگڑے چل رہے تھے کہ جلد ہی ۱۹۰۸ء کا سال جان لیوا ثابت ہوا اور مرزا کی رگ گردن کٹ گئی۔

قادیانیوں کا بار ہوا سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ، اَلِیْ قَوْلِهِ تَعَالٰی وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (جمہ: ۳۰: ۳)۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر ہے اولاً فی الْأُمِّيِّینَ اور ثانیاً وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ اور یہی دوسری بعثت مرزا صاحب کی صورت میں ہوئی۔

جواب: اس آیت کا سیدھا سیدھا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کا دائرہ قیامت تک وسیع ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات بھی اس دور سے لے کر قیامت تک کو محیط ہیں۔

معروف درسی کتاب بیضاوی میں یہی تفسیر ملاحظہ کریں جو امام بیضاوی علیہ الرحمہ نے چند لفظوں میں بتا دی ہے۔ لکھتے ہیں:

(وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ) عَطَفَ عَلَى الْأُمِّيِّینَ، أَوِ الْمَنْصُوبِ فِي يَلْعَلُهُمْ وَهُمْ الْبَلَدِیْنَ جَاءَ وَابْعَثَ الصَّحَابَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّیْنِ، فَإِنْ دَعَوْتَهُ وَتَعْلِيمُهُ يَوْمَ الْجَمِيعِ لَعْنِ آخَرِیْنَ كَعَطَفَ الْبَيْنِ بِرَہِ اس لیے مجرور ہے، یا پھر یَعْلَمُهُمْ میں ہُم کی ضمیر پر اس کا عطف ہے اور اس صورت میں یہ منصوب ہے۔ آخرین میں مراد وہ امت ہے جو صحابہ کے بعد قیامت تک ہو گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا دائرہ بھی سب تک وسیع ہے اور تعلیم کا دائرہ بھی سب تک وسیع ہے (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)۔

آیت کے الفاظ اور اس کی اس تفسیر کو بار بار سمجھ لیں اور اسکے بعد مرزا قادیانی کے مذکورہ استدلال کو سمجھیں، انشاء اللہ آپ کو بھی آجائے گی کہ شیطان نے کس طرح قرآن میں بگاڑ پیدا کرنے کیلئے مرزا قادیانی کو ریک حملے کھائے اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ وَخُونٌ إِلَىٰ اَوْلِيَآءِهِ هُمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ۔

آیت کے اسی مفہوم کو مختلف مفسرین نے نہایت خوبصورت انداز میں پیش فرمایا ہے مثلاً علامہ ابو حیان اندلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَسْنَدَ تَعْلِيمِهِمُ الْآخَرِیْنَ اِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَسْجَاۤءَ اَلَمَّا تَنَاسَقَ التَّعْلِيْمُ اِلَىٰ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَتَلَا بَعْضُهُمْ بَعْضًا یعنی بعد والوں کی تعلیم کو بھی

آپ ﷺ کی طرف مجازاً منسوب کیا اس لیے کہ اسی تعلیم کا آخری زمانے تک تسلسل رہے گا اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے جائیں گے (المحر الحلیط جلد ۸ صفحہ ۳۷)۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَيُّ يُعَلِّمُهُمْ، وَيُعَلِّمُ الْآخَرِیْنَ مِنْهُمْ، اَيُّ مِنَ الْأُمِّيِّیْنَ، وَجَعَلَهُمْ مِنْهُمْ لَا نُهُمْ اِذَا اَسْلَمُوا صَارُوا مِنْهُمْ یعنی انہیں تعلیم دیتا ہے اور ان میں سے آخرین کو بھی تعلیم دیتا ہے۔ بعد والوں کو امیوں میں اس لیے قرار دیا ہے کہ جب بعد والے مسلمان ہو جائیں گے تو انہی میں شمار ہوں گے (تفسیر کبیر ۱۰/۵۳۹)۔

تقریباً یہی بات بغوی جلد ۴ صفحہ ۳۸۷ پر بھی ہے۔ امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: لِأَنَّ التَّعْلِيْمَ اِذَا تَنَاسَقَ اِلَىٰ اٰخِرِ الزَّمَانِ كَانَ كُلُّهُ مُسْنَدًا اِلَىٰ اَوَّلِهِ یعنی اس لیے کہ جب آپ کی تعلیم کا تسلسل آخری زمانے تک جاری رہا تو سب کی نسبت ابتداء کی طرف ہو گئی (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۸۲)۔

امام آلوسی علیہ الرحمہ کے ایمان افروز الفاظ سنئے!

اِشَارَةٌ اِلَىٰ عَدَمِ اِنْقِطَاعِ فَيْضِهِ ﷺ عَنْ اَمَّتِهِ اِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَدْ قَالُوا بِعَدَمِ اِنْقِطَاعِ فَيْضِ الْوَلِيِّ اَيْضًا بَعْدَ اِنْقَالِهِ مِنْ دَارِ الْكَفَاةِ وَالْفَنَاءِ اِلَىٰ دَارِ التَّجَرُّدِ وَالبَقَاءِ یعنی اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کا فیض قیامت تک اس امت سے منقطع نہیں ہوگا اور علماء نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ولی بھی جب دار الفناء سے دار البقاء کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس کا فیض بھی منقطع نہیں ہوتا (روح المعانی جلد ۱۴ صفحہ ۴۰)۔

ثانیاً یہی وہ ایمان افروز آیت ہے جس نے منکرین حدیث کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اور اس آیت سے حدیث کی حجیت اور ضرورت قیامت تک کے لیے جاری و ساری ثابت ہے اور بلا شبہ منکرین حدیث اور نجیری لوگ اسی راستے سے ہوتے ہوئے قادیانیت تک پہنچتے ہیں۔ یعنی پہلا قدم وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ سے ثابت ہونے والی حجیت حدیث کا انکار اور دوسرا قدم آخَرِیْنَ مِنْهُمْ سے مراد نبی بعثت و نبی رسالت۔

رابعاً آخرین کا دور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے اور اگر آخرین کے لیے نبی بعثت مانی جائے تو ہر دور کے آخرین کے لیے قیامت تک بار بار بعثت ماننا پڑے گی اور

قادیانی اس تسلسل سے جان نہیں چھڑا سکیں گے۔ آخر کس اصول سے صرف تیرہ سو سال بعد مرزا قادیانی کی صورت میں اس بحث کو تسلیم کیا جائے اور باقی صدیوں اور نسلوں کو کیسے محروم رکھا جائے؟
خمساً بعد والی بحث سے پہلی بحث کا نسخ لازم آئے گا۔ اس لیے کہ تعلیمات کی موجودگی میں نئی بحث کی ضرورت نہیں اور اگر نئی بحث ضروری ہے تو پھر سابقہ تعلیمات کا کیا پتا؟ ہمیں سے لا جواب ہو کر قادیانیوں کا لاہوری گرد پ مرزا قادیانی کو بخش محمد ماننے لگا۔

سادہ سادہ مرفوع میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ: **فِيكُمْ كِتَابُ اللَّهِ يَتَعَلَّمُهُ الْأَسْوَدُ وَالْأَخْمَرُ وَالْأَبْيَضُ** یعنی تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جسے کالے، گورے اور سفید سب پڑھیں گے (مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۹۳۱)۔ قادیانی اصول کے مطابق لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کالے کی طرف دوسری مرتبہ گورے کی طرف تیسری مرتبہ سفید کی طرف مبعوث ہوں۔ ایک حدیث میں اس طرح بھی ہے: **بُعِثْتُ إِلَى الْأَخْمَرِ وَالْأَسْوَدِ** یعنی میں سرخ اور سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۱۰)۔

سابقہ آیت میں بار بار بحث کا ذکر نہیں بلکہ مبعوث ہونے والے محبوب کا تعلق مختلف زمانے کے لوگوں کے ساتھ رسول کا ہے، یوں کہو کہ تعدد نفس فعل میں نہیں بلکہ اسکے عمل اور متعلق میں ہے۔
ہمنا یہ آیت: **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** (اعراف: ۱۵۸) کی طرح ہے اور اسی کا عکس حدیث شریف **أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَمَا فَعَلَ** (مسلم: ۱۱۶۷) میں ہے۔ قادیانی قاعدے کے مطابق ہر انسان کی طرف اور ہر نوع مخلوق کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث جدا ماننا پڑے گی۔ حالانکہ اس قسم کی آیات اور احادیث ختم نبوت کی دلیل ہیں اور قادیانی لوگ ہماری دلیل کو اپنی دلیل بنا رہے ہیں۔

تبعاً اگر بفرض محال مرزا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث ثانیہ ہو تو پھر لازم آئے گا کہ مرزا صاحب شریعت ہو، رحمۃ العالمین ہو اور خاتم النبیین ہو، چلیے اور کچھ نہیں تو مرزا کم از کم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حافظ قرآن ہی ہوتا۔ اور واضح رہے کہ مرزا قادیانی حافظ قرآن نہیں تھا۔ اور اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ مرزا نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ بھی کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ! اس چہ بواجبی است

عاشرا حدیث شریف میں ہے کہ: **عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ وَآخِرُهَا مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ [مسلم حدیث رقم: ۶۴۹۸، بخاری حدیث رقم: ۴۸۹۷، ترمذی حدیث رقم: ۳۹۳۳]۔**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی **وَآخِرُهَا مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ** یعنی ”بعد میں آنے والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے“۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے کوئی توجہ نہ فرمائی حتیٰ کہ میں نے تین بار سوال دوہرایا۔ ہم میں سلمان فارسی بھی تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک سلمان پر رکھا۔ فرمایا: اگر ایمان ثریا پر بھی موجود ہوگا تو ان فارسیوں میں سے ایک شخص وہاں بھی پہنچ جائے گا۔

اس حدیث میں **وَآخِرُهَا مِنْهُمْ** سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد والے تمام لوگ ہیں **وَهُمْ بَعْدَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ**، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کرنے سے مراد اعاجم کی جنس ہے اس لیے کہ آخرین کا لفظ عرب کے امیوں کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے (کذا فی المرقاة جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۳) اور حدیث میں کوئی نیا مبعوث نہیں بتایا جا رہا بلکہ مبعوث الہم بتائے جا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ حدیث میں **رَجُلٌ أَوْ رِجَالٌ** کے الفاظ ہیں جب کہ بخاری حدیث نمبر ۳۸۹۸، مسلم حدیث نمبر ۶۳۹۸ میں صرف رجال کی تصریح موجود ہے اور ابو نعیم کی حدیث میں یہ زیادت بھی ہے کہ: **يَتَّبِعُونَ سُنَّتِي وَيُكَيِّفُونَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ** اور ابو نعیم کی دوسری حدیث میں **يُوقِفُهُ قُلُوبُهُمْ** کے الفاظ زائد ہیں (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۷۵۵)۔

دوسری حدیث میں ہے کہ: **عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ كَأَنِّي أَنْزَعُ أَرْضًا وَرَدَّتْ عَلَيَّ غَنَمٌ سَوْدٌ وَغَنَمٌ غَفَرٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذُنُوبًا أَوْ ذُنُوبَيْنِ وَفِيهِمَا ضَعْفٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَنَزَعَ فَاسْتَحَالَتْ**

عَرَبْنَا فَلَمَّا الْخَوْضَ وَازْدَوَى الْوَارِدَةَ فَلَمْ أَرْ عَبْقَرِيًّا أَحْمَنَ نَزَعًا مِنْ عَمَرَ فَأَوْثَ أَنْ
السُّودَ الْعَرَبَ وَأَنَّ الْغَفَرَ الْعَجَمَ یعنی حضرت ابوطیفلؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا میں خواب میں دیکھا کہ میں کنویں میں سے پانی نکال رہا ہوں اور اس پانی پر کالی اور خاکی
رنگ کی بکریاں آگئیں، میرے بعد ابوبکر آئے اور ایک دو ڈول نکالے اور اس کے پانی نکالنے میں
ضعف تھا اللہ اس کی مغفرت کرے، پھر عمر آئے اور اس قدر زور سے پانی نکالا کہ حوض کو بھر ڈالا اور
آنے والی بکریوں کو سیراب کر دیا، میں نے کسی سردار کو اس قدر اچھے طریقے سے پانی نکالنے نہیں
دیکھا، میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ کالی بکریوں سے مراد عربی ہیں اور خاکی رنگ کی بکریوں سے مراد
عجمی لوگ ہیں (مسند احمد حدیث نمبر ۲۳۸۶۳، ابویعلیٰ: ۹۰۵)۔

اور یہ حدیث بنیادی طور پر بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے (بخاری حدیث: ۳۶۳۳،
مسلم حدیث: ۶۱۹۷)۔ اور اس حدیث میں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا
عرب اور عجم کی ساری امت کو سیراب کرنا مذکور ہے مگر کیا مجال کہ انہوں نے خود کو حضور کی بشت ثانیہ
قرار دیا ہو۔ یا کسی نے عجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشت ثانیہ لی ہو!

تیسری حدیث میں ہے کہ: إِنَّ مِنْ أَصْلَابِ أَصْلَابِ رِجَالٍ مِنْ
أَصْحَابِي رِجَالًا وَنِسَاءً مِنْ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ قَرَأَ وَآخَرِينَ
مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ یعنی میرے صحابہ کی اولادوں کی اولادوں میں سے مراد اور
عورتیں ایسے ہوں گے جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے یہ آیت پڑھی وَ آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (ابن ابی حاتم / اخرجه الطبرانی کما فی مجمع
الروائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۹، ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۹۷)۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنْ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَنْفَقُهُونَ فِي
الْيَمِينِ، فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا [ترمذی حدیث رقم: ۲۶۵۰، ابن ماجہ
حدیث رقم: ۲۴۹۹]۔ الْحَدِيثُ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک

لوگ تمہارے تابع ہوں گے۔ لوگ تمہارے پاس زمین کے کونے کونے سے دین کی فقہ حاصل
کرنے کے لیے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اچھی تربیت دینا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اللہ کریم کے ارشاد: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان
۷۳:۷۴) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: اِنَّمَا نَقْصِدُ بِمَنْ قَبْلَنَا وَيَقْعِدُ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا [بخاری
کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ]۔

ترجمہ: ہم ان کی پیروی کرتے ہیں جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور ہمارے بعد آنے والوں
نے ہماری پیروی کرنی ہے۔

بتائیے! آخرین سے مراد کون ہوئے؟ ہم قرآن کی تفسیر صاحب قرآن صلی اللہ علیہ
وسلم سے کیوں نہ سیکھیں؟ اور اس قدر صریح اور شفاف توضیحات سامنے آ جانے کے بعد کیوں نہ
مرزا قادیانی کو مسیلہ کذاب کی بشت ثانیہ تسلیم کریں؟

قادیانیوں کا تیر ہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: غَالِبُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ
أَحَدًا، إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ یعنی اللہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں کرتا
سوائے رسول کے جس پر راضی ہو (جن: ۲۶، ۲۷)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول
کے سوا کسی کو غیب نہیں بتاتا۔ چونکہ مرزا صاحب نے غیب کی پیش گوئیاں کی ہیں جو صحیح ثابت ہوئیں
لہذا ان کی بھی نبوت ثابت ہوئی۔

جواب: پیش گوئیوں کا سلسلہ دنیا بھر کے غیر مسلم ہندو، عیسائی، مجوسی، یہودی، سکھ سب کے ہاں
جاری و ساری ہے۔ آئے دن اخبارات میں خبریں آرہی ہیں کہ پاکستان میں یہ ہونے والا ہے اور
امریکہ میں وہ ہونے والا ہے، زلزلہ آ رہا ہے اور طوفان آ رہا ہے اور ان لوگوں کی متعدد تنگ بندیاں
صحیح بھی نکلتی ہیں۔ بے شمار مجوسی، جعفری اور بنگالی با بے بہت کچھ بتا دیتے ہیں۔ شریعت کو سمجھنے والوں
کے لیے یہ بات سمجھنا بالکل مشکل نہیں کہ ختم نبوت کے اعلان کے بعد کسی کی صحیح پیش گوئی کو اس کی
نبوت کی دلیل نہیں سمجھنا چاہیے۔

ثانیاً اگر یہ معیار درست ہے تو پھر مستقل اور صاحب کتاب نبوت کا اجراء بھی ثبات ہو

جائے گا۔

حالاً اب ہم مرزا کی پیش گوئیوں کی بھی تفتیش کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی واضح اور شفاف پیش گوئی کرنے کی بجائے ایک مبہم اور بند قسم کی پیش گوئی کر دیتا تھا اور بعد میں اسکے خلاف واقع ہو جانے کے بعد اپنے الفاظ میں تاویلیں شروع کر دیتا تھا۔ مثلاً آتھم عیسائی کے خلاف اس نے پوری کتاب لکھی ”انجام آتھم“ اور کہا کہ آتھم اتنے عرصے کے اندر اندر مر جائے گا۔ لیکن ہوا اس طرح کہ آتھم کو کچھ بھی نہ ہوا۔ مرزا نے تاویل کر کے یوں جان چھڑائی کہ: میں نے کہا تھا اگر آتھم نے توبہ نہ کی تو مر جائے گا۔ لیکن آتھم نے دل ہی دل میں توبہ کر لی ہے اس لیے نہیں مرا (انجام آتھم صفحہ ۱۳)۔

اس کے علاوہ مرزا کی کئی پیش گوئیاں ایسی ہیں جو بالکل ہی جھوٹی نکلیں۔ مثلاً مرزا نے کہا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا۔ مرزا نے لاکھ جتن کیے مگر محمدی بیگم رحمۃ اللہ علیہا نے انہیں دھککا دیا۔ اور مرزا جی اس بارے میں بھی تاویلیں کرتے کرتے چل بے۔

مرزا نے ثناء اللہ امرتسری کی موت کے لیے مدت مقرر کر دی۔ مگر مرزا خود ان سے پہلے مر گیا۔ کسی نے مرزا کی تاریخ موت خوب نکالی ہے:

یوں کہا کرتا تھا مر جائیں گے اور

اور تو زندہ رہے خود مر گیا

اس کے پیاروں کا ہوگا کیا علاج

کارا سے خود میجا مر گیا

(۵۱۳۲۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے کرنا اور سورج کو واپس لانا جیسے معجزات ثابت ہیں۔ مگر اس کے مقابلے پر مرزا کے مٹھکے خیر دعاوی آپ اس کتاب کے چوتھے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

رابعاً ایک پیش گوئی ایسی بھی ہے جو مرزا کے خلاف حضرت پیر مر علی شاہ صاحب گوڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی: حضرت پیر صاحب قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جواب سلام سے مشرف ہونا یہ نعت

قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی (سیف چشتیائی صفحہ ۱۰۸)۔

یہ پیش گوئی ۱۹۰۱ء میں کی گئی تھی اور مرزا قادیانی کی موت ۱۹۰۸ء میں واقع ہوئی۔ سات آٹھ سال کی مہلت کے باوجود اس پیش گوئی کو جھوٹا ثابت نہ کر سکا۔ جبکہ پیر صاحب نبی ہونے کے نہیں بلکہ نبی کا فقیر ہونے کے دعویدار تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔

قادیانیوں کا چودہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِآيَاتِنَا فَلَمَّا زَلَّمُوا فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا (غافر: ۳۳)۔

ترجمہ: اور یقیناً تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف نشانیاں لے کر آیا، وہ جو کچھ لے کر آیا تم اس میں شک ہی کرتے رہے حتیٰ کہ جب اس کی وفات ہو گئی تو تم نے کہا کہ اب اس کے بعد اللہ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر زمانے کے لوگ اپنے زمانے کے نبی کو آخری نبی مانتے رہے ہیں۔ مسلمان بھی اسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔

جواب: اس آیت کا تعلق سیدنا یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت سے ہے نہ کہ ہر زمانے سے۔ کم از کم آیت تو غور سے پڑھ لیں!

ثانیاً ان لوگوں کا لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا کہنا محض اپنے جذبات کی بناء پر تھا اور دلیل کے بغیر تھا۔ جب کہ ہمارے پاس ختم نبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں۔ دیکھو امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: إِنَّمَا حَكَمُوا بِهَذَا الْحُكْمِ عَلَى سَبِيلِ التَّشْهِي وَالْتَمَنِي مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ وَلَا بُرْهَانٍ یعنی ان لوگوں کا یہ فیصلہ دنیا محض نفسانی خواہش کی بناء پر تھا اور ان کے پاس کوئی حجت اور برہان نہیں تھی (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۵۱۳)۔

حالاً آیت میں لفظ رسول موجود ہے۔ تمہارا اپنا عقیدہ بھی یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی صاحب کتاب نبی نہیں آ سکتا۔ جو الزام آپ لوگوں نے ہم پر دیا ہے وہی الزام تم پر بھی آتا ہے۔

قادیانیوں کا پندرہواں سوال: نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فناء فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر غلطی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت کی چادر ہے۔ میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رو سے اور یہ نام بحیثیت فناء فی الرسول مجھے ملا ہے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴۳، مصنفہ مرزا قادیانی)۔

جواب: تعجب ہے کہ مرزا قادیانی صدیقی کھڑکی سے گزر کر نبی بن رہا ہے جب کہ خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی نہ بن سکے۔ معمولی سی سوچ اور انصاف رکھنے والے کے لیے اس ساری رام کہانی کا اتنا سا جواب ہی کافی ہے۔

ثانیاً کیا پوری امت میں مرزا کے علاوہ کوئی صدیق اور کوئی فناء فی الرسول نہیں گزرا؟ یہ سلسلہ تصدیق و نفاذ تو قیامت تک جاری و ساری ہے اور بلاشبہ ہر دور میں ان گنت صدیقین اور ان گنت فناء فی الرسول ہوئے ہیں اور بعض کو ایسی فناءیت بھی حاصل ہوئی ہے کہ ان کا سایہ بھی کم ہو گیا۔ پھر ان سب کے حق میں غلطی نبوت ثابت ہونے میں کونسا امر مانع ہے؟ قادیانیوں پر لازم ہے کہ مرزا کی واقعی نامعقول باتوں کو نامعقول تسلیم کر لیں۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے ایک نہایت ایمان افروز واقعہ ذکر کیا ہے کہ: ایک صحابی نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انکی زیارت کے لیے بے تاب ہوں۔ ام المومنین کے پاس ایک آئینہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ مبارک دیکھ کر تنگھی وغیرہ فرماتے تھے۔ انہوں نے وہ آئینہ اس صحابی کے سامنے رکھ دیا۔ صحابی نے دیکھا کہ آئینے میں انکی اپنی صورت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک نظر آ رہی ہے (ہجۃ النفوس شرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۹، روح المعانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۹)۔

اس کا مل فناءیت کے باوجود کیا مجال کہ صحابی نے کسی قسم کے دعویٰ یا لاف زنی کا ارتکاب کیا ہو: وَتَرَى الْمَجْنَانَ تَحْسَبُهَا جَمِيعَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل: ۸۸)۔

حال مرزا نے اس فناءیت کے علاوہ مسیحیت کا دعویٰ بھی دائر کر رکھا ہے اور انکا مسیحیت کا دعویٰ بھی مسیحی صفات اور کمالات کی بناء پر ہے۔ لہذا پہلے یہ فیصلہ کر لیجیے کہ مرزا قادیانی فناء فی الرسول

ہے یا فناء فی المسیح؟ اور کیا واقعی مرزا قادیانی فناءیت کے بعد کمالات محمدیہ اور کمالات مسیحیہ پر مکمل طور پر فائز ہو چکے تھے یا نہیں؟ اور کیا وہ واقعی چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا سکتے تھے؟ اور واقعی مردوں کو زندہ کر سکتے تھے؟ اور کیا اس بارے میں انکی عذر خواہی اور تاویلات قابل قبول ہیں یا نہیں۔

راجاً یہیں تک بس نہیں ابھی تو مرزا قادیانی مہدویت کے بھی مدعی ہیں جب کہ احادیث میں مسیح اور مہدی کے درمیان واضح ترین امتیازات اور علیحدہ علیحدہ علامات مذکور ہیں۔ آخر آپ کون کون سے پھڑے سے جان چھڑائیں گے؟

خامساً مرزا فناء فی الرسول ہونے کے حوالے سے نبوت کا مدعی ہے جب کہ دوسری طرف مہدویت کے حوالے سے اس کا نبی نہ ہونا لازم آتا ہے۔ گویا مرزا ایک وقت بزم خود نبی ہے بھی اور نہیں بھی۔ اس معے کا کیا حل؟

سادساً اس سوال میں مرزا کے یہ الفاظ قابل غور ہیں ”یہ نام بحیثیت فناء فی الرسول مجھے ملا ہے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا“

ذہین حضرات خدا را توجہ فرمائیں! اس جملے میں مرزا نے خاتم النبیین کا کونسا مفہوم تسلیم کیا ہے؟ بلاشبہ خاتم بمعنی آخری مان گئے ہیں۔ اگر یہی بات تھی تو پھر خاتم بمعنی آخری کے خلاف دلائل کے جھوٹے انبار لگانے کی کیا ضرورت تھی؟

خاتم بمعنی افضل ثابت کرنے کے چکر میں کیوں پڑے رہے؟ اور اَمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ يَرْزُقُونَ كَيْفَ تَصْطَفِي پر محنت کرنے کی کیا مجبوری تھی؟ اور جن سوالات کے جوابات ہم نے دیے ہیں ان پر ہمارا وقت ضائع کیوں کیا؟ سچ ہے کہ جھوٹا شخص اپنے ہی بیانات میں کسی نہ کسی طرح الجھ کر رہ جاتا ہے۔

سابعاً فناء فی الرسول ہونے سے باقاعدہ رسالت کا حصول لازم آئے تو پھر فناء فی اللہ ہونے سے الوہیت کا حصول لازم آنا چاہیے۔ یہ بھی واضح رہے کہ کسی وقتی کیفیت میں جلا اور مغلوب الحال ہونے کی وجہ سے کسی کے منہ سے انا الحق کا صادر ہونا تو واقع ہوا ہے لیکن رسالت کا دعویٰ کرنے کی جرأت کسی مجذوب نے بھی نہیں کی۔ ”با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار“ کے معروف جملے میں اسی ادب کی طرف اشارہ ہے۔

چنانہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: صد ہا ایسے لوگ گزرے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ تحقیق تھی اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۶)۔

سوال یہ ہے کہ پھر ان صد ہا لوگوں نے مرزا کی طرح نبوت کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟ مرزا کا دعوائے نبوت بوجہ فتائیت خالص کفر ہے، جب کہ اس کے علاوہ بھی دعوائے نبوت کے متعدد وجوہ مرزا سے صراحتاً ثابت ہیں جو سب کے سب کفر ہیں۔

قادیانیوں کا سولہواں سوال:- حضرت ابن قتیبہ اور ملا محمد طاہر گجراتی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول لا نَبِيَّ بَعْدِي کے منافی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ کہ ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے (مکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)۔

جواب:- یہ عبارت نقل کرنے میں آپ نے بددیانتی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ ملا طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل عربی عبارت اس طرح ہے:

عِيسَى اِنَّهُ يَقْتُلُ الْخَنَازِيرَ وَيُغَسِّسُ الصَّلِيبَ وَيَزِيدُ فِي الْخَلَالِ اَنْى يَزِيدُ فِي خَلَالِ نَفْسِهِ بِاَنْ يَتَزَوَّجَ وَيُولَدَ لَهُ وَكَانَ لَمْ يَتَزَوَّجْ قَبْلَ رَفْعِهِ اِلَى السَّمَاءِ فَوَازِدَ بَعْدَ الْهُبُوطِ فِي الْخَلَالِ فَيَحْبِثُ يَوْمَئِذٍ كُلُّ اَحَدٍ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لِلْيَقِينِ بِاَنَّهُ بَشَرٌ، وَ عَنْ عَائِشَةَ قَوْلُهَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَ هَذَا نَاطِرًا اِلَى نَزُولِ عِيسَى اِيعْنِي حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اپنے ذاتی حلال یعنی نکاح میں اضافہ کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی جب کہ آپ نے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے شادی نہیں کی تھی اور نیچے اترنے کے بعد اس حلال چیز کا اضافہ کریں گے، اب تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی بشریت کا یقین کریں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاتم الانبیاء کہو اور لا نبی بعدہ نہ کہو، یہ بات ام المومنین نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے (مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۵۰۲ عکملہ)۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ ساری صورت حال کیا تھی اور آپ نے اسے کیا بنا ڈالا؟ آپ نے نزول مسیح والی بات کو کیوں چھپایا؟ نیز عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانے سے پہلے نکاح نہ کرنا اور بعد میں آکر نکاح کرنا مرزا قادیانی کی مسیحیت کو باطل ثابت کر رہا ہے، آپ نے اس

بات کو کیوں چھپایا؟ بیٹنوا و تُوْخَلُوْا

قادیانیوں کا سترہواں سوال:- حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ: خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ ﷺ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو (الموضعات الکبیر صفحہ ۱۰۰)۔

جواب:- یہاں بھی آپ نے اپنی روایتی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔ موضوعات کبیر میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر یہ بات لکھی گئی ہے۔ آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے فوراً پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: كَعِيسَى وَالْخَضِرَ وَالْيَاسَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَلَا يَنْقِضُ قَوْلُهُ تَعَالَى خَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ خود لکھتے ہیں کہ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِأَلَا جَمَاعٍ یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۳)۔

اس عبارت پر غور کیجیے۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مطلق نبوت کا دعویٰ کرنے کی بات کر رہے ہیں اور اسے کفر قرار دے رہے ہیں اور اس کے کفر ہونے پر اجماع نقل کر رہے ہیں اور نبوت کی کوئی قسمیں بیان نہیں کر رہے جن میں سے کسی کا دعویٰ جائز اور کسی کا ناجائز ہو۔

ثانیاً حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث منزلت کی شرح میں لکھتے ہیں: لَا يَخْدُثُ بَعْدَهُ نَبِيٌّ لِأَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ السَّابِقِينَ، وَ فِيهِ إِيمَاءٌ إِلَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ لَكَانَ عَلَيْهِ، وَهُوَ لَا يَنْفَعُنِي مَا وَزَدَ فِي خَلْقِي عَمَرَ صَبِيحًا لِأَنَّ الْحُكْمَ قَدْ جُزِيَ وَ تَقْدِيرِي فَكَانَتْ قَالُ: لَوْ تَصَوَّرَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ جَمَاعَةً مِنْ أَصْحَابِي أَنْبِيَاءَ وَ لَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَ هَذَا مَعْنَى قَوْلِهِ ﷺ: لَوْ غَاشِ الْإِبْرَاهِيمُ لَكَانَ نَبِيًّا اِيعْنِي آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا حدوث نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ آپ سابقہ انبیاء کے خاتم ہیں، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت علی ہوتے، یہ بات حضرت عمر کے حق میں وارد ہونے والی تصریح کے خلاف نہیں، اس لیے کہ یہ حکم فرضی اور تقدیری ہے، گویا آپ فرما رہے ہیں کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی متصور ہوتا تو میرے صحابہ کی ایک جماعت نبی ہوتی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں،

یہی معنی ہے آپ ﷺ کے اس فرمان کا: اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۱)۔

سچ بتاؤ! ملا علی قاری نے تمہاری تحریف کے پرچے اڑا دیے کہ نہیں؟ بلکہ حضرت فاروق اعظم والی حدیث کی بھی وضاحت فرمادی اور لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ کو بھی واضح کر دیا۔ مزید سنے، لکھتے ہیں: لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ اَنْىُ يُنْبَأُ فَلَا يَرُدُّ عَيْسَى لِاَنَّهُ نَبِيٌّ قَبْلَهُ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو رد نہیں کرتی اس لیے کہ وہ آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے ہیں (شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۵۰۸)۔

قادیانیوں کا اٹھارہواں سوال :- حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ : معنی قولہ ﷺ : اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ، اَنْىُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتِ حُكْمِ شَرْعِيْ يَتَّبِعِيْ عَنِ قَوْلِ رَسُوْلٍ كِه رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی، سے مراد یہ ہے کہ اب ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو۔ بلکہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا (فتوحات مکیہ باب ۷۳)۔

جواب :- حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی اس عبارت سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں جنہیں آپ چھپا گئے: فَاِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيعِ لَا مَقَامَهَا یعنی جو نبوت رسول اللہ کے تشریف لانے سے منقطع ہوگئی ہے وہ تشریحی نبوت ہے نہ کہ نبوت کا مقام و مرتبہ (فتوحات مکیہ باب ۷۳ جلد ۳ صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی: ۲۰۱۰)۔

واضح ہو گیا کہ شیخ اکبر قدس سرہ العزیز نبی بننے کی بات نہیں کر رہے بلکہ نبوت کے درجات، کمالات اور صلاحیت کی بات کر رہے ہیں۔ خصوصاً نبوت تشریح کے مقابلے پر نبوت کے مقام کا لفظ لانا تشریح کے مفہوم کو بخوبی واضح کر رہا ہے۔

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے اگلے الفاظ یہ تھے جنہیں آپ نے ہضم کر لیا ہے: فَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ انْقَطَعَ وَسَلْبًا لَهُ لَا مَقَامَ النُّبُوَّةِ یعنی یہ ہے وہ نبوت جو منقطع ہوگئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا، نہ کہ نبوت کا مقام (فتوحات مکیہ باب ۷۳)۔

مزید اگلے الفاظ یہ تھے جنہیں آپ کھاپی گئے: فَاِنَّهُ لَا خِلَافَ اَنْ عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ وَرَسُوْلٌ وَّ اِنَّهُ لَا خِلَافَ اَللّٰهُ يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول ہیں اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے (فتوحات مکیہ باب ۷۳)۔

فرمائیے! آپ نے مکمل عبارت نقل کیوں نہیں کی؟ اس لیے کہ نزول مسیح علیہ السلام کی بات نقل کرنے سے مرزا صاحب کا بستر گول ہو رہا تھا۔

اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اسی صفحے پر مزید لکھتے ہیں: وَ كَذٰلِكَ كَانَ هٰاِوُنْ ، فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ عَلٰى هٰذَا الْمَقَامِ مَعَ تَحْقِيْقِهِ لِسَلْبًا يَتَخَيَّلُ مُتَخَيِّلٌ اَنَّ الْمُطْلَقَ لِهٰذَا اللَّفْظِ يُرِيدُ نُبُوَّةَ التَّشْرِيعِ فَيُغْلِظُ. یعنی یہی معاملہ حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی ہے۔ بس ہم نے مرتبے کے تحقق کے باوجود اس مقام پر نبوت کے لفظ کو استعمال کرنے کا دروازہ بند کر دیا ہے، تاکہ خیال کرنے والا اس لفظ کو استعمال ہوتا ہوا دیکھ کر تشریحی نبوت نہ سمجھ بیٹھے اور غلطی نہ کھائے (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)۔

بتائیے آپ نے شیخ اکبر کی یہ عبارات کیوں چھپائیں؟ اور کیا شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نے ان عبارات میں قادیانی مذہب کی دجھیاں نکھیر دی ہیں کہ نہیں؟ آپ نے لفظ تشریح کی ایسی صاف وضاحت کر دی ہے کہ تمام صوفیاء کی اس قسم کی عبارات کو بے غبار کر کے دکھا دیا ہے۔ پھر فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ میں بھی قادیانیوں کے اندرونی مرض کا صحیح صحیح تریاق موجود ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی زبانی یہ مسئلہ ایک نئی جہت سے سمجھے: اَللّٰهُمَّ بَيِّنِ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيعِ وَالصِّلَةِ بَيِّنَةِ مَقَامٍ وَلَا مَنْزِلَةٍ ، فَمَنْ تَخَطَّى رِقَابَ الصِّلَةِ بَيِّنَةٍ وَقَعَ فِيْ النُّبُوَّةِ الرِّسَالِيَّةِ ، وَمَنْ ادَّعَى نُبُوَّةَ التَّشْرِيعِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ كَذَّبَ بَلْ كَذَّبَ وَ كَفَرَ بِمَا جَاءَ بِهِ الصَّادِقُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی تشریحی نبوت اور صمدیہیت کے درمیان کوئی مقام اور منزل نہیں ہے۔ جس نے صدیقیوں کی گردن پھلائی وہ نبوت رسالہ میں جاگرا، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

تشریحی نبوت کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا، بلکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے دین کو جھٹلایا اور اس کا کفر کیا (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۲)۔

اس عبارت پر غور کرو! تشریحی نبوت اور صدیقیت کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں۔ اگر تشریحی نبوت سے مراد صاحب کتاب نبوت ہوتی تو اس نبوت اور صدیقیت کے درمیان بے کتاب نبوت کا درجہ ضرور موجود ہوتا۔ شیخ اکبر نے واضح فرمادیا کہ تشریحی نبوت سے مراد شرعی معنی میں نبوت ہے جس میں نئی شریعت لانا یا پرانی شریعت پر ہونا دونوں شامل ہیں۔ ثانیاً صدیقین کی گردن پھلانگتے ہی نبوت رسالہ میں جا پہنچنا بھی یہی بتا رہا ہے کہ تشریحی نبوت سے مراد وہی نبوت ہے جو صدیقین کے مرتبے سے فوراً اوپر ہوتی ہے اور وہ نبوت مراد نہیں جو بقول مرزا صدیقی کھڑکی سے ملتی ہو ورنہ خود صدیق اکبر اس کے ضرور حقدار ہوتے اور مرتبہ صدیقین اس نبوت سے نیچے نہ ہوتا۔ ثالثاً یہاں شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے تشریحی نبوت کو نبوت رسالہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے بات مزید واضح ہو گئی کہ تشریحی نبوت سے صوفیاء کی مراد باقاعدہ نبوت کی ذمہ داریوں والی نبوت ہے نہ کہ نبوت کی اہلیت۔

قادیانیوں کا انیسواں سوال:- حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق نبوت نہیں اٹھائی گئی۔ محض تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے قول مبارک لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُولٌ سِوَايَ سے مراد صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔

جواب:- یہ وہی حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی عبارت ہے جسے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس کا جواب تو ہو چکا مگر یہاں پھر آپ نے جو ڈنڈی ماری ہے اس کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ جس کتاب الیواقیت والجواہر کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کی عبارت سے پہلے کیا تھا اور بعد میں کیا تھا۔ ہم سب کچھ نقل کرتے ہیں پھر آپ اپنے ضمیر کی عدالت میں کھڑے ہو کر اس کا جواب دینا کہ آپ نے یہ خیانت کیوں فرمائی؟

آپ نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے پہلے یہ تھا: هَذَا بَابُ اُغْلِقْ بَعْدَ مَوْتِ

مُحَمَّدٌ ﷺ فَلَا يُفْتَحُ لِأَحَدٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَكِنْ بَقِيَ لِلْأَوْلِيَاءِ وَخِي الْأُلْهَامِ الَّذِي لَا تَشْرِيْعُ فِيْهِ اِلَّا بِعِزِّهِ وَحِيٍّ كَادِرِ وَاوَاهُ ہے جو محمد ﷺ کی وفات کے بعد بند ہو چکا ہے اور قیامت تک کسی کے لیے نہیں کھلے گا، لیکن اولیاء کے لیے الہام کا سلسلہ باقی ہے جس میں تشریح نہیں ہوتی۔ اگر جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا سلسلہ باقی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدی کے مطابق فیصلہ نہ کرتے بلکہ جبریل کی لائی ہوئی وحی کے ذریعے فیصلہ کرتے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷۱)۔

یہ فرما رہے ہیں کہ اب وحی نبوت کا دروازہ قیامت تک کے لیے بند ہے جب کہ آپ کے مرزا صاحب پانچ جلدوں میں اپنی وحی کی کتاب براہین احمدیہ اٹھائے پھرتے ہیں۔ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ وحی نہیں بلکہ الہام جاری رہیں گے۔ بتائیے وحی کی نفی اور الہام کا اثبات کیا بتا رہا ہے؟ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ جن لوگوں کو الہام ہو گا وہ اولیاء ہوں گے۔ بتائیے امام شعرانی نے انہیں نبی کیوں نہیں کہا؟ امام شعرانی فرما رہے ہیں کہ ان اولیاء کے الہام میں تشریح نہیں ہوتی۔ بتائیے تشریح کا معنی کیا ہوا؟ آپ نے تشریحی نبی سے صاحب کتاب ہونے کا جو فراڈ چلا رکھا ہے وہ کچلا گیا کہ نہیں؟ تشریح سے مراد نبوت والی وحی ثابت ہو گئی کہ نہیں خواہ اس کا تعلق نئی شریعت سے ہو یا اسی شریعت کی وضاحت ہو؟

یہ تھی امام شعرانی کی عبارت سے پہلے کی صورت حال۔ اب دیکھئے کہ اس کے بعد انہوں نے کیا لکھا تھا جسے آپ نے ہڑپ کر لیا۔ فرماتے ہیں:

هُوَ مِفْلُ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هَلَكَ كَسْرِي فَلَا كَسْرِي بَعْدَهُ
السخ یعنی نبوت اور رسالت منقطع ہونے والی حدیث اسی طرح ہے جیسے یہ حدیث ہے کہ جب کسری ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اب قیصر و کسری تو روم اور فارس کے بادشاہ ہوا کرتے تھے، لیکن ان ملکوں میں بادشاہی پھر بھی قائم رہی لیکن قیصر و کسری کا نام استعمال ہونا بند ہو گیا اور ان بادشاہوں کو کوئی دوسرا نام دے دیا گیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب، یعنی نبی کا نام ہم سے ہٹا دیا گیا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ ہمیں باطنی طور پر

اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ ایسے مقام کے لوگوں کو انبیاء کی بجائے اولیاء کا نام دیا گیا ہے۔ حُجِرَ عَلَيْنَا اِسْمُ النَّبِيِّ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ يُخْبِرُنَا فِيْ سِرِّاِِنَا بِمَعَانِيْ كَلَامِهِ وَ كَلَامِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُسَمِّيْ صَاحِبَ هَذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِيَاءِ: اَلْاَوَّلِيَاءِ الخ (اليواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷)۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے ساتھ اگر حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خَلْفًاؤُنَا فَنُظَرُ رَحِمَیْ تَوْبَاتٍ بِالْكَلِّ شَفَافٍ اور واضح ہے، اور قادیانیوں نے دو نمبری کی انتہا کر دی ہے۔ اس سے بھی آگے پڑھیے۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ اسی سے آگے ایک سوال اٹھا کر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

سوال:- مَا الْحُكْمُ فِي تَشْرِيعِ الْمُجْتَهِدِينَ؟ یعنی اجتہاد کرنے والے علماء کی تشریع کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:- اِنَّ الْمُجْتَهِدِينَ مَنْ لَّمْ يُشْرِعُوا شَيْئًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ وَ اِنَّمَا شَرَعُوا مَا اِفْتَضَاهُ نَظَرُهُمْ فِيْ اَلْاَحْكَامِ فَقَطُ الخ یعنی مجتہدین نے اپنے پاس سے کسی چیز کو شریعت میں داخل نہیں کیا بلکہ وہ تو صرف ان کا اجتہاد ہے جو قرآن و سنت کے احکام کی روشنی میں ہے (حاصل الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ کے سوال جواب کی اس عبارت کو بار بار پڑھیے۔ خصوصاً قادیانی عوام سے درخواست ہے کہ اس پر اچھی طرح غور کریں۔ آپ کے پیشوا جو فراڈ آپ کو لگا رہے ہیں آپ خود اسے سمجھ جائیں گے۔ اس عبارت میں مجتہدین کے اجتہاد کو بھی تشریح کہا گیا ہے۔ جس سے صاف واضح ہو گیا کہ تشریع سے مراد قرآن کے مقابلے پر نئی کتاب نہیں ہوتی بلکہ تشریع سے مراد شریعت کی وضاحت کرنا ہوتی ہے اور یہ وضاحت وحی اور نبوت کے ذریعے کرنا بند ہے اور اجتہاد و الہام کے ذریعے کرنا جاری ہے۔ قادیانی جہاں کہیں بھی تشریح کا لفظ دیکھتے ہیں تو واو بلا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی عبارت سے علماء کی مراد یہی مراد ہوتی ہے۔

ہمارے اس پیرا گراف نے قادیانیت کے اس فریب کو دفن کر کے رکھ دیا ہے اور صوفیاء کی بات صوفیاء ہی کی زبان سے واضح کر دی گئی ہے۔ آپ نے علماء کی جتنی بھی عبارتیں پیش کی ہیں

ان میں آپ نے اسی لفظ سے دھوکا دیا ہے اور اس ایک لفظ کی وضاحت آ جانے کے بعد اصولی طور پر آپ کی تمام عبارات کی تردید ہو گئی ہے۔

قادیانیوں کا بیسواں سوال:- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول لائمی بعدی سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ جو نبوت اور رسالت ختم ہو گئی ہے وہ حضور ﷺ کے نزدیک نئی شریعت والی نبوت ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۹)۔

جواب:- حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں نئی شریعت والی نبوت کا لفظ موجود نہیں ہے اور آپ نے حوالہ نقل کرنے میں بددیانتی سے کام لیا ہے۔ شاہ صاحب کی اصل عبارت اس طرح ہے: فَعَلِمْنَا بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُولَ اَنَّ النَّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ وَ الرِّسَالَةُ، اِنَّمَا يُرِيدُ بِهَا التَّشْرِيعَ، فَلَمَّا كَانَتِ النَّبُوَّةُ اَشْرَفَ مَرَاتِبِهِ وَ اكْمَلَهَا، يَنْتَهِي اِلَيْهَا مِنْ اَصْطَفَاةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ تَعَالٰی مِنْ عِبَادِهِ، عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِيعَ فِي النَّبُوَّةِ اَمْرٌ عَارِضٌ يَكُونُ عَيْنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِينَا حَكْمًا مِنْ غَيْرِ تَشْرِيعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ وَ خَفِيفَتْ مَرَاتِبَةُ النَّبُوَّةِ فِي الْحَقِّ بِانْقِطَاعِ بِالتَّشْرِيعِ یعنی ہم نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُولَ سے جان لیا کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے۔ اس سے مراد تشریع ہے۔ جبکہ نبوت تشریع کا اشرف و اکمل مرتبہ ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہی اس تک پہنچتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریع کے بغیر ہم میں نازل ہو کر فیصلے کرنے سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ نبوت میں تشریع کا ہونا ایک معروضی امر ہے، حالانکہ وہ بلاشبہ نبی ہیں، اور تشریع کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ان کا مرتبہ نبوت حق میں پوشیدہ ہو گیا (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۹)۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی عبارت کو بار بار پڑھیے۔ فرما رہے ہیں کہ: اِنَّمَا يُرِيدُ بِهَا التَّشْرِيعَ یعنی نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے سے مراد تشریحی حیثیت کا انقطاع ہے۔ آگے دیکھیے! اِنَّ التَّشْرِيعَ فِي النَّبُوَّةِ اَمْرٌ عَارِضٌ یعنی لوگوں کے ساتھ نبوت والا تعلق رکھنا (تشریع) ایک عارضی امر ہے جب کہ تعلق مع اللہ کے لحاظ سے نبوت موجود ہوتی ہے۔ اسی بات کو واضح کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں: وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ وَ خَفِيفَتْ مَرَاتِبَةُ النَّبُوَّةِ فِي الْحَقِّ

بِإِنْقِطَاعِ بِالتَّشْرِيعِ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ نبی ہیں مگر تشریع کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ان کا مرتبہ نبوت اللہ کی بارگاہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ یہاں حضرت شاہ صاحب نے انتہائی وضاحت کر دی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت ہی صرف عند اللہ قائم ہوگی اور تعلق مع الخلق کے لحاظ سے پوشیدہ ہو جائے گی، صاحب کتاب ہونا بھی اور بے کتاب ہونا بھی۔

انتباہ: ایک فن کی اصطلاح کو دوسرے فن میں فٹ نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً منطق کی جنس اور نوع، اصول کی جنس اور نوع کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ بعض صوفیاء کی اصطلاح میں غیر تشریحی نبوت سے مراد کمالات نبوت ہوتی ہے جسے ولایت بھی کہا جاتا ہے، ان ولیوں کو وہ انبیاء الاولیاء کی قید کے ساتھ لکھتے ہیں، مگر ان کے لیے مطلق نبی یا رسول کا لفظ بولنا کفر سمجھتے ہیں اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صاحب کتاب اور بے کتاب نبی کا آنا ختم نبوت کے پیش نظر ممنوع سمجھتے ہیں حتیٰ کہ سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے وحی کا نزول ہی ممتنع مانتے ہیں۔

قادیانیوں کو مرزا نے دھوکا یہاں دیا ہے کہ بالتشریع سے مراد صاحب شریعت نبی لی ہے حالانکہ یہاں لوگوں کے ساتھ نبی جیسا تعلق رکھنا اور شرعی معنی میں نبی ہونا مراد ہے۔ اس امر کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پیش نظر فرمائی ہے اور واقعی لوگوں کے ساتھ ان کا تعلق نبی والا نہیں ہوگا جب کہ وہ عند اللہ نبی ہوں گے۔

ہم آپ کو مزید یقین دلانے کے لیے قطب عالم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک مکافہ سناتے ہیں، لکھتے ہیں:

ابن فقیر در جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرد ہوجہ اذ کلام روحانی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہ می فرمایند در فرقہ شیعہ الخ یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روحانی طور پر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیعہ فرقے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، جو محبت اہل بیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیضان جاری فرمایا کہ: ان لوگوں کا مذہب باطل ہے، اور ان کے مذہب کا

بطان امام کی تعریف پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے گھڑ رکھی ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق امام کے معنی پر غور کیا تو مجھ پر واضح ہوا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام معصوم ہوتا ہے، امام کی اطاعت فرض ہوتی ہے، وحی باطنی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کا القاء ہوتا ہے اور اس القاء کو شیعہ خطاء سے پاک اور قطعی سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ امام کو اللہ تعالیٰ خود مقرر کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے احکام پہنچائے، اور درحقیقت یہی وہ صفات ہیں جو نبی کے لیے ہوتی ہیں اور یہی نبوت کی تعریف ہے کہ بَعَثَ اللَّهُ لِبَلَدِهِ الْأَخْطَامِ یعنی نبی وہ ہے جسے اللہ نے احکام پہنچانے کے لیے مقرر کیا ہو، وہی اللہ کی طرف سے مقرر ہونا اور اطاعت کا فرض ہونا نبی کے لیے بھی ہوتا ہے، تو واضح ہو گیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے ہی قائل نہیں ہیں اور اماموں رضی اللہ عنہم کے لیے اندرونی طور پر نبوت ثابت کرتے ہیں اگرچہ نبوت کا استعمال نہیں کرتے، کیا اس عقیدے سے بدتر بھی کوئی عقیدہ ہو سکتا ہے؟ وَ هَلْ عَقِيدَةُ أَقْبَحَ : ذَلِك (الانتباہ فی سلاسل الاولیاء صفحہ ۸، ۹)۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی مذہب کو سولی پر چڑھا دیا ہے، بخدا اگر معمولی خوف خدا بھی ہوگا تو ایسی زبردست وضاحت کے بعد کوئی قادیانی حضرت شاہ صاحب کی عبارت سے اپنے حق میں استدلال نہیں کر سکے گا۔

قادیانیوں کا اکیسواں سوال:- حضرت حافظ برخوردار صاحب لکھتے ہیں کہ: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو نبی شریعت لے کر آئے، ہاں اللہ جسے چاہے انبیاء، اولیاء میں سے (حاشیہ نیراس از بخورم از صفحہ ۴۳۵)۔

جواب:- حافظ برخوردار صاحب کی عبارت کا جس طرح آپ نے ترجمہ کیا ہے اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد نبی شریعت والا نبی بھی آ سکتا ہے۔ تشریع کی نفی کے بعد ”ہاں مگر اللہ جسے چاہے“ کا یہی مطلب بنے گا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی؟

ثانیاً عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ شرعی معنی میں نبی نہیں آ سکتا اور یہ انتہائی منقطع ہے۔ ثالثاً آپ نے اس عبارت کا ترجمہ کرنے میں بددیانتی بھی کی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے: وَالْمَعْنَى: لَا نَبِيَّ بِنُبُوَّةِ التَّشْرِيعِ بَعْدِي إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْأَوَّلِيَاءِ إِنَّ الْحَقَّ مُبْحَثَانَهُ يُغَيِّرُهُمْ فِي سَرَائِرِهِمْ بِمَعَانِي كَلَامِهِ وَقَدْ كَانَ الشُّنُوعُ

عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي، يَقُولُ أُوَيْيَ الْأَنْبِيَاءِ اسْمُ النَّبُوَّةِ وَ أُوَيْيَ الْقَلْبِ أَيْ حُجَرٍ عَلَيْنَا اسْمُ النَّبِيِّ مَعَ أَنَّ الْحَقَّ يُخْبِرُنَا فِي سِرِّهِ بِمَعَانِي كَلَامِهِ وَ كَلَامِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ يُسَمِّي صَاحِبَ هَذَا الْمَقَامِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ.

ترجمہ: لَا نَبِيَّ بَعْدِي سے مراد آپ کے بعد تشریح کا نہ ہونا ہے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے أَنْبِيَاءِ الْأَوَّلِيَاءِ میں سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ انہیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی بتاتا ہے..... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے تھے کہ نبیوں کو نبوت کا نام دیا گیا ہے اور ہمیں لقب یعنی ہم سے نبی کا نام ہٹا لیا گیا ہے، باوجودیکہ اللہ تعالیٰ ہمیں خفیہ طور پر اپنے کلام کے معانی اور اپنے ﷺ کے کلام کے معانی بتاتا ہے۔ اس مقام والے کا نام ولایت کا نبی ہے (حاشیہ پر خوردار صفحہ ۴۳۵)۔

قادیانی غور کریں، الفاظ تھے: مِنْ أَنْبِيَاءِ الْأَوَّلِيَاءِ آپ نے اسے قرار دیا ہے مِنْ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوَّلِيَاءِ۔ بتائیے آپ نے انبیاء پر ال کیوں لگایا؟ اور انبیاء کو اولیاء کی طرف مضاف کیا گیا تھا مگر آپ نے ان کے درمیان عطف کیوں بنایا؟

انبیاء الاولیاء سے مراد ہے وہ اولیاء جو روحانی طور پر کمالات نبوت کو پہنچ جائیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ ہی شہید مگر قیامت کے دن نبی اور شہید بھی ان کا مرتبہ دیکھ کر رشک کریں گے إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَأَنَاسٍ مِمَّا هُمْ بِأَنْبِيَاءٍ وَلَا الشُّهَدَاءِ يَغْطِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى (ابوداؤد حدیث ۳۵۲۷)۔ بتائیے آپ نے یہ بددیانتی کیوں کی؟

رابعاً اس سے آگے اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ حُجَرٍ عَلَيْنَا اسْمُ النَّبِيِّ یعنی ہمارے لیے نبی کا لفظ نہیں بولا جاسکتا۔ اب بتائیے! وَ يُسَمِّي صَاحِبَ هَذَا الْمَقَامِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْأَوَّلِيَاءِ کو سمجھنا کیا مشکل رہ گیا؟

بتائیے آپ نے یہ اگلی عبارت نقل کیوں نہ کی اور حق کو واضح کیوں نہ ہونے دیا؟ کیا حُجَرٍ عَلَيْنَا اسْمُ النَّبِيِّ کے الفاظ نبوت کے اجراء کی نفی نہیں کر رہے؟ یہ بھی بتانا پڑے گا کہ کیا آپ حضور غوث اعظم کو نبی مانتے ہیں؟ اور کیا حضور غوث اعظم نے خود اپنی نبوت کا اعلان فرمایا ہے؟ قادیانی مذہب پر اہم سوال: ہم نے علماء و صوفیاء علیہم الرحمۃ کی عبارات کا صحیح مفہوم واضح کر

دیا ہے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ ان عبارات کو جو مفہوم آپ لوگوں نے پہنایا تھا اس کی روشنی میں یہی صوفیاء اور اولیاء خود نبی ثابت ہو رہے ہیں بتائیے! ان سب نے اعلان نبوت کیوں نہ کیا؟ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ اسْتَلْزَجَ النَّبُوَّةَ بَيْنَ بَيْنِيهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوحَى إِلَيْهِ یعنی جس نے قرآن کی تلاوت کی بے شک اس نے نبوت کو اپنے سینے میں سولیا، فرق یہ ہے کہ اس پر وحی نازل نہیں ہوتی (مسند رک حاکم حدیث: ۲۰۶۶)۔

یہ حدیث صوفیاء کی مذکورہ بالا تمام عبارات کو واضح کر رہی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہی ہے کہ قرآن پڑھنا، یا حفظ کرنا نبوت کے کمالات میں سے ہے نہ یہ کہ ہر قاری نبی بن جاتا ہو، ورنہ قرآن تو ہر مسلمان پڑھتا ہے، تو پھر ہر مسلمان کا نبی بن جانا لازم آئیگا۔ جو شخص اتنی سی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتا بلاشبہ وہ کندھانی اور بدعتی دونوں کا مرکب ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس صفحہ ہستی پر کوئی آیت یا حدیث یا کسی عالم کا قول ہی پیش کر دیں جنہوں نے فرمایا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد نبوت کا اعلان کریں گے۔ ہم عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ وہی اسرائیلی عیسیٰ ہوں گے لہذا سب کو معلوم ہوگا کہ ان کی سابقہ نبوت بھی مسلم ہے اور نزول کے بعد ان کا تشریف ہی نہ ہونا بھی مسلم ہے۔ لہذا نہ انہیں اعلان نبوت کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی کسی کو ان کی جانچ پڑتال کی ضرورت پیش آئے گی۔ جبکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا اعلان بھی کیا اور لوگوں میں سے بعض نے اقرار اور اکثریت نے انکار بھی کیا۔ بحث مناظرے، فسادات اور مقدمہ بازی بھی ہوئی۔ اس سارے پھڑے کا ثبوت کیا ہے اس کی اجازت کہاں ہے اور امت نے اس سے کیا کھویا اور کیا پایا؟

قادیانیوں کا بائیسواں سوال:- حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو اگر نبی کی حیثیت سے آئیں گے تو ان کا آختم نبوت کے منافی ہے اور اگر نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے تو ان کی نبوت کا زوال لازم آئے گا۔

جواب:- ہر نبی کی نبوت کے دو پہلو ہیں۔ ایک تعلق مع اللہ کے اعتبار سے اور دوسرا تعلق مع الخلق کے اعتبار سے۔ جب کسی بھی نبی کو نبوت مل جائے تو تعلق مع اللہ کے اعتبار سے اس کی نبوت پر کبھی زوال نہیں آسکتا اور عند اللہ نبی ہی رہتا ہے۔ لیکن تعلق مع الناس اور توجہ الی الخلق کے اعتبار سے ہر نبی کی

نبوت اپنے بعد والے نبی کے ظہور تک محدود ہوتی ہے اور اس میں احکام کے لحاظ سے اور ذمہ داری سنبھالنے کے لحاظ سے تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آج بھی زندہ ہیں اور اپنی اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اَلَا نَبِیَّاءُ اَحْیَاءُ فِیْ قُبُورِهِمْ یُصَلُّوْنَ (ابو یعلیٰ حدیث: ۳۳۲۵)۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور اس واقعہ کو کسی نے بھی ختم نبوت کے خلاف قرار نہیں دیا۔

تمام مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے منافی نہیں اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ: اَلْمُرَادُ مِنْهُ اَنَّهُ اَخْرَجَ مَنْ نَبِیِّ یعنی ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے (تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)۔

مدارک میں ہے کہ: لَا یُنْبَأُ اَحَدٌ بَعْدَهُ وَ عِیْسٰی مَعْنٰی نَبِیِّ قَبْلَهُ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا اور عیسیٰ آپ سے پہلے مبعوث ہوئے (مدارک جلد ۲ صفحہ ۵۰۳)۔

مظہری میں ہے کہ: لَا یُنَالِیْهِ حَیَاثُ النَّبِیِّ السَّابِقِ یعنی کسی سابق نبی کا زندہ ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں (مظہری جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)۔

خازن میں ہے کہ: اِنَّ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مَعْنٰی نَبِیِّ قَبْلَهُ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے مبعوث ہو چکے (خازن جلد ۳ صفحہ ۵۰۳)۔

ہاں البتہ جس طرح مرزا قادیانی کی ایک نئی شخصیت نے کھڑے ہو کر نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کر دیا ہے، یہ ضرور ختم نبوت کے تمام اعلانات کے منافی ہے۔ اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی کے طور پر جسم سمیت واپس آنے کا ختم نبوت کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ اس امت میں ایک نہایت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ خود مرزا قادیانی بھی اگرچہ ختم نبوت میں ہیرا پھیریاں کرتا ہے مگر قرآن شریف میں لفظ خاتم

انجمن کی موجودگی سے اسے بھی انکار نہیں اور اس کا مطلق انکار اس کے نزدیک بھی کفر ہے۔

دوسری طرف حیات مسیح اور نزول مسیح کے متعلق خود مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ یہ کوئی اسلام کا بنیادی اور اہم مسئلہ نہیں ہے۔ مرزا کی اصل عبارات ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزء یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صد ہا پیشینگوئیوں میں سے یہ ایک پیشین گوئی ہے جس کا حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشین گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۱)۔

(۲)۔ کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اسکے کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وہی ہے۔ سو سمجھنا چاہیے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی دور کرنے کے واسطے ہے اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اسنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور الگ جماعت بنائی جاتی اور ایک بڑا شور مچایا جاتا۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اور اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا۔ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی زمانے میں اس کا ازالہ کر دیتا (احمدی اور غیر احمدی میں فرق صفحہ ۲)۔

(۳)۔ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کی وفات و حیات پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھرو۔ یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے (ملفوظات احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ قدیم صفحہ ۷۷)۔

معلوم ہو گیا کہ قادیانیوں نے نزول مسیح کے غیر ضروری مسئلہ کے ذریعے، ختم نبوت کے ضروری مسئلہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

مرزا نے یہاں تک لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹)۔ بلکہ مرزا قادیانی یہاں تک لکھتا ہے کہ دجال بھی تیس ہوں گے اور جب تیس دجال کا آنا ضروری ہے تو بحکم لُحْطٰی ذُجَالِ عِیْسٰی

تیس مسیح بھی آنے چاہئیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔

اس سے آگے مرزا قادیانی نے ایک ایسی بات لکھی ہے جو قادیانیت کے لیے سخت مہلک اور تباہ کن ہے۔ لکھتا ہے: پس اس بیان کی رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)۔

مزید لکھتا ہے: ممکن ہے کوئی مثیل مسیح ایسا بھی ہو جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس دفن ہو کیونکہ اس حدیث کی رو سے کہ عَلَمَاءُ اُمَمِيٍّ كَتَابِيَاءُ بَنِي اِسْرَآئِيْلَ ہے مثیلوں کی کمی نہیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۵۲)۔

مرزا کی اس عبارت سے بات واضح ہوگئی کہ مرزا خود کو وہ مسیح تسلیم نہیں کرتا جس کا وعدہ اور علامات احادیث میں موجود ہیں اور یہ تیس و جال، تیس مسیح اور دس ہزار مسیح کے الفاظ کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور سمجھدار قادیانیوں پر لازم ہے کہ اس طویل سلسلہ مسیحاں سے جان چمڑالیں جسکی مرزا کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے اجتہاد چہ تک وضاحت کر دی ہے، لکھتا ہے: اگر اس امت میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں صرف اجتہادی خطا ہے (حقیقۃ الوحی کا حاشیہ، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)۔

اس قدر وضاحتوں کے بعد حیات و نزول مسیح کے مسئلہ کو چھیڑنے کے لیے قادیانیوں کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔ قادیانیوں پر لازم ہے کہ قادیانیت کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں اس لیے کہ اگر بغرض محال ہم غلطی پر بھی ہوں تو بقول مرزا قادیانی یہ محض ہماری اجتہادی غلطی ہوگی جس پر ایک اجر ضرور ملتا ہے اور عذاب ہرگز نہیں ملتا۔ لیکن اگر مرزا قادیانی اور ان کے ساتھ غلطی پر ہوئے تو انکی یہ غلطی اجتہادی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی غلطی ہوگی جسے کفر اور ارتداد کہا جاتا ہے اور فی الحقیقت ہے بھی ایسا ہی۔ اب بتائیے آپ کے لیے احتیاط کونسے آپشن میں ہے؟

☆.....☆.....☆

دوسرا باب:

حیات مسیح علیہ السلام

حیات مسیح علیہ السلام

حیات مسیح پر قرآنی آیات

(۱)۔ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: **يَا عِيسَى ابْنِي مَتَّى فَيُكَلِّمُكَ وَأَفِئْتُكَ إِلَيَّ** یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا (آل عمران: ۵۵)۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت مسیح علیہ السلام پر اتنا احسان جتلائے گا کہ: **إِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ** میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا (المائدہ: ۱۱۰)۔

اس کی تفسیر میں تقریباً تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ: **جِئْنِ هُمْ وَقَتْلَهُ** یعنی جب یہودیوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے: **فَقَصَدَ الْيَهُودُ قَتْلَهُ فَخَلَصَهُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُمْ حَيْثُ رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ** یعنی یہودیوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا کر خلاصی عطا فرمائی (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۰)۔

(۳)۔ **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ** یعنی یہودیوں نے اسے قتل نہیں کیا اور صلیب پر نہیں چڑھایا بلکہ کوئی شخص ان کے لیے تشبیہ دے دیا گیا (النساء: ۱۵۷)۔

اس آیت میں قتل اور صلیب کے درمیان عطف ہے جو بنیادی اور اصولی طور پر مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ گویا قتل ہونا الگ چیز ہے اور صلیب پر چڑھنا الگ چیز ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں نے انہیں قتل بھی نہیں کیا اور قتل تو کیا صلیب پر چڑھا بھی نہیں سکے۔

ان الفاظ سے عیسائیوں اور قادیانیوں دونوں کے عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے جو ان کے صلیب پر چڑھنے کے قائل ہیں۔ ثانیاً جب عیسائی اور قادیانی عقیدے کی نفی ہوگئی تو لامحالہ اس کے بعد دفع الی السماء کا اسلامی عقیدہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔

ثانیاً یہیں تک بس نہیں بلکہ اس سے اگلے الفاظ ہیں **وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ** یعنی ان کے لیے کوئی تشبیہ دے دیا گیا۔ شُبِّهَ مجہول کا صیغہ ہے، اس کا ترجمہ ہے ”کوئی تشبیہ دیا گیا“

یہ لفظ قادیانیوں کے لیے مصیبت ہے۔ آثار میں صاف مذکور ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ

نے مسیح علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا اور یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کر پھانسی چڑھا دیا۔ ہر مفسر نے یہی لکھا ہے مثلاً بغوی میں ہے: **وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَلْفَى شِبْهَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الَّذِي ذُلُّ الْيَهُودِ عَلَيْهِ وَقِيلَ الْخ (بغوی جلد ۱ صفحہ ۶۱۸)۔** امام رازی لکھتے ہیں: **فَأَلْفَى اللَّهُ شِبْهَ عِيسَى عَلَيْهِ وَرَفَعَ إِلَى السَّمَاءِ الْخ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۲)۔**

البتہ تشبیہ کون سے شخص کو دی گئی تھی؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، قرآن بھی اس کی تصریح نہیں فرماتا، اور اس چیز کا نفس عقیدہ سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کے چستے پر نہا کر گھر سے نکلے۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ باہر بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری جگہ قتل کیا جائے اور درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ اس پر ایک نو جوان کھڑا ہو گیا اور خود کو اس کام کیلئے پیش کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر وہی نو جوان کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہی وہ شخص ہے۔ اس کے فوراً بعد اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس حواری کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ اس معاملے میں عیسائیوں کے تین فرقے بن گئے۔ ایک فرقے نے کہا کہ اللہ عزوجل نے جتنا عرصہ چاہا ہم میں رہا، پھر آسمان پر چڑھ گیا، اس فرقے کا نام یعقوبی فرقہ ہے۔ دوسرے فرقے نے کہا اللہ کا بیٹا ہم میں رہا جتنا عرصہ اللہ نے چاہا اور پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا، یہ نسطوری فرقہ ہے۔ ایک فرقے نے کہا اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہم میں رہا جب تک اللہ نے چاہا، پھر اسے اللہ نے اٹھالیا، یہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔ دونوں گمراہ فرقے صحیح العقیدہ فرقے پر زیادتیاں کرتے رہے اور اسے قتل کرتے رہے، اہل حق مغلوب رہے حتیٰ کہ اللہ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ **فَاَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ** یعنی ایک گروہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کفر کیا اور دوسرا گروہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایمان لایا **فَاَيَّدَنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيَّ**

عَلَوْهُمْ یعنی محمد ﷺ کے ظاہر ہونے کے ذریعے اہل حق کے دین کی کفار کے دین کے خلاف مدد کی
لَا ضَبْحُوا ظَاهِرِينَ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۶ صفحہ ۲۸۹، تفسیر
ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۷۸، ابن جریر جلد ۴ ص ۶۷۸، ۱۹، ۱۸)۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے اور
بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے۔

(۴)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ان آیتوں سے ثابت ہے: وَمَا قَتَلُوهُ
يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ
قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ ذَمِيمًا (النساء: ۱۵۷-۱۵۹)۔

ترجمہ:- اسے یہودیوں نے یقیناً قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت
والا ہے۔ تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن
ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت میں رَفَعَ کا لفظ قتل کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور ان دونوں لفظوں کے
درمیان ہل موجود ہے۔ یہ بَلْ اِطْلَالِہِ اضرایہ کہلاتا ہے اور اس کے ماقبل و مابعد میں تضاد اور مکمل
تثانی کا پایا جانا ضروری ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے: أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ،
یا اس آیت میں ہے: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا مَبْهُوتَةٌ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ۔

مفہوم یہ ہے کہ قتل نہ ہوا "بلکہ" اس کا رفع ہوا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونا بذات خود درجات
کی بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر رفع سے مراد رفع درجات لی جائے تو معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ کی راہ میں
شہید نہ ہوا بلکہ اس کے درجات بلند ہوئے۔ حالانکہ شہید ہونا اور درجات کا بلند ہونا ایک ہی چیز
ہے۔ پھر شہادت کی نفی اور درجات کا اثبات کیا معنی رکھتا ہے؟

یہی وہ سیاق کلام ہے جو قادیانیوں کو ہلے نہیں دیتا۔ اسی کے سامنے قادیانیوں کا حدیث
مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ پڑھ کر رفع کے معنی میں گڑبڑ کرنا بے فائدہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ان
حدیثوں میں بل اضرایہ ابطالیہ موجود نہیں اور رفع کا لفظ قتل کے مقابلے پر نہیں آیا۔ سیاق و سباق اور
قرآن قطعیہ کو فراموش کرتے ہوئے قرآن کا مفہوم متعین کرنا خالص یہودیت ہے۔ تواضع والی
حدیث میں رفع کا لفظ تواضع کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے اور اپنا مفہوم خود متعین کر رہا ہے۔ تواضع

عاجزی کرنے اور کرنے کو کہتے ہیں تو اسکے مقابلے پر رفع عزت و آبرو کو کہا جائے گا۔

مرزا قادیانی نے ایک مکمل کتاب "مسح ہندوستان میں" اس موضوع پر لکھی ہے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد یہود کے ہاتھوں سے قح کر ہندوستان آ گئے اور تقریباً
۹۰ سال یہاں گزارنے کے بعد وفات پائی۔

مگر اس آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں رفع (اے اٹھالیا) کا ماضی صاف بتا رہا ہے کہ
رفع کا تحقق عین اسی وقت ہو رہا تھا جب ابھی قتل کی سازش یا کوشش کی جارہی تھی۔ رفع کی ماضویت
قتل کی بہ نسبت ہے۔ قرآن کہے "قتل نہیں بلکہ رفع ہوا"۔ اور مرزا قادیانی کہیں کہ اس قتل اور رفع
میں ۹۰ سال کا فاصلہ ہے تو یہ تمام قادیانیوں کے لیے ٹھہر جانے اور انک جانے کا مقام ہے۔ تدریج،
انصاف اور دیانت شرط ہے۔

ایک نہایت اہم بات یہ ہے کہ قرآن ہمیشہ یہود و نصاریٰ کے غلط دعووں کی تردید اور صحیح
دعووں کی تائید کرتا ہے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کے تین دعوے تھے۔
(۱)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے" جبکہ قرآن نے کہا مَا قَتَلُوهُ اے قتل نہ کیا گیا۔
(ب)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیے گئے"۔ جبکہ قرآن نے کہا مَا صَلَّبُوهُ وہ
صلیب نہ دیا گیا۔

(ج)۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے"۔ مگر یہاں قرآن نے کہا رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ
اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

اب فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل اور صلیب کے دعووں کی نفی تو دونوں الفاظ میں کر دی۔
لیکن ان کے آسمان پر جانے کے عقیدے کی نفی بالکل اسی انداز سے دونوں الفاظ میں کیوں نہ
کی؟ بلکہ اٹھا اپنی طرف اٹھالینے کا اعلان فرما کر عیسائیوں کے عقیدہ کی تائید کر دی۔ اگر آپ اسے
تائید نہیں مانتے تو کم از کم اتنا تو ضرور مانیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صریح صحیحائش عیسائیوں کے
عقیدہ کے صحیح ہونے کی چھوڑ دی۔ یہ حسن تردید کے سراسر منافی ہے۔ ایسی اشد ضرورت کے وقت
بھی آسمانی رفع کی دو ٹوک نفی نہ کرنا بلکہ اپنی طرف اٹھالینے کا اعلان کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
جسمانی رفع کی کھلی دلیل ہے۔

(۵)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُونَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا یعنی تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے، اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا (النساء: ۱۵۹)۔

اس آیت کی تفسیر میں بخاری مسلم سمیت بے شمار کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ عیسیٰ بن مریم ؑ تم میں نازل ہوگا، فیصلے کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کر دے گا۔ جنگ بند کر دے گا اور مال کو بہادے گا حتیٰ کہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُونَ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (بخاری حدیث: ۳۳۳۸، مسلم حدیث: ۳۸۹)۔

یہاں ایک قاعدہ بیان کر دینا مناسب ہے۔ مضارع پر جب لام تاکید موجود ہو اور آخر میں نون تاکید بھی موجود ہو تو ہمیشہ مستقبل کا معنی دیتا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اس آیت میں اہل کتاب کی موت مراد نہیں ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت مراد ہے جو مستقبل کے کسی دور میں جا کر واقع ہوگی۔ اسی کی تائید مذکورہ بالا حدیث بھی کر رہی ہے۔

موت کی ضمیر اگر بالفرض اہل کتاب کی طرف بھی جاتی ہو تو لَيُؤْمِنَنَّ کا استقبال بہر حال اس کے آئندہ زمانے میں جا کر واقع ہونے پر دلالت کر رہا ہے اور اس صورت میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا آئندہ زمانے میں اہل کتاب کے سامنے آنا ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن بخاری اور مسلم کی مذکورہ بالا متواتر حدیث کے سامنے اس مفروضے کی کوئی وقعت نہیں۔

مرزا قادیانی اس حدیث کے تواتر اور اسکی قطعی دلالت سے گھبرا کر لکھتا ہے: فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں (الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)۔ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی۔ عیسائیوں کے اقوال سن کر جوار دگر درجے تھے، کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۷)۔

مرزا کا یہ بیان صاف بتا رہا ہے کہ اس حدیث سے جان چھڑانا ممکن نہیں لہذا مرزا نے حدیث کے روایت کرنے والے صحابی کو ہی تنقید کا نشانہ بنا ڈالا۔

(۶)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَكَلِمَةُ النَّاسِ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا یعنی (اے عیسیٰ) یاد کرو میرا وہ احسان (جب تم لوگوں سے ہنگموڑے میں بات کرتے تھے اور بڑھاپے میں بھی بات کرتے تھے (المائدہ: ۱۱۰)۔

اس آیت میں بڑھاپے میں بات کرنے کی توفیق کا احسان جتلا یا گیا ہے۔ بڑھاپے میں ہر کوئی بات کر سکتا ہے، پھر حضرت عیسیٰ پر یہ خصوصی احسان کیسا؟ یہ احسان اسی صورت میں جتلا یا جا رہا ہے کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد وہی زمینی اور علاقائی گفتگو فرمائیں گے جو انکی مادری زبان میں نہیں ہوگی۔ حضرت علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: أَخْبَرَنَا أَنَّهُ يَنْزِلُ عَنْهُ قَلِيلٌ مِنَ الْجِبَالِ كَهْلًا یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ دجال کو قتل کرنے کے وقت بڑھاپے کی عمر میں نازل ہوں گے (المحرر الحلیہ ۲/۷۳۸)۔ وَبِهِ أَسْتَدِلُّ عَلَى أَنَّهُ مَسْنُونٌ فَإِنَّهُ رُفِعَ قَبْلَ أَنْ يَكْثُرَ (بیضاوی ۱/۲۸۸)۔ یَقِينُ نَزُولَهُ قَبْلَ السَّاعَةِ (جلالین صفحہ ۱۱۰)۔

(۷)۔ اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد ہے وَإِنَّهُ لَعَلَّمَكُمُ اللَّسَانَ یعنی عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے (الزخرف: ۶۱)۔ اس آیت کی ایک قرأت عَلَّم (ع اور ل کے زبر کے ساتھ) بھی ہے اور یہ قرأت حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)۔ جس سے اس آیت کا مفہوم کھر کر سامنے آ گیا ہے۔

حدیث شریف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت میں قیامت کی نشانی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم کی قیامت سے پہلے تشریف آوری ہے ھُوَ خَرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مسند احمد حدیث: ۲۹۲۳)۔

حیات مسیح پر متواتر احادیث

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخَنزِيرَ وَيَضَعُ الْحَرْبَ

وَيُفِيضُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَافَرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا نِيُؤْمِنُ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا [بخاری حدیث رقم: ۳۴۴۸، مسلم حدیث رقم: ۳۸۹، ترمذی حدیث رقم: ۲۲۳۳]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا، فیصلے کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کر دے گا۔ جنگ بند کر دے گا اور مال کو بہادے گا حتیٰ کہ اسے کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک مجدد دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہو جائے گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ کوئی ایسا اہل کتاب نہیں جو اس پر اس کی موت سے پہلے ایمان نہ لے آئے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

یہ حدیث صحیح بھی ہے اور متواتر بھی ہے اور اس کے تواتر کا اعتراف مرزا قادیانی کو بھی ہے۔ ملاحظہ کریں مرزا قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۰۰۔

مرزا قادیانی یہ بھی لکھتا ہے کہ: جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے اسلام جمع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا، لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایمان اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۳)۔

(۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ يَعْنِي عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ إِنَّهُ نَازِلٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْخُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ بَيْنَ مُنْصَرَتَيْنِ كَانَ رَأْسُهُ يَقْطُرُ وَإِنْ لَمْ يَصْبْهُ بَلَلٌ ، فَيَقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَيَذُلُّ الصَّلِيبَ وَيَقِيلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُهْلِكُ اللَّهُ فِي زَمَانِهِ الْمَلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ وَيُهْلِكُ الْمَسِيحُ الدُّجَالَ فَيَمُوتُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ، ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيَصْلَى عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ [ابو داؤد حدیث رقم: ۴۳۲۴] ، وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ هُوَ مَرْبُوعٌ الْخَلْقِ إِلَى الْخُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ حِينَ رَأَاهُ لَيْلَةُ الْمِعْرَاجِ [مسلم حدیث: ۴۱۹]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میرے اور اس کے درمیان یعنی حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اس نے نازل ہوتا ہے۔ جب تم اسے دیکھو تو اسے پہچان لو۔ سرخی اور سفیدی سے ملاحظہ آدی ہے۔ وہ ہلکے پیلے رنگ کے کپڑوں میں ہوگا۔ ایسے لگے گا کہ اس کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہیں خواہ اس تک رطوبت نہ پہنچی ہو۔ وہ لوگوں سے اسلام کی خاطر جنگ لڑے گا۔ پس صلیب کو کاٹ دے گا اور خنزیر کو قتل کر دے گا اور جزیہ ختم کر دے گا اور اسکے زمانے میں اللہ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ مسیح، دجال کو قتل کر دے گا۔ وہ زمین میں چالیس سال گزارے گا۔ پھر اسے موت دی جائے گی اور مسلمان اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ان کی رنگت سرخی اور سفیدی کے درمیان ملی جلی تھی جب آپ ﷺ نے انہیں معراج کی رات دیکھا تھا۔

(۳) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَعِنْدَ ذَلِكَ يَنْزِلُ أَخِي ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ [کنز العمال ۲۶۸/۷، مجمع الزوائد ۳۴۹/۷ حدیث رقم: ۱۲۵۴۳]۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے وقت میں میرا بھائی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔

(۴) وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلْيَهُودِ أَنْ عِيسَى لَمْ يَمُتْ وَأَنَّهُ رَاجِعٌ إِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ زَوَّاهُ ابْنُ جَبْرِ [ابن جریر ۳۰۵/۳ حدیث رقم: ۵۶۲۰، درمنثور ۲۶/۲، ابن کثیر ۵۰۵/۱]۔ صحیح، و ما ارسله الحسن فهو عن سيدنا علي ؓ و كان يكتم اسمه من حجاج

ترجمہ: حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: بے شک عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ قیامت کے دن سے پہلے پہلے تمہارے پاس واپس آئیگا۔

(۵) وَعَنْ رَبِيعٍ ع قَالَ إِنْ النَّصَارَى اتَّوَا النَّبِيَّ ﷺ لَقَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ رَبَّنَا حَتَّى لَا يَمُوتَ وَأَنْ عِيسَى يَأْتِي عَلَيْهِ الْفَنَاءُ [ابن جریر ۲۰۱/۳ حدیث رقم: ۵۱۳۷]۔

ترجمہ: حضرت ربیع ؓ فرماتے ہیں کہ عیسائی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے مرے گانہیں اور عیسیٰ پر نفا آئے گی۔

(۶) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّاكُمْ مِنْكُمْ وَقَالَ ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ فَأَمَّاكُمْ أَيْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ [مسلم حدیث رقم: ۳۹۲، ۳۹۳، شرح السنة حدیث رقم: ۴۲۷۷]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہاری راہنمائی تمہاری شریعت کے مطابق کرے گا۔ ابن ابی ذنب نے فرمایا کہ وہ تمہاری راہنمائی اللہ کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت سے کرے گا۔

(۷) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَابِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَى صَلِّ لَنَا ، فَيَقُولُ لَا إِنْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ أَمْرَاءُ تَكْرِيمًا لِلَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ [مسلم حدیث رقم: ۳۹۵]۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ میری امت کا ایک گروہ حق کیلئے غالب ہو کر قیامت تک لڑتا ہی رہے گا۔ فرمایا پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ انکا امیر کہے گا آئیے ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے نہیں۔ تم میں سے بعض بعضوں پر امیر ہیں اللہ کی طرف سے اس امت کو اعزاز ہے۔

(۸) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَأَمَّاكُمْ مِنْكُمْ [مسلم حدیث رقم: ۳۹۲، بخاری حدیث رقم: ۳۴۴۹]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

(۹) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ فِيكُمْ وَأَمَّاكُمْ مِنْكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَقَالَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيحِ عَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ ، وَآخَرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ وَجْهِ آخَرَ عَنْ يُونُسَ ، وَإِنَّمَا أَرَادَ نَزْوُلَهُ مِنَ السَّمَاءِ بَعْدَ الرُّفُوعِ إِلَيْهِ [کتاب الاسماء والصفات للبيهقي ۱۶۶/۲]۔ الْحَدِيثُ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

(۱۰) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَهْلُنَ ابْنُ مَرْيَمَ بَفَجِّ الرُّوحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ لَيْثِيْنَهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ [مسلم حدیث رقم: ۳۰۳۰]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ابن مریم روحا کے راستے پر ضرور بہ ضرور حج یا عمرہ کے لیے یادوں کے لیے آئے ہوئے کلمہ توحید بلند کریں گے۔

(۱۱) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بَيْنَهُمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَا زَدُنَّ عَلَيَّ ، يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَيْ بَنِي آخِي إِنْ رَأَيْتُمُوهُ فَقُولُوا أَبُو هُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْأَسْنَدُ [مسند حاکم حدیث رقم: ۴۲۱۴]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم ضرور پر ضرور اتریں گے۔ حاکم، عادل، امام اور منصف بن کر اور حج یا عمرہ کے لیے یادوں کی نیت کر کے راستہ چلیں گے اور میری قبر پر ضرور آئیں گے حتیٰ کہ مجھے سلام کہیں گے اور میں ضرور پر ضرور انہیں جواب دوں گا۔ ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی کے بیٹو! اگر تم انہیں دیکھو تو کہنا ابو ہریرہ آپ کو سلام کہتا ہے۔

(۱۲) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمُوتُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ، ثُمَّ يَمُوتُ فَيُذْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِي ، فَأَقُولُ أَنَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرِ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْوَفَا [الوفا ۸۱۴/۲]۔ لَمْ يُعْرِفْ سَنَدَهُ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف نازل ہوگا۔ پھر نکاح کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی اور پچاس سال زندہ رہے گا۔ پھر فوت ہوگا اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کیا جائے گا اور میں اور عیسیٰ بن مریم ایک

ہی مقبرے میں ابوبکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

(۱۳) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ ۞ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ، وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ يُلَاقِيَنَّ مَعَهُ، قَالَ أَبُو مُوَدُّودٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرِ رِوَاةِ التِّرْمِذِيِّ [ترمذی حدیث رقم: ۳۶۱۷]۔ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سلام ۞ فرماتے ہیں کہ محمد ۞ کی صفت تورات میں لکھی ہوئی ہے اور یہ کہ عیسیٰ بن مریم ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابومودود کہتے ہیں کہ روضہ انور میں ایک قبر کی جگہ ابھی باقی ہے۔

دجال کے بارے میں احادیث

چونکہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے دجال کا سامنا کرنا ہے اور اسے قتل کرنا ہے، لہذا دجال کے بارے میں احادیث اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اسے قتل کرنا ہم صریحاً احادیث میں دکھاتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ دجال کا حلیہ کیا ہے اور دجال سے مراد کون ہے۔

(۱۴) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ۞ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ۞ يَقُولُ مَا بَيْنَ خَلْقِي آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ [مسلم حدیث رقم: ۷۳۹۵]۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین ۞ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ۞ کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت آدم کے پیدا ہونے سے لیکر قیامت قائم ہونے تک دجال سے سخت کوئی معاملہ نہیں۔

(۱۵) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ غُمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ۞ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عَيْنَةُ طَافِيَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرَّابٍ [مسلم حدیث رقم: ۷۳۶۱، بخاری حدیث رقم: ۳۴۳۹]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ۞ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کانٹا نہیں ہے اور بے شک مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانٹا ہے۔ جیسے اس کی آنکھ پھولے ہوئے انگوڑی کی طرح ہے۔

(۱۶) وَعَنْ أَبِي ۞ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ۞ مَا بَيْنَ نَبِيِّ إِلَّا قَدْ آنَلَرَأْتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابُ، إِلَّا إِيَّاهُ أَغْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَفَرَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَالْبَخَارِيُّ [مسلم حدیث رقم: ۷۳۶۳، بخاری حدیث رقم: ۷۱۳۱، ترمذی حدیث رقم: ۲۲۴۵، ابو داؤد حدیث رقم: ۴۳۱۶]۔

ترجمہ: حضرت انس ۞ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ۞ نے فرمایا: کوئی ایسا نبی نہیں جس نے اپنی امت کو کانٹے کے ڈاب سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار وہ کانٹا ہوگا اور بے شک تمہارا رب کانٹا نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کف رکھا ہوا ہوگا۔

(۱۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۞ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ۞: أَلَا أَحَدَيْتُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَالِ مَا حَدَّثْتُ بِهِ نَبِيٍّ قَوْمَهُ أَنَّهُ أَغْوَرُ وَأَنَّهُ يُجِئُ مَعَهُ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَأَلْتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ، وَإِنِّي أَنذِرُكُمْ كَمَا أَنذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ [مسلم حدیث رقم: ۷۳۷۲، بخاری حدیث رقم: ۳۳۳۸، ابن ماجہ حدیث رقم: ۴۰۷۱]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ۞ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ۞ نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں بات بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی۔ بے شک وہ کانٹا ہے اور اپنے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی چیزیں لے کر آئے گا۔ جسے وہ جنت کہے گا وہ جہنم ہوگی۔ میں تمہیں ڈراتا ہوں جیسے حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا۔

(۱۸) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ۞ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ۞ قَالَ يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هَمُومُهُ الْمَدِينَةُ، حَتَّى يَنْزِلَ ذُبُرَ أُحُدٍ، ثُمَّ تَصْرَفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلِ الشَّامِ وَهَذَا يَهْلِكُ [مسلم حدیث: ۳۳۵۱، ترمذی حدیث: ۲۲۴۳]۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ۞ نے رسول اللہ ۞ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: مسیح دجال مشرق سے آئے گا، اس کی منزل مدینہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اُحد کے پیچھے پڑاؤ ڈالے گا۔ پھر فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں وہ ہلاک ہوگا۔

(۱۹) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غُمَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ۞ قَالَ رَأَيْتِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكُفَّةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَمَا خَسَنَ مَا أَنْتَ رَأَى مِنْ آدَمِ الرِّجَالِ، لَهُ لُحْمَةٌ كَمَا خَسَنَ مَا أَنْتَ رَأَى مِنَ اللَّحْمِ قَدْ رَجَلَهَا فِيهِ تَقَطَّرَ مَاءٌ مُتَكِنًا عَلَى عَوَاتِقِي وَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَسَنَلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ، قَالَ ثُمَّ إِذَا أَنَا

بِرَجُلٍ جَعِدَ قَطِطَ أَغْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَانَ عَيْنَهُ عَيْنَةً طَائِفَةً كَأَشْبَهَ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بَابِنِ قَطِنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكَبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ خَرَّازٍ [موطأ مالك كتاب صفة النبي ﷺ باب ما جاء في صفة عيسى ابن مريم عليه السلام والدجال حديث: ٢٠، مسلم حديث: ٤٢٥٠، بخاری حديث رقم: ٥٩٠٢]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات خواب میں کبے کے پاس گندی رنگ کے ایک خوبصورت آدمی کو دیکھا جتنے گندی رنگ کا کوئی خوبصورت ترین آدمی تم نے دیکھا ہو۔ اس کے گیسو کندھوں تک تھے۔ اتنے خوبصورت جتنے خوبصورت ہال تم نے دیکھے ہوں گے۔ ان میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دو آدمیوں کے کندھوں کا سہارا لے کر کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہنے لگے یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ فرمایا پھر میں نے ٹھٹھکیا لے بالوں والے ایک دائیں آنکھ سے کانے آدمی کو دیکھا جس کی آنکھ گویا پھولا ہوا انور تھی۔ میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سے وہ ابن قطن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بیت اللہ کا طواف کرتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ کہنے لگے یہ مسیح دجال ہے۔

(۲۰) وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ مَنَاذِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُنَادِي الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكُنْتُ فِي صَفِّ النِّسَاءِ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ، جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزُمُ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَذَرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ إِنِّي وَاللَّهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنْ تَبَيَّنَا الدَّارَ كَانَ رَجُلَانِ نَصْرَانِيًّا فَجَاءَا وَأَسْلَمَا وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أَخْبَرُكُمْ بِهِ عَنْ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بِخَرِيبَةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَحْمٍ وَجَدَامٍ فَلَعَبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَارْتَفَعُوا إِلَى جَزِيرَةٍ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوا فِي أَقْرَبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ ذَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرِ الشَّعْرِ لَا

يَلْزُقُونَ مَا قَبْلَهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثَرَةِ الشَّعْرِ قَالُوا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَخْبَارِ قَالَ لَمَّا سَمِعْتُ لَنَا رَجُلًا فَرَقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَاَنْطَلَقْنَا سِرَاعًا، حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَإِذَا فِيهِ أَكْظَمُ إِنْسَانٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ خَلَقًا، وَأَشَدُّ وَثَاقًا، مَجْمُوعَةً يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ، مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ! مَا أَنْتَ؟ قَالَ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا نَحْنُ أَنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا سَفِينَةً بِخَرِيبَةٍ فَلَعَبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا، فَدَخَلْنَا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْنا ذَابَّةٌ أَهْلَبُ، فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ، إِيغِمِدُوا إِلَى هَذَا فِي الدَّيْرِ، فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا، فَقَالَ، أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلٍ بَيْسَانَ هَلْ تُفْسِرُ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ أَمَا إِنَّهَا تُوشِكُ أَنْ لَا تُفْسِرَ، قَالَ، أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةٍ الطُّبْرِيَّةِ هَلْ فِيهَا مَاءٌ؟ قُلْنَا هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، قَالَ إِنْ مَاءُهَا يُوشِكُ أَنْ يَلْهَبَ، قَالَ، أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنٍ رُغْرُ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ؟ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ؟ قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَاءِهَا، قَالَ، أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيٍّ الْأَمِينِ مَا فَعَلَ؟ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَنْزِلًا، قَالَ أَقَاتِلَةُ الْعَرَبِ؟ قُلْنَا نَعَمْ، قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ، قَالَ أَمَا إِنْ ذَلِكَ خَيْرٌ لَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي، أَنَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ وَإِنِّي يُوشِكُ أَنْ يُودَنْ لِي فِي الْخُرُوجِ فَأَخْرُجُ فَأَسِيرُ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدْعُ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَبِيبَةٍ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاجِدًا مِنْهُمَا، اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفَ صَلَّاتًا يَضِلُّبِي عَنْهَا، وَإِنْ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ مِنْهَا مَلَائِكَةٌ يَحْرُسُونَهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هَلِ هَذِهِ طَبِيبَةٌ، هَلِ هَذِهِ طَبِيبَةٌ، يَعْنِي الْمَدِينَةَ، أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ؟ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ، أَلَا أَنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلَّ مِنْ قَبْلِي الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، وَأَوَّمَا بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ [مسلم حديث رقم: ٧٣٨٦، ابو داود حديث رقم: ٤٣٢٦، ترمذی حديث رقم: ٢٢٥٣، ابن ماجه حديث رقم: ٤٠٧٤]۔

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اعلان کرنے والے کو اعلان کرتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا نماز لوگوں کو جمع کرنے والی ہے۔ میں مسجد کی طرف نکلی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں خواتین کی صف میں تھی۔ جب آپ ﷺ اپنی نماز پڑھ چکے تو منبر پر تشریف فرما ہو گئے اور آپ ﷺ ہنس رہے تھے۔ فرمایا: ہر انسان اپنی نماز والی جگہ پر بیٹھا رہے پھر فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم میں نے تمہیں ترغیب دینے یا خوف دلانے کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تم داری ایک عیسائی آدمی تھا وہ آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اس نے مجھے ایک بات سنائی۔ وہ اس بات کے عین مطابق ہے جو میں تمہیں مسیح دجال کے بارے میں بتایا کرتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ بنی لُحْم اور بنی جذام کے تین آدمیوں کے ہمراہ سمندری کشتی میں سوار ہوا۔ ایک مہینے تک لہریں ان سے سمندر میں کھیلتی رہیں۔ ایک روز وہ غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرے کے اندر داخل ہوئے۔ انہیں گھنے بالوں والا موٹا سا جانور ملا۔ بالوں کی کثرت کے باعث اس کے اگلے اور پچھلے حصے میں ہم تمیز نہیں کر پا رہے تھے۔ انہوں نے کہا خانہ خراب تو کون ہے؟ کہنے لگی میں جاسوس ہوں۔ تم کلیسا میں اس آدمی کے پاس جاؤ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے۔ جب اس نے ہمارے سامنے آدمی کا نام لیا تو ہم ڈر گئے کہ یہ شیطان نہ ہو۔ ہم جلدی سے گئے حتیٰ کہ کلیسا میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک بہت بڑا آدمی تھا کہ ایسا آدمی ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ مضبوطی سے بندھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ تھے۔ گھٹنوں سے گھٹنوں تک بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا ہم نے کہا خانہ خراب تو کون ہے؟ کہا کہ میرے متعلق تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا تم بتاؤ کہ کون ہو؟ کہا کہ ہم عرب کے رہنے والے ہیں۔ سمندری کشتی میں سوار ہوئے تھے کہ ایک مہینے تک لہریں ہمارے ساتھ کھیلتی رہیں۔ ہم جزیرے میں داخل ہوئے تو ہمیں ایک موٹا سا جانور ملا وہ بولی کہ میں جاسوس ہوں تم اس کلیسا میں اس کے پاس جاؤ۔ ہم جلدی سے حیرت کی طرف آ گئے۔ اس نے کہا کہ مجھے بیسان کے باغ کے متعلق بتاؤ کیا اس میں پھل لگتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا عنقریب وہ پھل نہیں دے گا۔ کہا کہ مجھے بحیرہ طبریہ کے متعلق بتاؤ کہ کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں

بہت پانی ہے۔ کہا عنقریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔ کہا کہ مجھے عین زغر کے متعلق بتاؤ کیا اس کے چشمے میں پانی ہے اور کیا اس کے مالک چشمے کے پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ کہا کہ مجھے امیوں کے نبی کے متعلق بتاؤ کہ اس نے کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ کہا کیا عرب ان سے لڑے؟ ہم نے کہا ہاں۔ کہا ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ قرب و جوار کے عرب پر غالب آئے اور وہ لوگ اطاعت گزار ہیں۔ اس نے کہا ان کی اسی میں خیر ہے کہ اس کی پیروی کریں اور میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں بنی دجال ہوں۔ عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت ملے گی۔ پس میں نکل کر زمین میں پھروں گا اور چالیس دنوں کے اندر کوئی ایسی بستی نہیں رہے گی جس میں نہ اتروں سوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے وہ دونوں مجھ پر حرام ہیں۔ جب ان میں سے کسی کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو مجھے فرشتہ ملے گا جس کے ہاتھ میں تلوار ہوگی۔ جس کے ساتھ مجھے روکے گا اور انکے ہر راستے پر حفاظت کے لیے فرشتے ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا مبارک عصا منبر پر مارا اور فرمایا کہ یہ مدینہ طیبہ ہے۔ طیبہ ہے۔ طیبہ ہے۔ کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا؟ لوگ عرض گزار ہوئے، جی ہاں۔ فرمایا کہ وہ بحر شام یا بحر یمن میں نہیں بلکہ مشرق کی جانب ہے، اور دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔

(۲۱) وَعَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ ؓ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الدَّجَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفِضَ فِيهِ وَزَقَعَ حَتَّى طَنَنَاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا، فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ؟ فَلَمَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَكَرْتُ الدَّجَالَ غَدَاةً فَخَفِضْتُ فِيهِ وَزَقَعْتُ، حَتَّى طَنَنَاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ غَيْرِ الدَّجَالِ أَخَوْفِي عَلَيْكُمْ، إِنَّ يَخْرُجَ وَأَنَا فِيكُمْ لَمَّا حَجَّجُكُمْ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجَ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَاْمُرْهُ حَجَّجَ نَفْسِهِ، وَاللَّهِ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، إِنَّهُ شَابٌ قَطَطٌ، غَيْنُهُ طَائِفَةٌ، كَأَنِّي أَشَبُّهُ بِبَعِيدِ الْعُزَّى، بَنِي قَطْنٍ، فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ قَوَائِمَ سُورَةِ الْكَهْفِ، إِنَّهُ خَارِجُ خَلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللَّهِ فَاتَّبِعُوا، فَلَمَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا لَيْسَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ أَرَأَيْتُمْ يَوْمًا، يَوْمَ كَسَنَةِ يَوْمٍ كَشْهَرِ يَوْمٍ كَجُمْعَةِ

وَسَابِرُ أَيَامِهِ كَأَيَّامِكُمْ ، فَلَمَّا يَارَسُولَ اللَّهِ فَلَذَلِكَ الْيَوْمَ الَّذِي كَسَنَةِ اتَّكْفِينَا فِيهِ صَلَوةُ يَوْمٍ ؟ قَالَ لَا ، أَقْلُزُوا لَهُ قَلْدَرَهُ ، فَلَمَّا يَارَسُولَ اللَّهِ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِي الْأَرْضِ ؟ قَالَ كَالْفَيْثِ اسْتَلْبَرْتُهُ الرِّيحَ ، فَيَأْتِي عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ ، فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ ، وَالْأَرْضَ فَتَنْثَبُ ، فَتَرْوَحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًّا وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمْدَهُ خَوَاصِرَ ، ثُمَّ يَأْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُضْبِحُونَ مُمَجِّلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَبْرَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِي كُنُوزَكَ فَتَتَّبِعُهُ كُنُوزُهَا كَيْفَ يَسِيبُ النَّحْلُ ، ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا مُنْعَلًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ ، فَيَقْطَعُهُ جَزَلَتَيْنِ رَمِيَةِ الْفَرَسِ ، ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيَقْبَلُ وَيَهْتَلُ وَجْهَهُ وَيَضْحَكُ ، فَيَسْمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقَى دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ ، وَاضْعَا كَتِفِيهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَينِ ، إِذَا طَاطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ ، وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُحَمَانُ كَاللُّوْلُوءِ ، فَلَا يَجُلُ لِكَاكِبٍ يَجِدُ رِيحَ نَفْسِهِ إِلَّا مَاتَ ، وَنَفْسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرَفُهُ ، فَيُطْلَبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بَبَابُ لَيْلٍ ، فَيَقْتُلُهُ ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيَحْلِلُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ ، فَيَسْمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَذْنِبُونَ لِأَحَدٍ بِقَنَاتِهِمْ ، فَخَرَزُوا عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبْرِئَةٍ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهِدِهِ مَرَّةٌ مَاءٌ ، وَيُخَصِّرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابَهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الطُّورِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمْ الْيَوْمَ ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ ، فَيُرْسِلُ إِلَهُ عَلَيْهِمُ النَّعْفَ فِي رِقَابِهِمْ ، فَيُضْبِحُونَ قَرَسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهْمُهُمْ وَتَشْتَهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ

إِلَى اللَّهِ فَيُرْسِلُ اللَّهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُغْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَقْطُرُهُمْ حَيْثُ خَاءَ اللَّهُ ، ثُمَّ يُرْسِلُ إِلَهُ مَطَرًا لَا يَكُنْ مِنْهُ بَيْتٌ مَدِيرٌ وَلَا وَبَرٌ ، فَيَغْشَى الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَاقَةِ ثُمَّ يَقَالُ لِلْأَرْضِ ابْتِئِي لِمَرْكَبٍ وَرُذَى بَرَكَتِكَ فَيَوْمِئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَانَةِ ، وَيَسْتَظِلُّونَ بِقَفْطِحِهَا وَيَبَارِكُ فِي الرَّسْلِ ، حَتَّى إِنَّ اللَّفْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِتَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللَّفْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللَّفْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخْدَ مِنَ النَّاسِ ، فَيَسْمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبِطِهِمْ ، فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمْرِ ، فَعَلَيْهِمْ تَقْوَمُ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ [مسلم حديث رقم: ۷۳۷۳، ترمذی حدیث رقم: ۲۲۴۰، ابو داؤد حدیث رقم: ۴۳۲۱، ابن ماجه حدیث رقم: ۴۰۷۵]۔

ترجمہ: حضرت لواس بن سمان ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجال کا ذکر فرمایا۔ آپ نے اس کے قتل کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے۔ جب ہم شام کے وقت آپ ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ ہمارے ان تاثرات کو بھانپ گئے آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صبح آپ نے دجال کا ذکر کیا آپ نے اس کے قتل کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا۔ حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال کے علاوہ دوسرے قتلوں سے مجھے زیادہ خوف ہے۔ اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں نکلا تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ اور تمکبان ہے۔ دجال تو جوان اور گھونگر یا لے پالوں والا ہوگا۔ اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ میں اس کو عبد العزی بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں۔ تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں پڑھے۔ بلاشبہ شام عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہوگا وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ وہ زمین میں کب تک رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن تک، ایک دن ایک سال

کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا، آپ نے فرمایا: نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اعزازہ کر لیتا، ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، وہ ایک قوم کے پاس جا کر ان کو ایمان کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، ان کے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لے، تھن بڑے اور کوکھیں دراز ہوں گی، پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر ان کو دعوت دے گا، وہ اس کی دعوت کو مسترد کریں گے۔ وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا، ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان کے پاس ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا، پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گزرے گا اور زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو، تو زمین کے خزانے اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں پھر وہ ایک کزیل جوان کو بلائے گا اور تلواریں اس کے دو گھڑے کر دے گا، جیسے نشانہ پر کوئی چیز لگتی ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا، دجال کے اسی معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے طے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے کریں گے، جس کا فریک بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا، اور ان کی خوشبو منہائے نظر تک پہنچے گی، وہ دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لڈ پر اس کو موجود پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، وہ ان کے چہروں پر دست شہادت پھیریں گے، اور انہیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے، ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا، میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو، اللہ تعالیٰ

یا جوج اور ماجوج کو بھیجے گا، اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت بھٹکتے ہوئے آئیں گے، ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبرستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی، پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گزریں گی تو وہ کہیں گی یہاں پر کسی وقت پانی تھا، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک تیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے سودینار سے افضل ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ یا جوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ سختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا، یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا، پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ، سو اس دن ان کی جماعت ایک اتار کو (سیر ہو کر) کھالے گی، اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بظلوں کے نیچے گئے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کرے گی، اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

دجال سے متعلق احادیث میں بیان ہونے والی شفاف باتیں

دجال سے متعلق ان احادیث کا بغور مطالعہ فرمائیے۔ یہ احادیث بخاری اور مسلم سمیت صحاح وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں اور دجال کی خبر امت مسلمہ میں تو اتار سے موجود ہے۔ خصوصاً یہ نکات نوٹ کرنے کے قابل ہیں کہ:

دجال کا نام ہوگا (بخاری: ۳۳۳۹، مسلم: ۷۳۶۱)۔ دجال سمندر پار بندھا ہوا ہے

مسلم: ۷۳۸۶) دجال کا خروج شام اور عراق کے درمیان ہوگا (مسلم: ۷۳۷۳) دجال یہودی ہوگا (مسلم: ۷۳۳۹) دجال اپنے شعبدوں کی بنا پر نبوت کا دعویٰ کرے گا (مسلم: ۷۳۷۵) دجال ایک خاص شخصیت ہے (بخاری، مسلم وغیرہ میں کئی احادیث)۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا (بخاری: ۷۳۶۱، مسلم: ۷۳۶۳) دجال مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا (مسلم: ۷۳۳۸)۔ دنیا کا سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہوگا (مسلم: ۷۳۹۶)

اگر دجال سے مرزا کے ہم عصر پادری مراد ہوں تو دجال کی مذکورہ بالا تمام نشانیاں بے فائدہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ نیز اگر دجال سے مراد پادری لیے جائیں تو مرزا کے دور سے بہت پہلے ہلاکو خان کو دجال سمجھ لیا گیا ہوتا جس نے مرزا کے ہم عصر پادریوں سے لاکھوں گنا زیادہ تباہی مچائی تھی۔ دور کیوں جاتے ہو! آج پندرہویں صدی کا وہ پادری دجال کہلانے کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا جس نے قرآن پر فرضی مقدمہ چلایا کہ اسے سزائے موت سنانے کے بعد آگ میں جلا دیا (الامان)۔ یا پھر وہ شخص دجال سمجھ لیا جاتا جس نے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے اور کارٹون تیار کیے تھے۔ قادیانیوں میں اگر ہمت ہے تو مرزا قادیانی کو آواز دیں اور اس سے پوچھیں کہ تمہیں تو تمہارے ربی انگریز نے پناہ دی اور تم اپنے فرضی دجال کے مقابلے پر انگریز اور ملکہ وکٹوریہ کی آغوش میں چھپ گئے لیکن آج بتاؤ! مسلمانوں کے کئی ممالک پر حملہ، ایٹمی ہتھیاروں سے جنگ، کارپٹ بمباری کے ساتھ ساتھ قرآن کو جلا ڈالنے اور سزائے موت سنانے اور کارٹون بنانے کے علاوہ مغربی سازش ہر لحاظ سے ارتقاء پا چکی ہے۔ اس طرح اگر دجال ثابت ہو سکتا تو پھر کم از کم مسلمان رشدی کو ہی دجال سمجھ لیا جاتا۔

یارو ادین میں تحریف کی حد ہوگئی! مرزا قادیانی جس طرح دجال کی شخصیت کو متعین کرتا ہے اس کے مزموہ و مفروضہ دجال سے ہزار گنا زیادہ دجالی کا حقدار ابو جہل تھا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی ابن صیاد کا نام بھی تھا اور اگر دحان نہیں کہہ سکتا تھا تو دُخ دُخ ضرور کر لیتا تھا (بخاری، مسلم) اس کے باوجود وہ دجال نہ لکھا۔ پھر مرزا قادیانی ان تمام حقائق اور قرآن کی روشنی میں دجال کی شخصیت سمجھنے میں کیوں غلطی کھا گیا اور سچ پوچھو تو یہ تحقیقی غلطی نہیں بلکہ محض فریب کاری

اور خود فریبی دونوں کا مجموعہ ہے۔ بلکہ احادیث کو غور سے پڑھیے تو خود مرزا میں دجال کی واضح نشانیاں پائی جاتی ہیں، نبوت کا دعویٰ کرنا، ایک آنکھ سے عاری ہونا، مکہ شریف اثر مدینہ منورہ جانے سے محروم رہنا۔

یہ ایک نفسانی مسئلہ ہے کہ ہر شخص خصوصاً ہر مبلغ اپنے مشن کو اہم اور اپنے مخالف کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیتا ہے۔ یہ جملہ دوبارہ پڑھ لو! ہم حقیقت عرض کر رہے ہیں! انہی لوگوں نے تباہی زیادہ مچائی جنہیں جب کسی سے مقابلہ، نسل اور لگت بازی بنی تو اسی کو سب سے بڑا فتنہ اور وقت کا دجال قرار دیا۔ ہاں واقعی اگر کوئی وقت کا سب سے بڑا فتنہ ہو تو یہ ایک الگ بات ہے۔

قادیانیوں میں اگر کوئی صاحب شعور و انصاف موجود ہے تو مکمل خوفِ خدا کے ساتھ بتائے! کیا واقعی مرزا کا مقابل پادری دجال تھا؟ کیا اس پادری سے بڑے پادری اور اس سے زیادہ خطرناک لوگ اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی نظر نہیں آتے؟ اور کیا واقعی مرزا اور اس کے دجال کے بعد قیامت آچکی ہے؟ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے اور قیامت نہیں آ رہی، تو کیا مرزا جھوٹا درجہ ثابت نہیں ہو رہا؟

بہذا سوالات کی اس بھرمار سے جان چھڑانے کا قادیانیوں کے پاس کوئی باضمیر راستہ نہیں، لے دے کرو ہی مرزا کا پڑھایا ہوا سبق پڑھ دو گے کہ اس امت میں ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں اور جب ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں تو ہزاروں دجال بھی ہو سکتے ہیں لیکن اگر اپنے اندر سے سچ بولنے والا نہیں گیا تو ہمارے مذکورہ بالا سوالات دوبارہ دیکھ لو! دجال ہزاروں نہیں ہو سکتے، دجال فرد واحد ہے اسی لیے اس کا حلیہ، اس کے شعبدے اور سمندر پار اس کا وجود احادیث میں صراحتاً مذکور ہے۔

حیاتِ مسیح پر احادیث میں استعمال ہونے والے مختلف الفاظ:

- ۱۔ نازل ہوگا۔ یَنْزِلُ (بخاری مسلم)۔
- ۲۔ آسمان سے نازل ہوگا۔ إِذَا نَزَلَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ (تہذیبی)۔
- ۳۔ اوپر سے نیچے آئے گا۔ لَيَهْبِطُنَّ (متدرک حاکم)۔
- ۴۔ زمین کی طرف اترے گا۔ یَنْزِلُ إِلَى الْأَرْضِ (الوقاف)۔

- ۵۔ عیسیٰ نہیں مرا۔ اِنْ عِيسَى لَمْ يَمُتْ (ابن جریر)
- ۶۔ عیسیٰ پر فدا آئے گی۔ يَأْتِي عَلَيْهِ الْفَنَاءُ (ابن جریر)
- ۷۔ دمشق کے مشرقی کنارے پر اترے گا۔ يَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ فِيْ دِمَشْقَ (مسلم)
- ۸۔ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں جب اسے دیکھو تو پہچان لو۔ فَاِذَا رَاَيْتُمُوهُ فَادْعُوْهُ (ابوداؤد)
- ۹۔ اللہ اس کے زمانے میں تمام ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ سوائے اسلام کے۔ يَهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمَلَلُ كُلُّهَا (ابوداؤد)
- ۱۰۔ میرا بھائی ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ يَنْزِلُ اَخِيْ اِبْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ (مجمع الزوائد)
- ۱۱۔ میرے ساتھ میرے روئے میں دفن ہوگا۔ يُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِی (الوفا)
- ۱۲۔ دجال کو لد کے دروازے پر پائے گا اور اسے قتل کرے گا۔ يَذْرُكُ الذَّجَالَ بَبَابِ لُدٍ فَيَقْتُلُهُ (مسلم)
- ۱۳۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا اسم گرامی ہر حدیث میں ”مسیح بن مریم“ اور ”عیسیٰ بن مریم“ بیان ہوا ہے۔ مسیح کے نام کی تصریح اور پھر انکی والدہ کے نام کی تصریح فرمانا کسی مثل کے بارے میں سوچنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ گویا یہ وہ مسیح ہے جو کسی باپ کا بیٹا نہیں بلکہ صرف ماں کا بیٹا ہے اور اسکی ماں کا نام اسی لیے لیا جا رہا ہے کہ اس کا باپ نہیں۔ مرزا قادیانی کا باپ موجود ہے اور اسے کسی عورت کا بیٹا کہنے کی حاجت نہیں تھی۔ مثل مسیح کے وجود یا اس کے نزول کا ذکر قرآن میں بھی نہیں، حدیث میں بھی نہیں، حتیٰ کہ امت مسلمہ کے کسی عالم نے بھی یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ بالکل اسی طرح ظلی اور بروز نبوت کے الفاظ بھی حرام ہے کہ کسی نے استعمال کیے ہوں۔

حیات مسیح علیہ السلام پر اجماع

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت سعد بن ابی وقاص قادیسیہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت نعلہ بن معاویہ انصاری کو

تین سو سو اوروں کے حلو ان عراق کی طرف مال قیمت لوٹنے کیلئے بھیجا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں عصر کی نماز کیلئے اذان دی۔ جب وہ اذان کہنے لگے تو اچانک حلو ان کے پہاڑوں میں سے اذان کا جواب سنائی دینے لگا۔ جب نعلہ اذان سے فارغ ہوئے تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، تو جو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے آ کر اپنی صورت دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ اور عمر بن خطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ اس پر ایک شخص کا سر پہاڑ کے شکاف سے ظاہر ہوا۔ اسکے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اس نے اُون کے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے سامنے آ کر سلام کہا اور لوگوں نے اسکے سلام کا جواب دیا۔ لوگوں نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام زریب بن برشلہ ہے۔ میں اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریم کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لیے آسمان سے نازل ہونے کے وقت تک زندہ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔ میری طرف سے عمر کو سلام کہنا اور اسے میری طرف سے بتا دینا کہ قیامت قریب ہے۔ اسکے بعد وہ غائب ہو گیا اور لوگ اسے نہ دیکھ سکے۔ پھر نعلہ نے یہ سارا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور انہوں نے حضرت فاروق اعظم کی طرف لکھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اس کے جواب میں حضرت سعد کو لکھا کہ آپ بھی مہاجرین و انصار کی ایک جماعت لیکر اس پہاڑ پر جائیں اور اگر زریب بن برشلہ سے ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے انہیں سلام کہیں۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مہاجرین و انصار کو لیکر اس پہاڑ پر گئے اور چالیس دن تک ہر نماز کے لیے اذان پڑھتے رہے مگر انہیں کوئی جواب یا آواز سنائی نہ دی (فتوحات مکہ جلد ۱ باب ۳۶ صفحہ ۳۳۶، حیات الحیوان اردو جلد ۱ صفحہ ۱۷۹، ازالۃ الخفاء ۲/۱۶۷-۱۶۸)۔ شیخ اکبر قدس سرہ اپنے کشف کے ذریعے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ گویا ہزاروں صحابہ پر مشتمل ایک عظیم لشکر کا حیات مسیح پر اجماع ہوا۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ الاقدس فرماتے ہیں: فَإِنَّهُ لَمْ يَمُتْ إِلَى الْآنَ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى هَذِهِ السَّمَاءِ یعنی وہ اب تک فوت نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اس آسمان پر اٹھالیا (فتوحات مکہ باب ۳۶ جلد ۱ صفحہ ۸۹)۔

نزول مسیح پر اجماع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لَا خِلَافَ أَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ حَكْمًا مُقْسِطًا یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانے میں حکم اور عادل کے طور پر نازل ہوں گے (فتوحات مکیہ باب ۷۳، جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)۔

تفسیر ابن جریر میں مجاہد کا قول ہے: نَزَعَ اللَّهُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيًّا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھالیا (تفسیر ابن جریر جلد ۴ جز ۲ صفحہ ۲۰)۔

تفسیر بغوی میں ہے کہ: إِنِّي مُتَوَفِّيكَ فِي تَوَفِّي سَءِئَةٍ مَرَدِّ قَبْلِكَ كَرَكَةِ آسَمَانَ پَر لے جاتا ہے۔ یا پھر نیند دے کر آسمان پر لے جاتا مراد ہے۔ یا پھر..... چند لمحوں کے لیے موت دے کر دوبارہ زندہ کر کے آسمان پر لے جاتا مراد ہے۔ یا پھر تَوَفِّي سے وہ موت مراد ہے جو نزول کے بعد واقع ہوگی اور اس آیت کے الفاظ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَىٰ مِثْلِهِ میں تقدیم و تاخیر ہے (بغوی جلد ۱ صفحہ ۳۵۹، صفحہ ۳۶۰)۔

یہ مفصل بحث صرف امام بغوی ہی نے نہیں کی بلکہ بہت سارے دوسرے مفسرین نے بھی کی ہے۔ مثلاً تفسیر البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۷۵۶ پر یہی بحث تفصیل سے لکھنے کے ابن عطیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى مَا تَضَمَّنَتْهُ الْحَدِيثُ الْمَتَوَاتِرُ مِنْ: أَنَّ عِيسَى فِي السَّمَاءِ حَيٌّ وَأَنَّهُ يَنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ، فَيَقْتُلُ الْخِزْيَانِ وَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ، وَيَفِيضُ الْمَالُ، وَتُظْهِرُ بِهِ الْمِلَّةُ، مِلَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَخْجُجُ النَّبِيُّ، وَيَغْتَمِرُ، وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ سَنَةً وَقِيلَ أَرْبَعِينَ سَنَةً یعنی اس پر امت کا اجماع ہے اور متواتر حدیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ موجود ہیں، اور یہ کہ وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے، اور مال کو بھادیں گے، ان کے ذریعے سے امت محمدیہ (ﷺ) غالب آجائے گی، وہ کعبہ کا حج کریں گے، اور عمرہ کریں گے، اور زمین میں چوبیس یا چالیس سال زندہ رہیں گے (البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۷۵۶، ۷۵۷)۔

تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ پر یہی مفصل بحث موجود ہے۔ پھر یہی بحث اپنے مختلف انداز

میں امام خازن نے تفسیر خازن جلد ۵ صفحہ ۲۵۵ پر لکھی ہے۔ یہی ساری بحث تفسیر ابن کثیر میں ان کے اپنے جداگانہ الفاظ میں موجود ہے ملاحظہ کریں (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۵)۔

علماء نے تمہارے کان کی کھڑکیاں کھول دی ہیں اور واضح کر کے رکھ دیا ہے کہ تَوَفِّي کا معنی کچھ بھی ہو، لیکن بہر صورت حضرت مسیح کا آسمان پر جسم سمیت اٹھائے جانا قرآن سے، متواتر احادیث سے اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إِنَّ التَّوَفِّيَّ أَخْذُ الشَّيْءِ وَإِلَيَّا وَلَمَّا عَلِمَ اللَّهُ أَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُخْطَرُ بِبَالِهِ أَنَّ إِلَهِي رَفَعَهُ اللَّهُ هُوَ رُوحُهُ لَا جَسَدُهُ ذَكَرَ هَذَا الْكَلَامَ لِيَذُلَّ عَلَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رُفِعَ بِجَسَدِهِ إِلَى السَّمَاءِ بِرُوحِهِ وَبِجَسَدِهِ وَيَذُلُّ عَلَى صِحَّةِ هَذَا التَّأْوِيلِ قَوْلُهُ تَعَالَى: وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ۔

ترجمہ: بے شک تو فی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ لوگوں میں سے کسی کو یہ شبہ ہوگا کہ جسے اٹھایا گیا ہے وہ عیسیٰ کی روح ہے جسم نہیں، تو اللہ نے یہ کلام ارشاد فرمایا تاکہ واضح ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پورے کے پورے آسمان کی طرف اٹھائے گئے، روح سمیت بھی اور جسم سمیت بھی، اس معنی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے کہ فرمایا: وہ تجھے کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے (النساء: ۱۱۳)۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۷)۔

امام رازی کی عبارت کو ذرا کھلے دل سے پڑھیں۔ یہ عقلیات کے ماہر ترین مفسر ہیں۔ اگر رفع الی السماء میں کوئی عقلی قباحت ہوتی تو ضرور بول جاتے۔

تفسیر جامع البیان میں ہے: وَإِلَّا جَمَاعٌ عَلَى أَنَّهُ حَيٌّ فِي السَّمَاءِ وَيَنْزِلُ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ وَيُؤَيِّدُ الدِّينَ یعنی اس پر اجماع ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور نازل ہوں گے، اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی مدد کریں گے (جامع البیان صفحہ ۵۲)۔

امام قرطبی لکھتے ہیں: بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ: أَيَّ إِلَى السَّمَاءِ وَاللَّهُ تَعَالَى مُتَعَالٍ عَنِ الْمَكَانِ یعنی بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے۔ إِلَيْهِ سے خود اللہ کی ذات مراد

نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔

روح المعانی میں ہے: وَهُوَ حَقٌّ فِي السَّمَاءِ الْفَالِاقِيَةِ عَلَى مَا صَحَّ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَدِيثِ الْمَعْرَاجِ، یعنی وہ آسمان میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث معراج میں نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)۔

روح البیان میں ہے: فَلَمَّا تَوَقَّعْتَنِي أَيْ قَبَضْتَنِي إِلَيْكَ وَرَفَعْتَنِي إِلَى السَّمَاءِ، یعنی جب تو نے مجھے اپنی طرف قبض کیا اور آسمان پر اٹھالیا (روح البیان جلد ۳ صفحہ ۳۷)۔

درسی تفاسیر: اب ذرا ان تفاسیر کا حال میں دیکھ لیجیے جو صدیوں سے اس امت کے مدارس میں پڑھائی جا رہی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں وہی رفع کے وقت کی حالت پر مختلف اقوال اور جسم سمیت اٹھائے جانے پر بہر حال اتفاق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: (إِنِّي مُتَوَقِّفٌ) أَيْ مُتَوَقِّفٌ أَجْلَكَ وَمُؤَخَّرٌ إِلَى أَجْلِكَ الْمُسْمَى، غَاصِمًا بِأَنَّكَ مِنْ قَلْبِهِمْ، أَوْ قَابِضُكَ مِنَ الْأَرْضِ، مِنْ تَوَقُّفِ مَالِي، أَوْ مُتَوَقِّفِكَ نَائِمًا إِذْ رَوَى أَنَّهُ رُفِعَ نَائِمًا، أَوْ مُبِيتُكَ عَنِ الشَّهَوَاتِ الْعَائِقَةِ عَنِ الْمَرْجُوحِ إِلَى عَالَمِ الْمَلَائِكَةِ وَقِيلَ أَمَاتَهُ اللَّهُ مَبْعَ مَسَاعِدٍ ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَإِلَيْهِ ذَهَبَتِ النَّصَارَى (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۱۶۲)۔ فَلَمَّا تَوَقَّعْتَنِي بِالرُّفْعِ إِلَى السَّمَاءِ (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹)۔

تفسیر مدارک میں ہے کہ:

(وَرَفَعَكَ إِلَيْنِي) إِلَى سَمَائِي وَمَقَرِّ مَلَائِكَتِي (مدارک جلد ۱ صفحہ ۲۵)۔

تفسیر جلالین میں ہے:

(وَرَفَعَكَ) مِنَ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ (تفسیر جلالین صفحہ ۵۲)۔

اکی شرح صاوی میں ہے: فَرَفَعَ إِلَى السَّمَاءِ وَهُوَ نَائِمٌ (تفسیر صاوی ۱/۱۴۰)۔

کہاں تک لکھتے چلیں؟ ہمارے سامنے اس وقت تقریباً ایک سو تفاسیر موجود ہیں اور بخدا ہر مفسر نے منہوایاں بات کہی ہے۔

محمد شین کے اقوال: یہی حال محدثین کا بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نزول مسج علیہ السلام والی حدیث کی مکمل شرح لکھنے کے بعد نزول مسج کی حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵)۔ آگے لکھتے ہیں: تَوَاتَرَتْ الْأَخْبَارُ بِأَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَأَنَّ عِيسَى يُصَلِّيْ خَلْفَهُ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۶)۔

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مَغْنَمُهُ يَفْقَرُونَ بَيْنَهُمَا وَهَذَا يَكُونُ بَعْدَ نُزُولِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ (شرح نووی علی مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۸)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بہ تحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فروزدی آید از آسمان بہ زمین (نور المصنوعات جلد ۲ صفحہ ۳۷)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: فَيَنْزِلُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ فِي دِمَشْقِ الشَّامِ، وَيَجِيءُ إِلَى قِنَالِ الدَّجَالِ فَيَقْتُلُهُ بِعَصَاةٍ فِي الْحَالِ، فَإِنَّهُ يَذُوبُ كَالْجِلْحِ فِي الْمَاءِ عِنْدَ نُزُولِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شام کے شہر دمشق کے شرقی مینار پر اتریں گے، اور دجال کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئیں گے اور اسے ایک ہی ضرب سے قتل کریں گے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے وقت اس طرح پھٹے گا جیسے پانی میں ٹمک پھٹتا ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۲)۔

عقائد کی کتابوں میں تصریح: امام اعظم ابوحنیفہ اپنی مشہور عام کتاب فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: وَنُزُولُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ، یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قیامت کی نشانی ہے (فقہ اکبر صفحہ ۸)۔

عقائد کے امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وَقَالَ تَعَالَى لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (إِنِّي مُتَوَقِّفُكَ وَرَفَعُكَ إِلَيْنِي) وَقَالَ تَعَالَى: (وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْنَا وَاجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ اللَّهَ مُنْجِيَهُ رَفَعَ عِيسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى

السَّمَاءِ یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِنِّیْ اور وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ فرمایا ہے۔ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا (کتاب الایمان صفحہ ۱۰۳)۔

عقائد کی درسی وغیر درسی تمام کتابوں میں یہی تصریح موجود ہے۔ عقائد نسبی کے متن میں لکھا ہے: وَنُزُولُ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قیامت کی نشانی ہے (متن عقائد نسبی صفحہ ۱۰)۔

درسی کتاب شرح عقائد نسبی میں اس پر احادیث اور دلائل وارد ہیں (شرح عقائد نسبی صفحہ ۱۷)۔

نبراس میں ہے: قَدْ صَحَّ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ عِیْسٰی یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلٰی الْاَرْضِ، آگے لکھتے ہیں: وَالْاَحَادِیْثُ فِیْ ذٰلِکَ کَثِیْرَةٌ مُّتَوَاتِرَةٌ الْمَعْنٰی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے زمین پر نازل ہونے کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہے، اس موضوع پر کثرت سے احادیث وارد ہیں جو معتبر متواتر ہیں (نبراس صفحہ ۳۵)۔

عقیدہ طحاویہ کے الفاظ یہ ہیں: وَنُزُولُ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا قیامت کی نشانی ہے (متن عقیدہ طحاویہ صفحہ ۱۶)۔

اس کی شرح میں علامہ ابو العزہ حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وَاَحَادِیْثُ الدُّجَالِ، وَ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ یَقْتُلُہُ، وَ یَخْرُجُ یَا جُوجُ وَ مَا جُوجُ فِیْ اَیَّامِہِ بَعْدَ قَتْلِہِ الدُّجَالِ، فَنُہْلِکُھُمْ اللّٰهُ اَجْمَعِیْنَ فِیْ لَیْلَۃٍ وَاحِدَۃٍ بِرُکْبَۃٍ دُعَاہِ عَلَیْھُمْ: وَ یَصِیْقُ هٰذَا الْمُخْتَصَرُ عَنْ بَسِطِہَا (شرح العقیدہ الطحاویہ صفحہ ۵۰)۔

تمام صوفیائے کرام کا عقیدہ: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اندر آثار صحیحہ وارد است کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرقع داشت و رہے دا بہ آسمان ہر دند یعنی صحیح احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس

ایک چادر تھی وہ اس چادر سمیت آسمان پر گئے (کشف المحجوب صفحہ ۴۸)۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے تین حوالے اور ان سے اجماع کا منقول ہونا آپ پڑھ چکے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَلْحَقُّ اَنَّهُ رُفِعَ بِحَسْبِہِ اِلٰی السَّمَاءِ وَ الْاِیْمَانُ بِذٰلِکَ وَاجِبٌ قَالَ تَعَالٰی: بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ (النساء: ۱۵۸) قَالَ أَبُو طَاهِرٍ الشَّزَوْنِیُّ: وَ اَعْلَمُ اَنَّ کَیْفِیَّةَ رَفْعِہِ وَ نُزُولِہِ وَ کَیْفِیَّةَ مَکِیْہِ فِی السَّمَاءِ اِلٰی اَنْ یُنْزَلَ مِنْ غَیْرِ طَعَامٍ وَ لَا شَرَابٍ مِّمَّا یَتَقَاصَرُ عَنْ ذَرِکَہِ الْعَقْلُ وَ لَا سَبِیْلَ لَنَا اِلَّا اَنْ نُؤْمِنَ بِذٰلِکَ تَسْلِیْمًا لِّسَعَةِ قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ اَطَالَ فِیْ ذِکْرِ شُبْہِ الْفَلَسَفَةِ وَ غَیْرِھُمْ فِی اِنْکَارِ الرُّفْعِ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۵۶۸)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لَیْسَ مِنْہُ بِہِ: اَیْ یَخْرُجُ عِیْسٰی یعنی قرآن کی آیت لَیْسَ مِنْہُ بِہِ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خروج کے وقت ان پر ایمان لانا مراد ہے (الغزوالکبیر صفحہ ۹۷ عربی)۔

اب بتائیے ہم مزید آپ کو کس طرح سمجھائیں! کیا ضروری ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کتاب کا حوالہ دیا جائے؟ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اگر تشریف لا کر آپ کو سمجھائیں تو پھر بھی مرزا صاحب کہہ دیں گے کہ استعارے اور تعبیر کو سمجھنے میں حضور سے خطا ہوئی (معاذ اللہ) مگر مرزا صاحب کا اپنا الہام بے لگام حرفِ آفر ہے!

مرزا قادیانی کا اعتراف

مرزا لکھتا ہے: یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۰)۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: اب ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجہ غصہ کیساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں (توضیح مرام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲)۔

تیسری جگہ لکھتا ہے: يَا خَسْرًا عَلَيْهِمْ اَلَا يَعْلَمُونَ اَنَّ الْمَسِيحَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ بِجَمِيعِ غُلُوْمِهِ وَلَا يَأْخُذُ شَيْئًا مِنَ الْاَرْضِ مَا لَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنی ان لوگوں پر انفسوس ہے کیا یہ نہیں جانتے کہ مسیح اپنے تمام علوم کے ساتھ آسمان سے اتریں گے اور زمین سے کچھ حاصل نہیں کریں گے انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ سمجھتے نہیں (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۰۹)۔

مرزا کے نزدیک سیدنا موسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم سمیت زندہ ہیں

مرزا لکھتا ہے: هَذَا هُوَ مُوسَىٰ فَقِيَّ اللَّهِ الَّذِي اَشَارَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ اِلَىٰ حَيَاتِهِ وَفَرَضَ عَلَيْنَا اَنْ نُوْمِنَ اَنَّهُ حَيٌّ فِي السَّمَاءِ وَلَمْ يَمُتْ وَلَيْسَ مِنَ الْمَيِّتِيْنَ یعنی یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ آسمان میں زندہ موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں ہے (نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۶۹)۔

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی لکھتا ہے: بَلَّ حَيَاةً كَلِمَتِ اللَّهِ فَاَبَتْ بِنَصِّ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ یعنی کلمہ اللہ کی زندگی قرآن کی نص سے ثابت ہے (حماۃ البشری، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۲۱)۔

مرزا کے مذکورہ بالا دو بیان اس کے پاگل پن کا ایک خوبصورت مظاہرہ ہے۔ مرزا نے یہ بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین قرار دیتے ہوئے داغے

ہیں، لیکن مصیبت میں پھنس گیا کہ ایک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان کر خود اپنے ہی قول سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ٹھہرا۔ ثانیاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر جتنے اعتراضات گھڑ گھڑ کر تیار کرتا رہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی تسلیم کر کے ان تمام دلائل پر خود ہی پانی پھیر دیا، اور مشرک سازی کا جو تو پختانہ خود ہی تیار کیا تھا اسی بارود سے خود کو اڑا ڈالا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے حلیہ کی بحث

قادیانی اپنی جانب سے ایک نہایت اہم سوال اٹھاتے ہیں، کہتے ہیں کہ: بخاری شریف میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دو الگ الگ حلیے اور رنگ بیان ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث میں ہے کہ: قَامَا عَيْنَسِي فَأَخْمَرُ جَعَلَ عَرِيضُ الصُّلْدِ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ، بال ٹھنکریا لے اور سینہ چوڑا تھا۔

اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ: بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اَقْدَمُ مَنَاطِطِ الشُّعْرِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ یعنی میں خواب میں کعبے کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک آدمی دیکھا جس کا رنگ گندمی، بال سیدھے تھے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا: یہ ابن مریم ہیں۔

مسیح علیہ السلام کے دو الگ الگ حلیے بتا رہے ہیں کہ پہلے مسیح سے مراد مراد بنی اسرائیل کے مسیح ہیں اور دوسرے مسیح سے مراد ان کا مثل ہے یعنی مرزا قادیانی۔ قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے کمال کر دیا ہے کہ پہلے والے مسیح کا ذکر پہلے رکھا اور بعد والے مسیح کا ذکر بعد میں۔

جواب: دوسری حدیث آپ نے نامکمل لکھی ہے۔ مکمل صورت حال اس طرح ہے کہ پہلی حدیث میں حضور کریم ﷺ نے سیدنا مسیح علیہ السلام کا رنگ سرخ اور بال ٹھنکریا لے بتائے ہیں (بخاری: ۳۳۳۸) اور دوسری حدیث کے راوی کہتے ہیں: وَ اللَّهُ مَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَيْنَسِي أَخْمَرُ وَلَكِنْ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اِلَى اَخِي الْحَدِيثِ یعنی اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ نے عیسیٰ کا سرخ نہیں بتایا بلکہ فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا آگے وہی دوسری حدیث ہے (بخاری: ۳۳۳۱)۔

آسانی سے واضح ہو رہا ہے کہ دونوں حدیثوں میں ایک ہی ہستی کا حلیہ بیان ہو رہا ہے جیسے پہلا راوی سرخ بتاتا ہے اور دوسرا راوی قسم کھا کر اس حلیہ کی نفی کر رہا ہے۔ گویا واللہ مَسْأَلَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَيْسَى أَخْمَرُ کے الفاظ ہضم کرنا اصل خیانت ہے۔

ثانیاً اگر احادیث کو سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے تو اس طرح کئی مسیح ثابت ہو جائیں گے۔ مثلاً بخاری میں اسی مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کا حلیہ اس طرح ہے کہ زُبْعَةُ أَخْمَرُ یعنی پست قد والے سرخ رنگ والے (بخاری: ۳۳۳۸)، دوسری حدیث میں ہے أَخْمَرُ جَعْفَرُ یعنی سرخ رنگ والے گھنگریالے بالوں والے (بخاری: ۳۳۳۸)، تیسری حدیث میں ہے زَجَلُ آدَمَ یعنی گندی رنگ کا مرد (بخاری: ۳۳۳۰)، زَجَلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ زَائِمَةُ مَاءٍ غَمٍّ گھنگریالے بال، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا (بخاری: ۳۳۳۰)، اگلی حدیث میں ہے زَجَلُ آدَمَ سَبَطُ الشَّعْرِ یعنی گندی رنگ کا آدمی جس کے بال سیدھے تھے (بخاری: ۳۳۳۱)۔

آپ کا طرز تحقیق تین چار مسیح ثابت کر رہا ہے۔ لیکن اگر دیانت داری سے دیکھیں تو یہ ایک ہی شخصیت کا حلیہ ہے، جسے کبھی سرخ اور کبھی گندی کہا جا رہا ہے اور واقعی گندی رنگ کو سرخ بھی کہہ دیا جاتا ہے ورنہ بالکل خون کی طرح سرخ رنگ تو کسی انسان کا نہیں ہوتا۔

ثالثاً بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ: هُوَ مَرْبُوعُ الْخَلْقِ إِلَى الْخُمْرَةِ وَ الْبَيَاضِ جِئْنَا زَاهِلَةَ الْعَمْرَاجِ یعنی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معراج کی رات دیکھا تو ان کی رنگت سرخی اور سفیدی کے درمیان تھی (بخاری: ۳۳۳۹، مسلم: ۴۱۹)۔

ابوداؤد و شریف میں حدیث ہے کہ فَبَازًا زَائِمَةُ فَاعْرِفُوهُ فَإِنَّهُ زَجَلُ مَرْبُوعٍ مِنَ الْخُمْرَةِ وَ الْبَيَاضِ یعنی جب تم اسے دیکھو تو پہچان جاؤ، وہ ایک مرد ہے جو سرخی اور سفیدی سے ملی جلی رنگت والا ہے (ابوداؤد: ۳۳۲۳)۔

اس حدیث نے مسئلہ مزید حل کر دیا اور سیدنا مسیح علیہ السلام کا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان بتا دیا۔ اب ظاہر ہے کہ اس رنگ کو سرخ کہہ دیں پھر بھی حرج نہیں اور اگر سفید کہہ دیں پھر بھی حرج نہیں۔ لیکن اگر ذہن میں ہی فتور ہو تو ایک نئی شخصیت تیار کی جاسکتی ہے۔

راجنا یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ مرزا قادیانی خود کو مسیح بھی کہتے ہیں اور مہدی بھی۔ اب قادیانیوں کے لیے معصیت یہ ہے کہ احادیث میں امام مہدی علیہ السلام کا حلیہ حضرت مسیح کے حلیہ سے بالکل جدا بیان ہوا ہے۔ بلکہ ان کا نسب نامہ اور جائے ظہور بھی جدا مذکور ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا حلیہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ سیدنا امام مہدی علیہ السلام کا حلیہ حدیث شریف میں اس طرح مذکور ہے کہ: الْمَهْدِيُّ مِنِّي أَجَلِي الْجَنَّةِ أَقْنَى الْأَنْفِ یعنی مہدی مجھ سے ہوگا، کھلی پیشانی والا، بلند بینی والا (ابوداؤد: ۴۲۸۵)۔ اب قادیانی بتائیں کہ مسیح اور مہدی کے دو الگ الگ حلیے مرزا کی ایک ہی شخصیت میں کیسے پیدا کرو گے؟ حدیث میں ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے شہزادے سیدنا امام حسن کے بارے میں فرمایا کہ اسکی اولاد سے ایک آدمی پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا وہ اخلاق میں نبی جیسا ہوگا مگر حلیہ نبی جیسا نہیں ہوگا (ابوداؤد: ۴۲۸۴)، دوسری حدیث میں ہے کہ: يَوْمَ أُطِنَ اسْمُهُ اسْمِي وَ اسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي یعنی اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا (ابوداؤد: ۴۲۸۲، ترمذی: ۲۲۳۱)۔

خلاصاً اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ دجال کا حلیہ حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے: جَعْفَرٌ قَطِطٌ أَغْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى گھنگریالے بالوں والا دائیں آنکھ سے کانٹا (بخاری: ۳۳۳۰)، أَخْمَرُ جَسِينٌ جَعْفَرُ الرَّأْسِ أَغْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى سرخ رنگ کا بڑے جسم والا گھنگریالے بالوں والا دائیں آنکھ سے کانٹا (بخاری: ۳۳۳۱)۔ دجال کے کانے پن کی بڑی آسان اور واضح نشانی مرزا قادیانی میں پائی جا رہی ہے۔ کیوں نہ مرزا کو دجال سے واضح مشابہت کی وجہ سے ظلی اور بروزی دجال مان لیا جائے؟

سادساً بخاری کی یہی حدیث جو آپ نے پیش کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ تَحْتَمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَغْيِي الْحَمَامَ ایسے لگتا ہوگا جیسے ابھی غسل کر کے نکلے ہیں (بخاری: ۳۳۳۷)، يَقْطُرُ زَائِمَةُ مَاءٍ ان کے سر سے پانی ٹپکتا ہوگا (بخاری: ۳۳۳۰)، يَنْطَفِئُ زَائِمَةُ مَاءٍ أَوْ يَنْفَرُاقِ زَائِمَةُ مَاءٍ یعنی ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا (بخاری: ۳۳۳۱)۔ دوسری طرف سیدنا ابن عباس علیہ السلام کا قول صحیح سند کے ساتھ معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ جب سیدنا مسیح علیہ السلام کو

آسمان پر زندہ اٹھایا جا رہا تھا تو آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے (المصنف لابن ابی شیبہ ۳/۷، السنن الکبریٰ للنسائی ۳۸۹/۶، ابن جریر ۱۹/۱۸، ابن کثیر ۷/۸۹)۔ اب بتائیے! آسمان پر جاتے وقت بھی سر سے پانی ٹپکتا ہوا اور حضور ﷺ نے بھی جب دیکھا تو گویا سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس سے دو مختلف شخصیات ثابت ہوئیں یا عین وہی ایک شخصیت؟ خدا کے بندو! سچے لوگوں کے بیان آپ میں اسی طرح ملتے ہیں جس طرح مذکورہ بالا دو بیانات۔

سابعا حدیث شریف کے الفاظ لَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَادْعُوهُ بِحَبْلِ جَدِّهِ سے واضح ہو رہا ہے کہ آنے والے مسیح علیہ السلام اچانک آئیں گے۔ مرزا قادیانی پر یہ صورت حال فٹ نہیں بیٹھتی۔

یہ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے حلیہ پر مکمل صورت حال۔ اسکے برعکس کچھ بتانا اور کچھ چھپانا ہی دجل و فریب کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اسی فاسد طرز تحقیق سے ہر باطل طبقے نے اسلام میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ادھر وہ جملے، آدمی احادیث اور بعض احادیث پر پردہ ڈالنا ہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قادیانی حق گوئی کے میدان میں بے ضمیری کی حد تک پسپا بلکہ رسوا ہو چکے ہیں اور ہمارے پاس انکی ایک ایک بات کے کئی کئی جواب موجود ہیں۔ الحمد للہ۔

اصل اور نقل میں فرق واضح ہے

(۱)۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح ابن مریم اور عیسیٰ ابن مریم کی تصریح کے ساتھ آیا ہے۔ قیامت کے نزدیک نازل ہونے والے مسیح کو بھی احادیث میں وہی عیسیٰ ابن مریم یعنی ”مریم کا بیٹا عیسیٰ“ کے صاف الفاظ سے متعارف کرایا گیا ہے۔ مرزا قادیانی اپنے دعوے سے مسیح تو بن بیٹھے لیکن مریم کا بیٹا بن کے دکھانا مشکل ہو گیا۔ مرزا قادیانی اپنی اس مشکل کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”استعارے کے رنگ میں مجھے مریم بنایا گیا، پھر مجھے حمل ہوا، پھر مجھ سے عیسیٰ پیدا ہوا، وہ پیدا ہونے والا عیسیٰ بھی میں خود ہی تھا، اس طرح میں عیسیٰ ابن مریم ٹھہرا“ (دیکھیے: کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)۔

(۲)۔ مرزا سے کہا گیا کہ امام مہدی فاطمی ہوں گے۔ تو مرزا نے ایسی بکواس لکھی کہ اسے تحریر کرنے کو دینی غیرت گوارا نہیں کرتی۔ وہ بکواس مرزا کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱ پر موجود ہے۔

(۳)۔ مرزا کو جب مسلم شریف کی حدیث دکھائی گئی کہ مسیح کا نزول دمشق میں ہوگا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰) تو مرزا نے کہا: دمشق سے مراد قادیان ہے، یہاں کے لوگ اکثر یزیدی الطبع ہیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)۔

(۴)۔ جب مرزا سے پوچھا گیا کہ مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے تو اس نے کہا: دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۶۶)۔

(۵)۔ جب پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لد کے مقام پر دجال کو قتل کریں گے (مسلم ۴۰۱/۲) تو مرزا نے کہا: لد سے مراد لدھیانہ ہے (الہدیٰ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۳۱)۔

(۶)۔ جب مرزا سے کہا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے جیسے معجزات دکھاتے تھے تو مرزا نے کہا: یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان عجوبہ نمایوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۵۸)۔

(۷)۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے اور دو زرد چادریں اوڑھی ہوں گی۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا: دو فرشتوں سے مراد دو قسم کے فحشی سہارے ہیں (ہیئت الوعی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۲۱)۔ اور دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں۔ اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ مجھے اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور دونوں مرضیں اس زمانے سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے (ہیئت الوعی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۲۰)۔

(۸)۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو خوبصورت نہ ہو (شمائل ترمذی

صفحہ ۲۳)۔ مگر مرزا قادیانی حسن و جمال سے عاری اور ایک آنکھ سے کانے تھے جس کا جی چاہے مرزا کی تصویر آج بھی دیکھ کر صورت حال کو سمجھ سکتا ہے۔ بلکہ حدیث پاک میں ایک آنکھ سے کانا ہونے کا حلیہ مسیح کا نہیں بلکہ دجال کا بیان ہوا ہے (بخاری حدیث ۳۳۳۹، مسلم حدیث ۷۳۶۱)۔

(۹)۔ احادیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول سفید مینار کے پاس ہوگا۔ ان صاحب نے اس طرح کا مینار خود آکر قادیان میں تعمیر کرایا، اور خانہ بدئی مکمل کر لی۔

(۱۰)۔ قرآن اور حدیث شریف میں ذابۃ الارض یعنی زمین کے جانور کا ذکر ہے۔ لیکن مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ذابۃ الارض یعنی وہ علماء و واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتداء سے چلے آتے ہیں۔ لیکن قرآن کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ان کی حد سے زیادہ کثرت ہو گی اور انکے خروج سے مراد وہی ان کی کثرت ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)۔ ذابۃ الارض سے مراد علمائے سوء ہیں (حملۃ البشری، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۰۸)۔

لیکن مرزا قادیانی کی یہ تضاد بیانی بھی نہایت دلچسپ ہے کہ دوسری جگہ لکھتا ہے: بلا شبہ ذابۃ الارض یہی طاعون ہے جس کا مسح کے زمانہ میں ظاہر ہونا ضروری تھا (نزول المسح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۱۸، لیکچر سیا لکھوت، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۴۰)۔

قادیانی سوالوں کے جوابات

قادیانیوں کا پہلا سوال: اس آیت میں آسمان کا لفظ کہیں موجود نہیں۔

جواب: ”اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا“ سے مراد آسمان پڑاٹھانا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان میں مقید نہیں لیکن اسکی سلطنت کا ظہور کامل آسمانوں میں ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود کا آسمانوں میں ہونا بیان فرماتا ہے (تفسیر جامع البیان میں ہے: لِأَنَّ السَّمَاءَ مَحَلُّ ظُهُورِ مُلْطَانِهِ: صفحہ ۵۲)۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے لیے آسمان پر لے جایا گیا، ورنہ اللہ تعالیٰ آسمان پر مقید تو نہیں تھا۔ قرآن پڑھیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَمِنتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ (ملک: ۱۶)۔ اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا

بشیر الدین نے اس طرح کیا ہے:

کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آگئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں ذلیل کرے (ترجمہ مرزا بشیر الدین)۔

یہاں مرزا بشیر الدین نے اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر آسمان میں رہنے والی ہستی قرار دیا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں بھی أَمِنتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ کے الفاظ موجود ہیں اور مرزا بشیر الدین نے وہاں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہی ہے کہ جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو اور جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۹۴۱، ترمذی حدیث نمبر ۱۹۲۴)۔

مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں کہ رَاٰعُكُ الْاِسْمٰی کے یہ معنی ہیں کہ جب عیسیٰ فوت ہوئے تو ان کی روح آسمان پر اٹھائی گئی (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)۔

اب بتائیے کہ مرزا قادیانی نے آسمان کا لفظ کہاں سے نکالا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر کیسے پہنچادیا۔ جو آپ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔

صحیح اور سید حاضر یقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت اس قسم کی ہیرا پھیری کی بجائے نبی کریم ﷺ کی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو خالص اسی موضوع پر وارد ہوئی ہیں۔

قادیانیوں کا دوسرا سوال: تورات کی یہ تعلیم تھی کہ مقتول لعنتی ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے تورات کی تعلیم کو مد نظر رکھتے ہوئے قتل کی نفی یعنی لعنتی موت کی نفی کی ہے اور اس کے مقابلے پر رفع کا لفظ استعمال کیا ہے۔

جواب: تورات کی یہ تعلیم ہرگز نہیں تھی کہ ہر مقتول لعنتی ہوتا ہے بلکہ تعلیم یہ تھی کہ گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے (دیکھو تورات کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲-۲۳)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بے گناہ تھے لہذا اگر بالفرض صلیب پر قتل بھی ہو جاتے تو لعنتی نہ بنتے۔ لہذا اس قتل سے مراد شہادت کی موت ہی ہے اور اسی موت کی نفی کے مقابلے پر

جسمانی رفع کا اثبات کیا گیا ہے۔

یہاں پھر قادیانی کہتے ہیں کہ چونکہ یہودیوں کے خیال میں ہر مقتول لعنتی ہوتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے عقیدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل سے بچایا اور یہودی نظروں میں لعنتی ہونے کی بجائے درجات کی بلندی کا اعلان کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کی یہ بات بے دلیل اور بے حوالہ ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ تو وہی تھا جسے ہم نے یہودیوں کی کتاب تورات سے باحوالہ نقل کر دیا ہے یعنی گناہ گار مقتول لعنتی ہوتا ہے، ہر مقتول لعنتی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہر مقتول لعنتی ہی ہوتا ہے تو پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام (جو دونوں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے) معاذ اللہ قادیانیوں کے اس فتوے کی زد میں آ جائیں گے۔ بلکہ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّاتِ الْبَارَاتِ بِمَا كُنَّ يَدْعُنَ إِلَىٰ دِينِ اللَّهِ أَلَا تَنفَعُ سُلْطَانُكُمْ شَيْئًا وَلَا تَضُرُّكُمْ أَلَا تَتَذَكَّرُونَ (سورہ اعراف: ۱۲۲)۔ اس آیت میں کثرت سے موجود ہیں۔ مثلاً: كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ (الشوریٰ: ۳)۔

لٹکا چکے ہیں اور قادیانی خود بھی اس مسئلے میں یہود کے ہموا ہیں۔

یہی وہ مرکزی آیت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی کی صریح دلیل ہے۔ اور اسی آیت سے اپنی گردن چھڑانے کے لیے قادیانی مبلغ عیسائی دشمنی کے لاکھ دھوکوں کے باوجود موجودہ مسیح شدہ تورات کا سہارا لے رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی متواتر احادیث کو پرکھنے کے لیے اپنے خود ساختہ ترازوا اٹھائے پھرتے ہیں انہوں نے کئی ہزار سالہ پرانی تورات پر کس طرح اعتبار کر لیا جسکے تبدیل شدہ ہونے کا فیصلہ قرآن نے يُخَوِّفُونَ الْكَلِمَ کے الفاظ سے دے دیا ہے۔ ہم قرآن سے بات کرتے ہیں اور یہ بائبل کو پیش کرتے ہیں۔ پھر بھی انہیں دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسائیت کو شکست دی۔ شاید توراتی یہودیوں کی ہم نوائی کا نام انکے ہاں کسر صلیب ہے۔

قادیانیوں کا تیسرا سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ یعنی اے عیسیٰ تیری توفی کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا (آل عمران: ۵۵)۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مُتَوَفِّيكَ سے مراد

مُتَوَفِّيكَ ہے یعنی میں تجھے موت دوں گا۔

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول تفسیر ابن عباس میں موجود ہے مگر اس کے اگلے الفاظ یہ ہیں مُقَدِّمًا وَمُؤَخَّرًا یعنی اس آیت کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مراد یہ ہے کہ رفع پہلے ہے اور توفی بعد میں۔ اگر آپ سیدنا ابن عباس کا قول لیتے ہیں تو دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ پھر ان کا پورا قول تسلیم کیا جائے۔ پورا قول سامنے آ جانے کے بعد آپ کا مقصد پورا نہ ہو سکا بلکہ الٹا حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہو گئی۔ اب جو کچھ پوچھنا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھیے اویسے سخاوت کے طور پر ہم بہت کچھ عرض کیے دیتے ہیں۔ عربی زبان میں تاخیر کے لیے قُمْ استعمال ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہے ”پھر“ فوراً بعد کے لیے ”ف“ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے ”پس“ اور تقدیم و تاخیر کی پابندی کے بغیر ”واو“ استعمال ہوتا ہے۔ جس کا معنی ہے ”اور“ أَلَا تَتَذَكَّرُونَ لَا تَفْقَهُونَ تَرْجِيئًا وَلَا تَعْقِلُونَ (صادی جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)۔ اس کی مثالیں قرآن میں کثرت سے موجود ہیں۔ مثلاً: كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ (الشوریٰ: ۳)۔

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی وہی کا ذکر پہلے ہے اور اگلے انبیاء پر نازل ہونی والی وحی کا ذکر بعد میں ہے۔

وَأَسْجُدِي وَارْكَعِي (ال عمران: ۴۳)۔ اس آیت میں سجدہ پہلے اور رکوع بعد میں بیان ہوا ہے۔ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ (الاعراف: ۱۲۲) اس آیت میں نہ ہی تقدیم و تاخیر ہے اور نہ ہی ترتیب بلکہ اس میں ترتیب ماننا کفر ہے۔

تقدیم و تاخیر میں حکمت و مصلحت یہ ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کو تسلی دی جاسکے کہ یہودی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ قتل ہونے کے بجائے طبعی طور پر وفات پائیں گے اور تسلی کے طور پر طبعی وفات کا ذکر پہلے فرمایا اور اس کے بعد فی الحال اٹھا لینے کا ذکر کیا۔ علامہ احمد صادی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وَالْمَقْصُودُ بِبَشَارَتِهِ بِنَجَاتِهِ مِنَ الْيَهُودِ (تفسیر صادی جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)۔ یہ اسی طرح ہے جیسے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ (التوبہ: ۴۳)۔ میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لیے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ کو مقدم فرمایا۔

ہماری یہ ساری گفتگو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دفاع میں اور انکی تائید و تصدیق کے طور پر ہے۔ ورنہ اس پر کسی قسم کا قادیانی اعتراض دراصل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر اعتراض ہے۔

ثانیاً آپ نے اس آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ متوفی اور رافع اسم فاعل کے صیغے ہیں اور انکا ترجمہ ہے: توفی کرنے والا اور رافع کرنے والا۔ اب اس پر غور کریں تو واضح ہوگا کہ اس میں تسلیم کا عنصر بھی موجود ہے کہ اے مسیح! تیرے ساتھ جو کچھ کرنا ہے مجھے کرنا ہے۔ یہ لوگ تیرے خلاف کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ اسی صحیح ترجمے میں تقدیم و تاخیر کی گنجائش بھی واضح نظر آ رہی ہے اس لیے کہ فعلوں کے تعدد میں ترتیب کا شائبہ ہو سکتا ہے مگر فاعل کی وحدت تقدیم و تاخیر کی پابند نہیں۔

ثالثاً حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ خود دیگر مقامات پر حیات مسیح کے قائل نظر آتے ہیں، دیکھو! سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا تفصیلی واقعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ہم نقل کر چکے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی جلد ۶ صفحہ ۴۸۹، تفسیر ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۷۸۹، ابن جریر جلد ۴ جزء ۶ صفحہ ۱۸، ۱۹)۔
وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلنَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ: هُوَ خَوْجٌ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مسند احمد حدیث: ۲۹۲۳)۔

قادیانیوں کا چوتھا سوال: اگر توفی (باب تفعل) کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ اس کا معنی قبض روح ہوتا ہے۔

جواب: اول تو مرزا قادیانی قرآنی لفظ کے معنی معلوم کرنے میں حدیث پر عقل کو ترجیح دے رہے ہیں اور تصریح کے مقابلے پر اٹکل چلا رہے ہیں اور ہم اس سے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انکا حدیث ہی فساد کی جڑ ہے۔ ثانیاً قرآن میں بے شمار الفاظ ایسے موجود ہیں جو صرف ایک مقام پر الگ تھلک مفہوم دے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہر جگہ مَضْبَح کا معنی ستارہ ہے۔ مگر سورۃ نور میں مَضْبَح سے مراد چراغ ہے۔ قرآن میں ہر جگہ بَغْل سے مراد بُت ہے۔ مگر سورۃ یوسف میں بَغْل سے مراد شوہر ہے۔ قرآن میں ہر جگہ یَقِین سے مراد یقین ہی ہے۔ مگر حَتَّى یَأْتِیَکَ الْیَقِین میں

یقین سے مراد موت ہے۔ ثالثاً توفی بمعنی نیند اللہ یَتَوَفَّی الْأَنْفُسَ میں اور هُوَ الَّذِی یَتَوَفَّاکُمْ بِالنَّیْلِ میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحالت نیند اٹھائے جانا تسلیم کیا جانا چاہیے۔ یہی بات تفسیر ابن کثیر، صاوی، جمل، جمالین، قرطبی، مظہری، کبیر، درمنثور، کشاف، خازن، بیضاوی، جامع البیان، معالم التنزیل، ابن جریر، بحر محیط اور انہما المہاد وغیرہ میں لکھی ہے۔ بلکہ جامع البیان صفحہ ۵۲ اور ابن کثیر میں لکھا ہے کہ اکثریت کا یہی قول ہے قَالَ الْأَخْفَرُونَ: أَلْمَوَاضِ بِالنَّوْقَةِ هُنَا: أَلْنَوْمُ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۵۰۵)۔ رابعاً ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں: إِذَا رَمَى الْجِمَارَ لَا یَلْزِمُ أَحَدًا مَا لَهُ حَتَّى یَتَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِيَامَةِ (الترتیب والترغیب للمذری حدیث نمبر ۱۶۸۶)۔ اس حدیث میں اللہ فاعل ہے، بندہ مفعول ہے اور توفی از باب تفعل استعمال ہوا ہے۔ یہاں ذرا توفی کا ترجمہ موت کر کے دکھائیے۔ بالآخر وہی کہنا پڑے گا جو تمام اہل لغت و مفسرین نے لکھا ہے کہ أَلْتَوَفَّی هُوَ أَخَذَ الشَّيْءَ وَالْيَا یعنی توفی کسی چیز کو پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں۔

یہ تھے وہ حقائق، قرآن و سنت کی تصریحات اور لغت کے انبار جن کی بناء پر نحوی علماء توفی کا وہ قاعدہ وضع کرنے کی جرأت نہیں کر سکے جسے مرزا نے نکال دکھایا ہے۔ قادیانیوں میں اگر ہمت ہے تو یہ قاعدہ اگلے علماء سے ثابت کریں اور اگلے علماء کے اس قاعدے کو وضع نہ کرنے کی وجہ اور علت ہم نے بیان کی ہے اسے توڑ کر دکھائیں۔

واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظ تَوَفَّی سے ثابت نہیں بلکہ تَوَفَّی کا لفظ رَفَعَ کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات لفظ رَفَعَ سے ثابت ہے۔ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ مَا قُلُّوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ یعنی یقیناً اسے یہودیوں نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا (النساء: ۱۵۷-۱۵۸)۔ اس کی تفصیل اور تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

قادیانیوں کا پانچواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ یَا عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاٰمِیْ اِلٰہِیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ

أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (المائدة: ۱۱۶، ۱۱۷)۔

ترجمہ: جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا معبود بنا لو؟ تو اس نے کہا: تو پاک ہے مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ میں ناحق بات کروں، اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تیرے علم میں ہوتی، تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے من کی بات نہیں جانتا، بے شک تو غیب کو جاننے والا ہے، میں نے انہیں وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود رہا، اور جب تو نے میری توفی کر دی تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی توفی کے بعد اپنی قوم کے حالات سے بے خبری کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر وہ زندہ اٹھائے گئے ہوتے اور واپس آ کر انہوں نے اپنی قوم کے حالات کو دیکھ لیتا ہوتا تو کبھی بھی لاعلمی کا اظہار نہ کرتے اور اگر تَوَفَّيْتَنِي سے مراد موت بعد از نزول ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت سے پہلے اپنی قوم میں موجود رہے۔ یہ بات آپ کے آسمان پر جانے کے منافی ہے۔

جواب: اولاً اس آیت میں لاعلمی کا اظہار موجود نہیں۔ آپ علیہ السلام پر سوال یہ نہیں کیا جائے گا کہ آپ جانتے ہیں یا نہیں بلکہ سوال یہ ہوگا کہ آپ نے کہا تھا کہ نہیں؟ جواباً حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں انہیں غلط بات نہیں کہی، اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ میں یہی تصریح موجود ہے۔

ثانیاً اللہ کریم جل شانہ نے اِنْسِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ میں جو وعدہ فرمایا تھا، بَلِّ رُفَعَهُ اللَّهُ اِلَیْهِ کے ذریعہ اس کا ایفاء بیان کر دیا ہے۔ اب قیامت کے دن سیدنا مسیح علیہ السلام فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي عرض کر کے اس پوری تفصیل کو ایک لفظ میں بیان کر رہے ہیں۔ اس سارے پس منظر کو مربوط رکھنا ضروری ہے۔ دیکھیے! امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي: وَفَاةُ الرَّفْعِ

اِلَى السَّمَاءِ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى اِنْسِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں توفی سے مراد آسمان پر اٹھائے جانا ہے اور اس میں اِنْسِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ کی طرف اشارہ ہے (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶)۔

ثالثاً تَوَفَّيْتَنِي کا لفظ مَا دُمْتُ فِيهِمْ کے مقابلے پر ہے، مدت کا معنی ہے "میں موجود رہا" اس پر مزید لطف فِيهِمْ کے لفظ میں ہے یعنی "ان کے اندر" اب اسکے مقابلے پر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی عدم موجودگی ہے اور ان کے اندر نہ رہنا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں: مَا دُمْتُ مُقِيمًا فِيهِمْ یعنی جب تک میں ان میں مقیم رہا (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۶)۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حِينَ كُنْتُ بَيْنَ اَظْهَرِهِمْ یعنی جب میں ان کے وجودوں کے درمیان موجود رہا (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)۔

یہ عدم موجودگی خواہ کسی صورت میں بھی ہوئی ہو، قرآن اس مقام پر اس سے بحث نہیں فرما رہا بلکہ یہ تصریح بَلِّ رُفَعَهُ اللَّهُ اِلَیْهِ میں گزر چکی ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ توفی کا لفظ تین معنوں کے لیے مشترک ہے، توفی بمعنی موت جیسے اس آیت میں: اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاجِلِهَا (الزمر: ۴۲)، توفی بمعنی نیند جیسے اس آیت میں: وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ (انعام: ۶۰)، اور توفی بمعنی پورا پورا لے کر آسمان پر اٹھا لینا جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے اس آیت میں استعمال ہوا ہے اِنْسِي مُتَوَفِّيكَ (آل عمران: ۵۵)، (قرطبی جلد ۶ صفحہ ۳۳۸، البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۸۲)۔ یہاں قرآنی فصاحت کے اعجاز کا عروج ہے کہ قرآن نے حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے موت کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ توفی کا مشترک لفظ استعمال فرمایا اور پھر اسے مَا دُمْتُ فِيهِمْ کے مقابلے پر رکھ کر بلاغت کی انتہا کر دی تاکہ اگر کوئی حضرت مسیح کے پہلے دفعہ آسمان پر جانے کا مفہوم فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے سمجھے تو پھر بھی مَا دُمْتُ فِيهِمْ کا تقابل اسکی تائید کرے اور اگر موت بعد از نزول کا مفہوم لیا جائے تو پھر بھی مَا دُمْتُ فِيهِمْ اسکی تائید کرے اور اگر کوئی محقق دونوں مفاهیم

بیک وقت مراد لے تو پھر بھی مَا دُمْتُ فِيْهِمْ اسکی تائید کرے اور عدم موجودگی مراد لی جائے اور اگر تَوَفِّيْتُنِيْ سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام کا موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر جسم سمیت آسمان پر جانا ہو جیسا کہ بعض علماء کا یہ قول بھی ہے تو اس صورت کو شامل رکھنے کے لیے بھی تَوَفِّيْتُنِيْ کا لفظ ہی مناسب تھا اور اسکے مقابلے پر مَا دُمْتُ فِيْهِمْ صادق آ رہا ہے۔

رابعاً حضرت مسیح کی اپنی قوم کے بگڑ جانے کے بارے میں لاعلمی قادیانیوں کی ایک مضحکہ خیز تحقیق ہے اور روحانی ہستیوں کی پہنچ اور علمی دسترس سے لاعلمی اور جہالت اس کا سبب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام پوری دنیا اور خصوصاً اپنی اپنی امت کے احوال سے باخبر ہیں۔ صحابہ کرام، شہداء، اولیاء اور عام نیک لوگوں کے صحیح صحیح مستند واقعات کثرت سے ایسے ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں وفات کے بعد دنیا کے حالات کی خبر ہے۔ تو پھر سیدنا مسیح علیہ السلام جو زندہ موجود ہیں اور بفرض محال وفات شدہ بھی ہوں تو بحیثیت پیغمبر وہ کیونکر بے خبر رہ سکتے ہیں۔

خامساً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی امت سے بے خبر سمجھنا قرآن کی اس آیت کے منافی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَكَئِيفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی وہ کیسا ساں ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے (النساء: ۴۱)۔

اس آیت نے سیدنا مسیح علیہ السلام پر بے خبری کے الزام کے پرچے اڑا دیے اور اللہ کے پاک پیغمبر کو بے خبر کہنے والوں کی بے خبری واضح ہو گئی۔ بالخصوص سیدنا مسیح علیہ السلام کے اپنی امت سے خبردار ہونے کے بارے میں بھی سن لیجئے! وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا یعنی وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے (النساء: ۱۵۹)۔

اگر كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ والی گواہی کا تعلق پہلی زمینی زندگی سے ہو اور يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا والی گواہی دوبارہ دنیا میں آ کر حالات سے آگاہی کی بنا پر ہو تو تطبیق بہترین ہوگی۔

سادساً اگر بالفرض یہ لاعلمی کا اظہار ہے بھی تو اس کا سبب حقیقی لاعلمی نہیں بلکہ اللہ کریم جل شانہ کا ادب اور احترام اس کا سبب ہے۔ چنانچہ اسی آیت سے تھوڑا پہلے ارشاد ہے: يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا تمہیں تمہاری قوم کی طرف سے کیا جواب دیا گیا تھا؟ تو وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں (المائدہ: ۱۰۹)۔ ظاہر ہے اپنی قوم نے ہر نبی کو کیا جواب دیا اس بات سے کوئی بھی نبی بے خبر نہیں ہو سکتے، اس کے جواب میں تمام نبیوں کا لَا عِلْمَ لَنَا کہنا ادب کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان بڑی واضح باتوں کے بارے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ کہہ دیتے ہیں۔

اظہار لاعلمی کی یہی وجہ ہے جسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے، لکھتے ہیں: انبیاء کو اپنی قوم کے احوال کا علم ہے لیکن اللہ کریم کا علم ان کے علم سے زیادہ ہے فَلِهَذَا الْمَعْنَى نَفَوُ الْعِلْمِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ لِأَنَّ عِلْمَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا عِلْمِ یعنی انبیاء علیہم السلام اس معنی میں اپنے علم کی نفی کریں گے کہ ان کا علم اللہ کے علم کے سامنے لاعلمی کی مانند ہے (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۵۷)۔

قادیانیوں کا چھٹا سوال: حضور ﷺ نے اپنے بعد گمراہ ہونے والے امتیوں کے بارے میں فرمایا: أَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ یعنی میں قیامت کے دن بعض لوگوں کو دیکھ کر وہی کہوں گا جیسا کہ اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا: جب تک میں ان میں موجود رہا تو میں ان پر گواہ تھا جب تو نے میری توفی کر دی تو پھر تو ہی ان پر نگہبان تھا (بخاری: ۴۶۲۵)۔

سوال یہ ہے کہ الفاظ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ جب حضور ﷺ فرما رہے ہیں تو مراد موت ہے اور یہی الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام فرمائیں تو مراد آسمان پر جانا ہو۔ ایک لفظ کے دو معنی کیوں؟ جواب: مشہہ اور مشہہ بہ کے درمیان مشابہت کلی کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک قدر

مشرک کی بناء پر بھی تشبیہ دے دی جاتی ہے جیسے بہادر کو شیر سے اور بزدل کو گیدڑ سے۔ اوپر یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ تَوَفَّيْتَنِي کالفظ آسمان پر جانا، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر جانا، نیند اور موت سب کے لیے مشترک ہے اور حسب موقع کوئی بھی معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔

ثانیاً حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کے بعد ان کا جسمانی رفع، یا پھر نزول کے بعد موت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات میں مکمل اشتراک رکھتی ہے۔

ثَالِثًا دُفِنْتُ فِيْهِمْ کی وجہ سے عدم موجودگی دونوں جگہ مشترک ہے۔

رابعاً خود قادیانی بھی ایک لفظ کو حسب موقع دو معنوں میں استعمال کرنا تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ دیکھو! اسی آیت میں عَلَیْهِمْ اور فِيْهِمْ کے الفاظ موجود ہیں اور هُمْ کی ضمیر قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرف جاری ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف جاری ہے۔

خلاصاً اشتراک فی الظلم جہاں پایا جائے وہاں ضروری نہیں کہ اشتراک فی المعنی بھی کلی طور پر موجود ہو۔ مثلاً اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ دونوں میں اِيَّاكَ موجود ہے مگر پہلی بار اِيَّاكَ میں حصر کلی ہے اور دوسری بار اس میں حقیقت اور مجاز کی تقسیم ہے۔ بعض اوقات ایک ہی قول کا قائل بدل جانے سے مفہوم بدل جاتا ہے، مثلاً درود شریف کے الفاظ میں صَلَوةٌ کالفظ مشترک ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر صَلَوةٌ کا معنی رحمت ہے، اور مخلوق کی طرف سے صَلَوةٌ کا معنی دعا ہے۔ اور یہی صَلَوةٌ جب فرشتے مسلمانوں پر بھیجتے ہیں تو مراد استغفار ہوتا ہے۔ قادیانیوں میں اگر ہمت ہے تو ہر جگہ صَلَوةٌ کا ایک ہی معنی لے کر دکھائیں۔

سادساً جب دو باتوں میں تشبیہ دی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ تشبیہ کا سبب دونوں طرف یکساں ہو۔ مرزا قادیانی خود لکھتا ہے: مما لکت ہمیشہ من وجہ مغائرت کو چاہتی ہے یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز اپنے نفس کی مثال کہلائے بلکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ مغائرت ضروری ہے۔ کما کالفظ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت کی مشابہت کے لیے قرآن نے استعمال کیا ہے وہی کما کالفظ آیت کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنِ میں وارد ہے جو اسی قسم کی مغائرت چاہتا ہے جو حضرت موسیٰ،

آنحضرت ﷺ میں ہے (تحفہ گوڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)۔

قادیانیوں کا ساتواں سوال: مرزا صاحب نے نہایت جتو کے بعد یہ تحقیق پیش کی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا مگر وہ صلیب پر مرے نہیں بلکہ مردہ جیسے ہو گئے اور یہودیوں نے انہیں مردہ سمجھ کر دفن کر دیا، مگر وہ تیسرے دن افاقہ ہونے کے بعد قبر سے نکل پڑے، وہاں سے ہندوستان آ گئے اور سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہوئے۔ اس موضوع پر مرزا صاحب نے ایک مکمل کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ لکھی ہے۔

جواب: مرزا قادیانی نے یہ سارا ڈھکوسلا کچھ بانجھیل سے، کچھ آثار قدیمہ کی خرافات سے اور کچھ اپنی انکل سے جو جمع کے ذریعے تیار کیا ہے۔ اور اس میں قرآن و سنت کی تصریحات کا معمولی حصہ بھی شامل نہیں۔

کہیں کی بکری کہیں کا گھوڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہم تفصیلاً بتا دیتے ہیں، مرزا لکھتا ہے: مسیح کو تازیانے لگائے گئے، طمانچے مارے گئے اور ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا گیا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)۔ مسیح پر جو یہ مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اس کے اعضاء میں ٹھوکی گئیں جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہیں تھی (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۰۲)۔

لیکن مرزا کو یاد رکھنا چاہیے تھا کہ قرآن و سنت کے متوالے اور اجماع امت کے پابند اس قسم کی کہانیوں کو شکے برابر بھی حیثیت نہیں دے سکتے، خصوصاً جب کہ ہمارے پاس قرآن و سنت کی تصریحات اور حکمتا موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر اذیت کا دیے جانا ایسی مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اس تسلی کے بالکل منافی ہے۔ ثانیاً یہ وَمَا صَلَوةٌ سے بھی متضاد ہے۔ ثالثاً یہ اِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ کے بھی خلاف ہے۔ رابعاً قرآن و سنت اور سیدنا ابن عباس کا صحیح اثر اسکے برعکس بول رہے ہیں۔ خلاصاً مرزا قادیانی عیسائی دشمنی کا دعویٰ رکھنے کے باوجود قرآن و سنت کی بجائے بانجھیل کا سہارا لے رہا ہے۔ سادساً اس طرح کی ہوائی باتوں اور نکلے بازیوں کے ذریعے بہت کچھ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ سابعاً اللہ تعالیٰ کا فرمان تَوَفَّیْکَ وَا

وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھ کر اور اذیتیں لے کر مردے جیسا ہو جانے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ اللہ کی تدبیر معاذ اللہ ناکام ثابت ہوگی۔ ہمارا بے لوث رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے فوراً بعد وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا فرماتا بھی صلیب کی اجازت نہیں دیتا اور نہ اللہ تعالیٰ کا اس معاملے میں غالب رہنا ثابت نہ ہوگا۔ سنا جہاں قرآن نے یہودیوں پر محض قتل مسیح کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے لعنت کی ہے وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ (النساء: ۱۵۷) وہاں مسیح کو اس قدر اذیت دینے پر بددیہ اولیٰ لعنت کی گئی ہوتی۔ اور جب کہ قرآن یہود پر اس وجہ سے لعنت نہیں کرتا تو یقیناً اس قسم کا قصہ جوڑنے والا خود لعنت کا حقدار ہوگا۔

قادیانیوں کا آٹھواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول، بے شک آپ سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ اور ان گزرے ہوئے رسولوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ لہذا دوسرے انبیاء کی طرح ان کی وفات بھی ثابت ہوئی۔

جواب: اولاً یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کے لیے بطور نص وارد نہیں ہوئی بلکہ جبکہ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پھیل جانے کی وجہ سے افراتفری کا مچنا اس کے نزول کا سبب بنا تھا۔

ثانیاً اس آیت میں لفظ خَلَتْ استعمال ہوا ہے نہ کہ موت۔ اس بات پر ضرور غور کرنا پڑے گا کہ آخر قادیانیوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں قرآن و سنت میں موت کا لفظ کیوں میسر نہیں آ رہا؟ کبھی دفعہ بمعنی موت، کبھی تَوَلَّى بمعنی موت اور اب خَلَوْ بمعنی موت! آخر یہ چکر کیٹا ہے؟ موت بھی تو عربی کا لفظ ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے اسکی تصریح قرآن و سنت بلکہ کسی ضعیف حدیث میں بھی کیوں نہیں ملتی؟ اور اللہ تعالیٰ نے موت کی بجائے خلت کا محتاط لفظ کیوں استعمال فرمایا؟۔

حالاً آپ نے آیت پیش کی ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ۔ جبکہ یہی الفاظ حضرت مسیح

علیہ السلام کے بارے میں بھی ہیں کہ: مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (المائدہ: ۷۵) معلوم ہوا کہ الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔ اگر استغراقی مانا جائے تو حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے گزر جانے والے انبیاء میں نبی کریم ﷺ کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔ رابحاً اس آیت کا نزول صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذہنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا استبعاد دور کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے چند رسولوں کی وفات کا وقوع دکھا دینا کافی تھا۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ فوت ہو جانا نبوت کی شان کے منافی نہیں۔ سائبہ کلہ کو توڑنے کے لیے موجب جزایہ کافی ہوتا ہے جو سائبہ کلہ کا ناقض ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم ؓ نے محبوب کریم ﷺ کی وفات کا انکار کیا اور فرمایا کہ جس نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبر ؓ نے ان کا استبعاد دور کرنے کے لیے اسی آیت کو تلاوت فرما کر ثابت کیا تھا کہ وفات پا جانا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ اس موقع پر حضرت مسیح علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کی وفات ثابت کرنا مقصود نہ تھا بلکہ چند انبیاء کی وفات کا وقوع دکھا کر سیدنا فاروق اعظم کو محبوب کریم ﷺ کی وفات کا یقین دلانا مقصود تھا۔ چنانچہ انہیں وہ خطبہ سن کر یقین آ بھی گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا وہ خود فرماتے ہیں: غَفَرْتُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ إِلَى الْآخِرَةِ وَأَبْقَيْتُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ مَاتَ یعنی میں بے جاں ہو گیا اور زمین کی طرف گر گیا اور مجھے یقین آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا (مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۳۲۱۲)۔

قادیانیوں کا نواں سوال: جب حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے صحابہ کے سامنے یہ آیت پڑھی تو کسی ایک صحابی نے ہی اٹھ کر کیوں نہ کہا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اسی طرح ہمارے حضور بھی ہو سکتا ہے فوت نہ ہوئے ہوں۔

جواب: حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر سامنے چار پائی پر موجود تھا۔ آسمان پر اٹھائے جانے کا تو وہ ہم بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔

ثانیاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر چلے جانے کا

وہم نہیں ہوا تھا بلکہ وفات نہ پانے کا گمان تھا۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اس صورت حال کو سمجھ رہے تھے۔ جس بات کی اصلاح کی خاطر یہ آیت صدیق اکبر نے پڑھی وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اور تمام صحابہ کرام مادہ دلیل کو سمجھ گئے۔

حالاً حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور ان کے نزول پر متواتر احادیث صحابہ کرام کی نظر میں تھیں۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے وہ یہ سوال اٹھانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور نہ ہی کسی کا ذہن اصل موضوع اور مقصود سے ہٹ سکتا تھا۔

قادیانیوں دسواں سوال: اللہ فرماتا ہے: فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ یعنی تم زمین میں ہی زندہ رہو گے اور زمین میں ہی مرو گے اور اسی سے اٹھائے جاؤ گے (اعراف: ۲۵)۔ جب خدائی قانون یہی ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندگی کیسے گزار رہے ہیں؟

جواب: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی حیات اور موت کا مرکز زمین ہے وقتی طور پر کسی انسان کا آسمان پر چلے جانا اس کے منافی نہیں۔ فرشتے آسمانی مخلوق ہیں مگر وہ زمین پر آتے رہتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے، یہ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کے خلاف نہیں۔

ثانیاً یہ عمومی قاعدہ ہے، مگر معجزہ کے طور پر بھی اسکے برعکس ہو جائے تو اس میں حرج نہیں اور برعکس بھی مکمل کہاں ہوا؟ سیدنا مسیح علیہ السلام کی عملی زندگی جس پر آخرت کا دارومدار ہے اور جو مژدعۃ الآخرة ہے وہ زمین میں ہی گزری اور قرب قیامت میں وفات بھی یہیں آکر ہوگی اور اسی زمینی قبر سے دوبارہ اٹھیں گے بھی۔ گویا اس آیت کا غالب ترین حصہ ان پر بھی صادق آ رہا ہے۔

حالاً منکرین معجزہ و کرامت بھی سُنُّهُ اللّٰهُ وَالْاَقَاعِدُہ سن کر بعد میں معجزے اور کرامت کو اسکے خلاف کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ آپ کا یہ اعتراض اس سے بھی کمزور تر ہے۔

رابعاً لاہور کے رہنے والے کو لاہوری، شام کے رہنے والے کو شامی، اور قادیان کے رہنے والے کو قادیانی کہتے ہیں کوئی دوسری بات سمجھیں نہ آئے تو کم از کم آپ اپنے بارے میں بتاؤ! جب قادیان کا رہنے والا کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک میں یا کسی جھوٹ فریب کے ذریعے

حج عمرے پر جائے تو کیا اس دوران اس کا قادیانی ہونا منسوخ ہو جائے گا؟ سینے پر ہاتھ رکھ کر اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کا خوف ذہن میں جما کر جواب دینا!

خلاصاً بتاؤ! کیا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مکی زندگی کے دوران شام اور طائف کے طویل سفروں پر تشریف لے گئے تھے کہ نہیں؟ اور کیا اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ دور مکی کہلاتا ہے کہ نہیں؟ اور مدنی زندگی کے دوران آپ مکہ تشریف لے گئے تھے کہ نہیں؟ اور سینکڑوں میل دور تبوک اور خیبر وغیرہ میں تشریف فرما ہوئے تھے کہ نہیں، اور اتنے طویل سفروں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سارا دور مدنی کہلاتا ہے کہ نہیں؟ اور ان دو مختلف زمانوں میں نازل ہونے والی آیات کو مکی اور مدنی کہا جاتا ہے کہ نہیں؟ اَلْيَوْمَ اٰخَمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ حِيۃُ الْوَدَاعِ کے موقع پر مکہ میں نازل ہوئی تھی اس کے باوجود اسے مدنی آیت کیوں کہا جاتا ہے؟

سادساً چلو! اتنا ہی بتا دو، امریکیوں کا چاند اور مریخ پر چلے جانا فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کے منافی ہے کہ نہیں؟ بلکہ جب ہوائی جہاز سینکڑوں افراد کو لے کر ہوا میں پرواز کر کے کئی کلومیٹر کی بلندی پر چلا جاتا ہے اور بارہ بارہ گھنٹے تک پرواز جاری رہتی ہے اور وہ لوگ جہاز میں ہی کھاتے پیتے، پیشاب پاخانہ کرتے اور سوتے جاگتے ہیں، بعض اوقات کسی بچے کی پیدائش بھی ہوائی جہاز کے اندر ہو جاتی ہے۔ کیا یہ ساری باتیں اس آیت کے منافی ہیں یا نہیں؟

قادیانیوں کا گیارہواں سوال: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ میں اگر موت کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ مگر دوسری آیت میں ہے کہ: وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی اے عیسیٰ میں تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک کافروں پر فائق رکھوں گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت تک کافروں کا وجود باقی رہے گا۔ یہ بات صریحاً متصادم ہے پہلی بات سے۔

جواب:۔ قادیانی لوگ خود مرزا کو بیک وقت مسیح اور مہدی ثابت کرنے کے لیے حدیث پڑھتے ہیں لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عَيْسَى۔ گویا یہ حدیث قادیانیوں کے مسلمات میں سے ٹھہری۔ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عَيْسَى بْنُ

مَرْيَمَ یعنی قیامت صرف شریر لوگوں پر قائم ہوگی اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی بھی ہدایت پر نہیں ہوگا (ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۳۹)۔

بتائیے! آپ نے جو آیت پڑھی اور اس کے الفاظ اَلَّذِينَ كَفَرُوا سے قیامت تک کفار کا وجود ثابت کیا، اسی آیت میں اَلَّذِينَ اتَّبَعُوا کے الفاظ بھی موجود ہیں جن سے قیامت تک اہل حق کا وجود ثابت ہو رہا ہے۔ اب ایک طرف قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہو گی، سیدنا مسیح بن مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہیں ہوگا۔ دوسری طرف ہدایت والے قیامت تک موجود رہیں گے! تاؤ تطیق کیسے ہوگی؟ جو سوال آپ نے اہل اسلام پر وارد کیا وہ احسن طریقے سے تمہارے طرف ہی لوٹا کہ نہیں؟

چاہ کن راجاہ در پیش

ثانیاً قرب قیامت میں کفار کا سرے سے ہی مٹ جانا اور اہل حق کا باقی رہنا، اس چیز کو بھی اہل حق کا کفار پر غلبہ ہی کہتے ہیں۔ اگر خدا نے عقل چھین نہیں لی تو مزید غور سے سنو! ہزاروں سال یا شاید لاکھوں سال تک اہل حق کا غلبہ کفار پر قائم رہے اور قرب قیامت میں صرف چند سالوں کے لیے کفار سرے سے ہی مٹ جائیں تو تاؤ اس مکمل اور طویل سلسلہ عمل پر اس سے بہتر کون سے لفظ کا استعمال ممکن تھا؟ اور تغلیب کا تقاضا کیا تھا؟

ثالثاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ میں عین قیامت کا دن اور علامات قیامت کے ظہور کا زمانہ سب شامل ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے مسجد کے ساتھ فنائن مسجد یعنی وضو خانہ، طہارت خانہ، محراب اور جوتے اتارنے کی جگہ کو بھی مسجد میں شامل کر لیا جاتا ہے ورنہ دراصل یہ تمام مقامات مسجد سے خارج ہوتے ہیں۔ اس سے قبل ہم نے جس الزامی سوال میں آپ کو پھنسا یا ہے اس کا بھی یہی حل ہے۔

رابعاً یہ بھی واضح رہے کہ اَلَّذِينَ اتَّبَعُوا کے مراد عیسائی بھی ممکن ہیں اس صورت میں کفار سے مراد یہودی ہیں اور فوقیت سے مراد سیاست اور دلیل دونوں میں فوقیت ہے۔ اَلَّذِينَ اتَّبَعُوا کے مراد ہر زمانے کے اہل حق بھی ہو سکتے ہیں جن سے مراد ہر زمانے کے مسلمان ہیں اور اس صورت میں کفار سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور فوقیت سے مراد دلیل اور حجت کے ذریعے غلبہ ہے۔ یہ سب باتیں مفسرین نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ اَلْمُؤْمِنِينَ هَذِهِ اَلْفَوْقِيَّةِ

اَلْفَوْقِيَّةِ بِالْحُجَّةِ وَالْذَّلِيلِ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۹) فَهُمْ فَوْقَ الدِّينِ كَفَرُوا ظَاهِرِينَ قَاهِرِينَ بِالْعِزَّةِ وَالْمَنْعَةِ وَالْحُجَّةِ (بغوی جلد ۱ صفحہ ۳۶۱)۔

قادیانیوں کا بارہواں سوال: حدیث شریف میں ہے: لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَيِّينَ لَمَّا وَسَعَهُمَا إِلَّا اتَّبَاعِي یعنی اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا (ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۲۰)۔ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے کا اشارہ موجود ہے۔

جواب: آپ نے مان لیا کہ اس حدیث میں وفات کا صرف اشارہ ہے، صراحت نہیں۔ اب اشارے کا حال بھی دیکھتے ہیں۔ اولاً اس حدیث کی کوئی سند نہیں۔

ثانیاً نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو رات کا نسخہ پیش کیا تو یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ ظاہر ہے کہ تو رات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھی۔ اس موقع پر سیدنا مسیح علیہ السلام کا نام لینے کا کوئی تک نہیں بنتا۔ چنانچہ اسی موقع پر محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: كَذَبَ الْيَهُودِيُّ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بَيْنَهُ، لَوْ بَدَأَ لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَادْرَكَ نُبُونِي لَا تَبْعَنِي (سنن دارمی: ۴۳۹)۔

یہی وجہ ہے کہ اصل حدیث انہی الفاظ کے ساتھ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر منقول ہے کہ: لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيِّنَ أَظْهَرَ كُفْرِهِ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي یعنی اگر موسیٰ تمہارے اندر زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نہ ہوتا (ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۲۰)۔

ثالثاً اگر بالفرض دونوں نبیوں کا اکٹھا ذکر بھی ہو تو یکجا بیان ہونے کی وجہ سے تغلیباً دونوں کے لیے لَوْ كَانَ حَيِّينَ بول دینا بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی افضلیت اور تقدیم کے سبب سے غالب ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ماں باپ کو والدین کہا جاتا ہے۔ والدین کا معنی ہے دو والد۔ حالانکہ دوسرا والد نہیں ہوتا بلکہ والدہ ہوتی ہے۔ سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا اکٹھا ذکر کریں تو حسین کہا جاتا ہے یعنی دو حسن حالانکہ دوسرے حسن نہیں حسین ہیں۔ سورج اور چاند کا اکٹھا ذکر ہو تو انہیں شمسین کہا جاتا ہے یعنی دو شمس، حالانکہ دوسرا شمس نہیں بلکہ قمر ہوتا ہے۔

رابعا قادیانی قیامت تک ایسی کوئی حدیث نہیں دکھا سکتے جس میں فرمایا گیا ہو کہ لَوْ كَانَ عِيسَى حَيًّا الْخ۔ اسکے برعکس ہم ضرور دکھا سکتے ہیں کہ فرمایا: لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا الْخ۔ اور یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کے اعتبار سے یہ بات صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہو رہی ہے اور تمہاری پیش کردہ بے سند حدیث کا اعتبار کیا جائے اس میں تعلیلاً اکٹھا لفظ فرما دیا گیا ہے۔ جبکہ اکیلے حضرت مسیح کے حق میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو قادیانیت کو کھلا راستہ فراہم کر سکے۔

خلاصاً ہماری بیان کردہ حدیث میں بَيِّن اَظْهَرُ كُمْ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بحث زندگی اور موت سے نہیں ہو رہی بلکہ زمین پر موجود ہونے اور احکام کا مکلف ہونے کی بات ہو رہی ہے۔

سادہ سادہ عجیب بددیانتی ہے کہ قادیانی اسی کتاب کے اسی صفحے پر سے ایک حدیث لے رہے ہیں جو بے سند ہے اور دوسری چھوڑ رہے ہیں جو حسن ہے۔ پھر یہی علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: لَوْ كَانَ الْأَنْبِيَاءُ بَلَى الْمُرْسَلُونَ بَلَى أُولُو الْعِزِّ مِنْهُمْ فِي زَمَانِهِ لَمَّا وَسَّعَهُمْ إِلَّا ابْتِغَاءً لِّعِزِّهِمْ أَمَّا الْغُلَامُ الَّذِي بَلَغَ مِنْهُمْ فَلَمَّا وَفَّقَهُمْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ لَكَ وَفْقٌ وَابْنُ مَرْجَانَ الَّذِي أَسْلَمَ لَكُمْ كَيْفَ يَدْعُوكُمْ وَلَمْ أَبْلِغْ عَلَيْهِمْ إِلَهًا يَأْتِيهِمْ أَفَلَا تُفْقَهُمْ (آل عمران: ۳۹) میں سے اولوالعزم انبیاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوتے تو آپ کی اتباع کے بغیر ان کا چارہ نہ ہوتا (ابن کثیر ۱/۳۹۵)۔

اس عبارت کے ایک ایک لفظ پر غور کیجیے! فرمایا: اگر تمام نبی۔ بلکہ تمام رسول۔ بلکہ ان میں سے اولوالعزم انبیاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

علامہ ابن کثیر نے اس عبارت میں تمام نبی کے الفاظ لکھے ہیں اور پھر ان انبیاء کے زندہ ہونے کی بات نہیں فرمائی بلکہ اس زمانے میں ان کے موجود ہونے کی بات کی ہے۔ ادھر حدیث کے الفاظ بَيِّن اَظْهَرُ كُمْ کا بھی یہی مفاد ہے۔

سابعا حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم کچھ باتیں یہودیوں

سے ایسی سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، آپ اجازت دیں تو ہم لکھ لیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اس طرح الجھنا چاہتے ہو جس طرح یہودی اور عیسائی الجھ گئے تھے؟ بلاشبہ میں تمہارے پاس واضح اور شفاف شریعت لے کر آیا ہوں، اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری یہودی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا لَوْ أَنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ حَيًّا مَا وَصَّيَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي (مسند احمد حدیث: ۱۵۱۶۳، شعب الایمان حدیث: ۱۷۶، ۱۷۷، مشکوٰۃ: ۱۷۷)۔

قادیانیوں کا تیر ہواں سوال: حدیث شریف میں ہے کہ: لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ لِّعَنِي اللَّهُ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجی ہے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا (بخاری: ۴۳۵)۔

اس حدیث میں عیسائیوں کا اپنے نبی کی قبر کو مسجد بنالینا مذکور ہے۔ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بن چکی ہے اور وہ فوت ہو چکے ہیں۔

جواب: اولاً عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر مرفوع سمجھتے ہیں۔ پھر ان کی کوئی قبر کو مسجد بنایا ہوگا؟ ذرا سوچ سوچ کر جواب دینا!

ثانیاً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھانسی پانے کے بعد تین دن تک قبر میں مدفون رہے۔ تین دن کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ اس دوبارہ جی اٹھنے کے دن آج بھی عیسائی لوگ عید مناتے ہیں جسے ایسٹر (Easter) کہا جاتا ہے اور مسیح جی اٹھا کے اشتہار اور بینز لگائے جاتے ہیں، اس فرضی قبر کو اگر عیسائی پوجتے رہے ہوں تو یہ حیات مسیح کے اسلامی عقیدے کے خلاف نہیں۔

ثالثاً مرزا قادیانی نے انکشاف کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قبر سے نکل کر ہندوستان آ گئے اور یہاں مقبوضہ کشمیر میں سری نگر کے محلہ خان یار میں ان کی قبر موجود ہے۔ مرزا نے اس موضوع پر مکمل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ”مسیح ہندوستان میں“

مرزا کے اس نزاعی انکشاف سے پہلے دنیا کے کسی عیسائی کو اس قبر کا علم نہیں تھا۔ عیسائی

اس قبر کو اپنی سجدہ گاہ کیسے بنا سکتے ہیں جس کا انہیں علم ہی نہیں اور اس کا انکشاف صرف مرزا صاحب نے کیا ہے۔ قادیانیوں کی اس سینہ زوری کا کیا علاج؟

رابعاً علامہ ابن حجر عسقلانی یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ یہودیوں کے بہت سے انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں مگر عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو پھر عیسائیوں کے انبیاء کا ذکر حج کے صحنے سے کیوں فرمایا؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی موجود نہیں تو پھر ان کی قبر کی پوجا سے کیا مراد ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے خود ہی لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کا اکٹھا ذکر کرنے کی وجہ سے مجموعی طور پر سب کو انبیاء کہا گیا ہے، اور مراد انبیاء بھی ہیں اور ان کے کبار قبیلین بھی ہیں مگر بیان کرتے وقت صرف انبیاء پر اکتفا فرمایا ہے، اسکی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں فرمایا کہ: كُنَّا نُوايْتَخِذُوْنَ قُبُورَ أَنْبِيَآءِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ (مسلم حدیث: ۱۱۸۸)۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے تھوڑا پہلے والی حدیث میں جب صرف یہودیوں کا ذکر کیا تو فرمایا، اِتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَآءِهِمْ مَسَاجِدَ (بخاری: ۴۳۷، مسلم: ۱۱۸۵)۔

اس حدیث میں عیسائیوں کا ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسجدیں بنانے سے مراد یہودیوں کا اس بدعت کو ایجاد کرنا ہو اور عیسائیوں کا انکی اتباع کرنا ہو اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ عیسائیوں نے کثیر انبیاء کی قبروں کی تعظیم کی جنکی تعظیم یہودی کرتے تھے (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۶۲۳-۶۲۴)۔

واضح ہو گیا کہ قادیانیوں نے ساری احادیث کو بد نظر نہیں رکھا، تحقیق اور دیانت سے کام نہیں لیا۔ لیکن اللہ کریم کی شان دیکھو! قادیانیت کے ظہور سے پہلے ہی علمائے ذی شان نے قادیانیت کا ناطقہ بند کر رکھا ہے حالانکہ مرزا قادیانی ان کے سامنے نہیں تھا اور ان پر کسی قسم کی متعصبانہ مخالفت اور عناد کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔

قادیانیوں کا چودہواں سوال: پنجابی میں کہتے ہیں: رب تینوں چکے، اس سے مراد گلے کی موت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح کے اٹھائے جانے سے مراد انکی موت ہے۔

جواب: قرآن کو پنجابی محاوروں پر نہیں ڈھالنا چاہیے۔ ثانیاً اس پنجابی محاورے میں کسی کے شر سے جان چھڑانے کے لیے بددعا کے طور پر ایسا کہا جاتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں ایسا سوچنا ہی کفر ہے۔

قادیانیوں کا پندرہواں سوال: یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے کہ آپ تربیٹھ برس زندہ رہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام ہزاروں برس زندہ رہیں اور ہمارے حضور زمین میں دفن ہوں اور مسیح علیہ السلام آسمان پر چڑھ جائیں۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہوا آسمان پر

مدفن ہوز میں میں شاہ جہاں ہمارا

جواب: عجب بیوقوفوں سے واسطہ پڑ گیا۔ قرآن مجید حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۹۰۰ سال سے زائد بتاتا ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کی عمریں تربیٹھ برس سے زائد ہوئیں۔ خود قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر زمین پر ۱۲۰ برس تھی۔ کیا تمام انبیاء کی یہ طویل عمریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کہلائیں گی؟

ثانیاً خود مرزا قادیانی نے ستر سال سے زائد عمر پائی گویا اس نے توہین حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف کر لیا اور بلاشبہ لعنت ہو اس شخص پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے خصوصاً جب کہ وہ اقبال جرم بھی کر رہا ہو۔

ثالثاً حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا بھی نبی کریم ﷺ کی توہین نہیں۔ تمام فرشتے آسمان پر ہیں، جنت و دوزخ آسمان پر ہیں، سورج چاند ستارے سب بلندی پر ہیں، دن رات ہزاروں کافر جہازوں میں پرواز کرتے پھر رہے ہیں، بعض چاند اور مریخ پر جا چکے ہیں۔ بتاؤ اگر اس طرح توہین بنائی جائے اور اس سلسلہ ہانت کا کیا علاج اور تمہارے دماغ کا کیا علاج؟

رابعاً عزت و اعزاز کا دار و مدار زمین یا آسمان نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس چیز کا دار و مدار ہے۔

مصر، گلیل، القدس، فلسطین، بابل اور قارآن بھی مدنی
تیری خاطر بننا چاہیں دنیا کے سلطان بھی مدنی

حضرت عیسیٰ شرف زیارت حاصل کرنا چاہتے ہیں
آخر اک دن ہو جائیں گے رب کے وہ مہمان بھی مدنی

تیرے پیچھے جبرائیل بھی منزل منزل جاتے ہیں
تو کی قرآن بھی مکی، تو مدنی قرآن بھی مدنی

اسی لیے اس امر پر پوری امت کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جس پر حبیب کریم صلی اللہ
علیہ وسلم آرام فرما ہیں، وہ عرش سے بھی افضل ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان تو عرش سے ابھی
نیچے ہے۔ اب یہ شعر جوابا پڑھو!

افضل ہے آسمان سے وہ سرزمین طیبہ

مدفون ہے جہاں پر شاہ جہاں ہمارا

خلاصا اس قسم کی لہجہ بازیوں عیسائی بھی کرتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ
عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی عیسائی نے کہا کہ ہمارے مسیح تمہارے نبی سے افضل
ہیں اس لیے کہ ہمارے مسیح آسمان پر ہیں اور تمہارے نبی زمین میں دفن ہیں۔

کسے بکلفت کہ عیسیٰ ز مصطفیٰ اعلیٰ است

کہ ایں بہ زیر زمین دفن و آل باوچ ساست

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جوابا فرمایا:

بکلفت کہ نہ ایں حجت قوی باشد

حجاب بر سر آب و گوہر تہ دریاست

یعنی میں جواباً تمہیں کہتا ہوں تمہاری دلیل مضبوط نہیں، بلبلہ ہمیشہ پانی کے اوپر ہوتا ہے
اور موتی دریا کی تہہ میں ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کو بھی شروع شروع میں عیسائیت کے رد کا بہت شوق تھا۔ لیکن ایسے کاموں
کیلئے لیاقت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی سے جب عیسائیوں کے اس قسم
کے اعتراضات کے جواب نہ بن سکے تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ وقت کے علماء اور مشائخ کی طرف

رجوع کرتے اور ان سے رہنمائی لیتے۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس کے برعکس یہ ترکیب نکالی کہ
حیات مسیح علیہ السلام کا سرے سے انکار ہی کر دیا جائے۔ نہ بچے گا بانس نہ بچے گی بانسری۔ چنانچہ وہ
خود اپنی کتاب کشتی نوح میں یوں لکھتے ہیں: خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح، صلیبی عقیدہ (عیسائیت)
پر موت نہیں آسکتی (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷)۔

لیکن مرزا قادیانی ان حقائق کو بھول گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا
ہوئے تھے (سورہ مریم وغیرہ) اور اللہ نے انکا نام روح اللہ اور کلمۃ اللہ رکھا ہے (آل عمران)۔ وہ
اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ اصلی پرندہ بن جاتا تھا۔ وہ
بیماروں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (آل عمران)۔ کیا یہ سب باتیں عیسائیت کے
ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو تقویت نہیں دے رہیں؟ کیا آپ ان تمام حقائق کا انکار محض
اس لیے کر دیں گے کہ ان سے عیسائیت کو تقویت مل رہی ہے؟ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور ان کے خاندان کے حوالے سے پوری پوری سورتیں موجود ہیں (آل عمران، مائدہ اور
مریم)۔ کیا ان سب کو بھی عیسائی دشمنی میں آ کر قرآن سے نکال باہر کریں گے؟

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے وفات مسیح کا شوشا چھوڑ کر عیسائیوں کو مطمئن
کر دیا ہے؟ کیا واقعی صلیبی عقیدے پر موت طاری کر دی گئی ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی عیسائی
لوگ قادیانیت کو قبول کرنے کی بجائے دھڑا دھڑا اسلام کو قبول کرتے جا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا
حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اس کام میں رکاوٹ نہیں ڈال رہا۔ بلکہ زبردست مددگار ثابت ہو رہا
ہے۔ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور اسلام
میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و آبرو موجود ہے تو انکا دل اسلام کے لیے خود بخود نرم ہو جاتا
ہے۔ اور خدا گواہ ہے کہ ہم یہ بات محض ہوائی اور بے بنیاد نہیں کر رہے بلکہ ہم نے خود عیسائیوں سے
گفتگو کی ہے اور اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر یہ بات عرض کر رہے ہیں۔

آج تک عیسائیوں نے حیات مسیح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نقصان
نہیں پہنچایا۔ یہ شوشا محض قادیانیوں نے خود چھوڑ رکھا ہے اور عیسائیوں کی مخالفت کا ڈھونگ
رچائے بیٹھے ہیں۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی موت واقع ہو گئی۔ یہ پورا واقعہ انجیل میں درج ہے۔ دوسری طرف یہودی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے دعویدار ہیں۔

یہاں قادیانی بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے ہم نوا ہیں۔ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکایا گیا مگر ہوا یہ کہ انکی موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ مردے کی طرح ہو گئے۔ بعد میں جب ہوش میں آ چکے تو چپکے سے کشمیر کی طرف بھاگ آئے۔ یہاں سری نگر میں انکی وفات ہوئی اور وہ سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہیں۔ قادیانیوں نے یہ سارا ڈھکوسلا عیسائیوں کی کتب اور آثار قدیمہ سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے برعکس قرآن کہتا ہے: وَمَا صَلَبُوهُ (النساء: 157) یعنی یہود نے عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی پھانسی دیا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں قرآن نے قتل اور پھانسی دونوں کی نفی کی ہے۔ قتل کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری ہوتا ہے جب کہ پھانسی کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔ آج کل کے ہوشیار وکیلوں نے جب پھانسی (hang) کے لفظ میں پائی جانے والی اس منجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرموں کو مختصر دار سے زندہ نیچے اتروانا شروع کر دیا تو قانون دانوں کو مجبوراً صرف پھانسی کی بجائے موت تک پھانسی (hang till death) کے الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پھانسی میں موت کا مفہوم شامل نہ تھا۔ اسی وجہ سے قرآن نے بھی قتل کا لفظ الگ اور پھانسی کا لفظ الگ استعمال کیا ہے۔ یہاں سے صلیب پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے قریب بھی نہیں گئے تو تم کس غلط فہمی میں صلیب کی پوجا کرتے ہو؟ اسی عقیدہ و مصلوبیت نے صلیب پرستی کو بنیاد فراہم کی تھی اور قادیانیوں نے صلیب توڑنے کی بجائے صلیب پرستی میں عیسائیوں کا ہاتھ بٹایا۔ آج اگر کوئی شخص صلیب کو توڑ کر دکھانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآنی الفاظ مَصْلُوبٌ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق صلیب پر چڑھنے کی نفی کرے تاکہ صلیب کو متبرک سمجھ کر اسکی پوجا کرنے کی بنیاد ختم ہو جائے اور صلیب پرستی کا صفایا ہو جائے۔

چلئے سب کچھ چھوڑیے۔ آپ عیسائیوں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں؟ ذرا انجیل میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ملاحظہ کر لیجیے۔ جس میں وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی خواہش فرما رہے ہیں۔ آپ کا ردِ عیسائیت کا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بھی درست معلوم ہونے لگے گا۔ انصاف شرط ہے:

Then before their eyes the four angels carried him up into heaven (BARNABAS:221)-

ترجمہ: پھر ان کی آنکھوں کے سامنے چار فرشتے مسیح کو آسمان پر اٹھا کر لے گئے۔

مرزا قادیانی انجیل برنباس سے فیصلہ مانگتا ہے

مرزا قادیانی لکھتا ہے: برنباس کی انجیل میں غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلے کے رد کردی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے جب کہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھاویں؟ (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱)۔

مرزا قادیانی نے جس انجیل کا ذکر کیا ہے اُن دنوں میں یہ کتاب سنی جاری تھی مگر منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ مرزا قادیانی مذکورہ بالا بیان دے کر پھنس چکے ہیں، اب وہ انجیل منظر عام پر آ چکی ہے۔ لیکن یہ انجیل جس طرح موجودہ عیسائیت کے لیے سخت مہلک ہے اسی طرح قادیانیت کا بھی ستیاناس کر رہی ہے۔ یہ انجیل قرآن کی تائید اور مرزا قادیانی کی تردید کر رہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

انجیل برنباس کے الفاظ پڑھیے:

UNWORTHY THOUGH I AM TO UNTIE HIS HOSEN I HAVE RECEIVED GRACE AND MERCY FROM GOD TO SEE HIM

(BARNABAS:97-1)

ترجمہ: اگرچہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں، میں نے اللہ سے اس

بات کی عاجزانہ دعا کی جو اس نے قبول کر لی کہ میں اس سے مل سکوں۔

بتاؤ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے، اس شریعت پر عمل کرنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت کرنے، امت محمدیہ کے پیچھے نماز پڑھنے میں اسلام کی شان ہی شان ہے کہ نہیں؟ اگر اب بھی سمجھ نہ آئے تو کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِيسٰی بْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ دوبارہ یاد کر لیں۔

قادیانیوں کا سولہواں سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کھاتے پیتے کیسے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ یعنی عیسیٰ اور مریم کھانا کھایا کرتے تھے (المائدہ: ۷۵)۔ اسی طرح قضائے حاجت کا کیا انتظام ہوگا۔ بال اور ناخن کیسے کاٹتے ہوں گے سانس لینے کے لیے آکسیجن کہاں سے ملتی ہوگی۔

جواب: كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت کھاتے رہتے تھے بلکہ ضرورت کے وقت کھانا مراد ہے۔ آسمان پر جانے کے بعد کھانے کی حاجت نہیں رہتی۔ فرشتے کھانا نہیں کھاتے اور جنتی لوگ جنت میں کھانے پینے قضائے حاجت اور آکسیجن کے محتاج نہیں ہوں گے۔ ان کا کھانا محض لذت اور لطف اندوزی کے طور پر ہوگا۔

ثانیاً آسمان والوں کی غذا گندم وغیرہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر ان کی اصل غذا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ جب دجال ظاہر ہوگا اور کھانے پینے کا سامان اس کے قبضے میں ہوگا تو مومنین کیا کھائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَكْفِي السُّؤْمِيْنَ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ يَوْمَئِذٍ التَّكْبِيرُ وَالتَّسْبِيحُ وَالتَّحْمِيدُ یعنی انہیں وہی غذا کام دے گی جو آسمان والوں کی غذا ہے اور ان کی غذا اللہ تعالیٰ کی تکبیر، تسبیح اور حمد ہے (مسند احمد حدیث نمبر ۶۳۷۲، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۷۷)۔

ثالثاً خود حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِنِّي اَبْنْتُ يَطْعَمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِيْنِي یعنی میں رات اس حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (بخاری: ۱۹۶۳، مسلم: ۲۵۷۲)۔

رابعاً قرآن شریف سے اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال تک کھانے پینے کے بغیر زندہ رہنا اور تمام حوائج بشریہ سے بچ رہنا ثابت ہے: وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَارْدَاؤُا ثَمَنًا (الکہف: ۲۵)۔

خامسایہ سوال دراصل ایمان کے فقدان، اللہ تعالیٰ کے نظام کی وسعت سے بے خبری اور صدیقین کے ساتھ روحانی انقطاع کا مظہر ہے۔ قادیانی حضرات میں ہمت ہے تو سمجھائیں ہماری اس ڈیڑھ سطر میں کتنے سمندر موجزن ہیں اور ان کی تفصیل کیا ہے؟

قادیانیوں کا سترہواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا ذُمْتُ حَيًّا یعنی (حضرت عیسیٰ نے فرمایا) اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں (مریم: ۳۱)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں انہوں نے نماز پڑھنی ہے اور زکوٰۃ دینی ہے۔ لیکن آسمان پر جانے کے بعد وہ زکوٰۃ کس طرح ادا کرتے ہوں گے۔

جواب: ان کے زکوٰۃ دینے سے مراد زکوٰۃ کے حکم کو تسلیم کرنا ہے اور اپنی امت میں اس کا نافرمان کرنا ہے، اور اس کا تعلق دارالعمل یعنی دنیا سے ہے۔

ثانیاً آپ ثابت کریں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی زمین پر رہتے ہوئے زکوٰۃ ادا کی ہو؟ تحقیق شدہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمینی زندگی کے دوران کبھی مالدار صاحب نصاب نہیں ہوئے۔

ثالثاً زکوٰۃ دینے کے لیے صاحب نصاب ہونا شرط ہے۔ آپ ثابت کریں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان میں صاحب نصاب ہیں۔

قادیانیوں کا اٹھارہواں سوال: حدیث شریف میں ہے کہ: مَا مِنْ نَفْسٍ مَّنْقُوسَةٍ الْيَوْمَ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَ هِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ یعنی آج جتنے بھی نفس زندہ ہیں سو سال کے اندر اندر سب وفات پا جائیں گے (مسلم: ۶۴۸۳)۔

معلوم ہوا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بھی تھے تو ان سو سالوں کے اندر اندر ضرور

فوت ہو گئے ہوں گے۔

جواب: آپ نے مسلم شریف سے حدیث: ۶۳۸۳ نقل کی ہے۔ اس حدیث کے نمبر پر غور کر لو۔ اس سے پہلے حدیث ۶۳۷۹، حدیث ۶۳۸۰، حدیث ۶۳۸۱، حدیث ۶۳۸۲ اور اسکے بعد حدیث ۶۳۸۵، میں علیؑ ظہورِ الآرض کے الفاظ بھی موجود ہیں یعنی زمین کے اوپر۔ گویا زمین کے اوپر رہنے والی مخلوق سو سال کے اندر اندر وفات پا جائے گی جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر موجود ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ آپ ہر دلیل بیان کرتے وقت یا تو سیاق و سباق کو چھوڑ کر غلط مفہوم پیدا کرتے ہیں یا جملہ ادھر نقل کرتے ہیں یا تمام احادیث پر نظر نہیں رکھتے۔ جب نیت میں ہی فتور ہو اور قادیانی نبوت کو ثابت کرنے کا غیر مشروط تہیہ کر لیا ہو تو ایسی ہی حرکتوں کا صادر ہونا لازم ہے۔ ورنہ اتنی خیانتیں ثابت ہونے کے بعد کوئی غیور انسان ضرور احساس کرے۔

ثانیاً یہ حدیث مسلم شریف کے جس باب میں مذکور ہے اس باب کا نام یہ ہے۔

باب: قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْتِي مِائَةُ سَنَةٍ وَ عَلَى الْأَرْضِ نَفْسٌ مَنفُوتَةٌ الْيَوْمَ۔ اس باب میں ہی علیؑ الآرض کی تصریح موجود ہے یعنی زمین پر۔

حالاً اس حدیث کے عموم سے حضرت خضر علیہ السلام کو علماء نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ آپ کے علاوہ زمین کے فرشتوں جنات اور شیطان کا استثناء بھی ضروری ہے تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام جو زمین پر موجود ہی نہیں تھے ان کو اس حدیث کے عموم میں شامل کیسے کیا جاسکتا ہے؟

قادیانیوں کا انیسواں سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ، أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ یعنی یہ لوگ جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی خلق نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود تخلیق کیے جاتے ہیں۔ وہ مردے ہیں زعمہ نہیں ہیں اور انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے (النحل: ۲۰، ۲۱)۔

اس آیت میں الَّذِينَ يَدْعُونَ میں عموم ہے۔ پھر أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس سے مراد پھر نہیں بلکہ ذی الارواح مراد ہیں اور پھر وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ان کے لیے بخت کا لفظ استعمال

ہوا ہے، اس سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ یہ پھر نہیں بلکہ انسان ہیں۔ جب واضح ہو گیا کہ اس آیت میں پوچھ جانے والے انسانوں کی بات ہو رہی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ میں شامل ہونا ثابت ہو گیا۔

جواب: الَّذِينَ يَدْعُونَ میں اگر عموم مانا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام بھی أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ میں شامل ہوں اس لیے کہ عیسائی ان کی بھی پوجا کرتے ہیں۔ باپ بیٹا روح القدس۔ اور جب حضرت جبریل علیہ السلام کی موت ثابت ہو گئی تو مرزا صاحب پر آنے والی فرضی وحی کا سرے سے ہی کہاڑا ہو گیا۔

ثانیاً ضروری نہیں کہ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ کے الفاظ ذی الارواح کے لیے استعمال ہوں۔ دیکھو! اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَمَا أَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے سے زمین کی موت کے بعد اسے زندہ کیا (البقرة: ۱۶۴) اس آیت میں زمین کی موت اور زندگی بیان ہوئی ہے۔ نیز فرماتا ہے: وَنُفِخُ فِي الصُّورِ نَفْثًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۲۷)۔

اسی طرح بتوں کی قیامت کے دن بخت یعنی اٹھائے جانا بھی ثابت ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں: وَالْقُرْآنُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْأَضْنََامَ تُبْعَثُ وَتُجْعَلُ فِيهَا الْحَيَاةُ فَتَبْرَأُ مِنْ عَابِدِيهَا یعنی قرآن اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بتوں کی بخت ہوگی اور ان میں زندگی پیدا کی جائے گی اور یہ اپنے پوجنے والوں سے بے زاری کا اظہار کریں گے (بغوی جلد ۲ صفحہ ۶۱۰)۔

حالاً کفار کا جو عقیدہ اپنے بتوں کے بارے میں تھا اسی اعتقاد کے موافق یہ آیات نازل کی گئی ہیں نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَاتُ عَلَى وَفْقِ مُعْتَقِدِهِمْ (کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)۔

رابعاً قرآن میں تصریح موجود ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے خلق کرتے تھے اَتَىٰ أَخْلَقَ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (آل عمران: ۴۹)۔ واضح ہو گیا کہ کچھ خلق نہ کر سکتے والوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ تمام انبیاء میں سے کوئی بھی مراد نہیں، اس سے مراد صرف بت ہیں۔ دوسری طرف انہی آپ کی پیش کردہ آیتوں میں وَهُمْ يُخْلَقُونَ کے الفاظ بھی موجود ہیں جو اس بات کی طرف واضح اشارہ کر رہے ہیں کہ کفار کے یہ معبود

خود انہی کے کمرے ہوئے تھے، بلکہ يُخْلَقُونَ کا مضارع ہونا اس بات کی مزید تائید کر رہا ہے، اس لیے کہ بت تراشی کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

خلاصاً قرآن مجید میں شہداء کو زندہ کہا گیا ہے اور انہیں مردے کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ پھر انبیاء کا مرتبہ ان سے بلند تر ہے بلکہ نبی کا امتی ہونے کی بدولت ہی شہادت کا مرتبہ ملتا ہے تو پھر خود کسی بھی نبی کو قرآن کیسے مردہ کہہ سکتا ہے۔

ساداً خصوصاً نبیوں کے بارے میں احادیث میں تصریحات موجود ہیں کہ الْأَنْبِيَاءُ
أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ یعنی تمام نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں (مسند ابی
یعلیٰ حدیث: ۳۳۲۵، مجمع الزوائد حدیث: ۱۳۸۱۲)۔ فَنبی اللہ حتی یرزق اللہ کا نبی زندہ ہوتا
ہے اسے رزق ملتا ہے (ابن ماجہ حدیث: ۱۶۳۷، ابن ماجہ حدیث: ۱۰۸۵، ابوداؤد حدیث: ۱۰۳۷،
نسائی حدیث: ۱۳۷۴، مستدرک حاکم حدیث: ۸۸۵۹)۔

سابقاً اگر معبودانِ باطلہ سے مراد انسان اور فرشتے ہوں تو لازم آئے گا کہ ان کی پوجا شروع ہوتے ہی ان کی موت ثابت ہو جائے حالانکہ بے شمار انسانوں کی پوجا ان کی زندگی میں ہوتی رہی اور فرشتے آج بھی پوجے جا رہے ہیں۔

۱۔ تمام مفسرین نے وَالَّذِينَ يَدْعُونَ سے مراد اصنام کی ہے فَاعْلَمُوا اِنَّهُ تَعَالٰی
 وَصَفَ هٰذِهِ الْاَصْنَامَ۔ اور انہیں اموات کہہ چکنے کے بعد غیر احیاء فرمانے میں یہ راز ہے کہ ان کی
 موت ایسی ہے جس کے بعد حیات نہیں هِيَ هٰذِهِ الْاَوْثَانُ (ابن جریر جلد ۸ جز دوم صفحہ ۱۱۳،
 بغوی جلد ۲ صفحہ ۶۰۹، قرطبی جلد ۱ صفحہ ۸۷، کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۵)۔

تاسعاً عَشْرُونَ کی خمیر بت پرستوں کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی بتوں کو شعور نہیں کہ ان کے پرستار کب اٹھائے جائیں گے، یا یہ خمیر بتوں کی طرف لوٹ رہی ہے اور مراد یہ ہے کہ بتوں کو خبر نہیں کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ الْمَلَّةَ يَنْعَثُ الْاَضْنَامَ وَلَهَا اَزْوَاجٌ وَمَعَهَا شَيْطَانُهَا فَيُؤْمَرُ بِهَا اِلَى النَّارِ (قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۸۷، کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۶) اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے وَقَدْ هَمَّ النَّاسُ وَالْجِبَّارَةُ (البقرة: ۲۳)۔

عاشق اگر بالفرض فرشتے اور رسول مراد ہوں تو ان پر موت کا لابدی ہونا مراد ہوگا اور غیور

اُحْيَاء میں ہمیشہ کی دنیوی زندگی کی نفی مراد ہوگی لَا بُدَ لَهُمْ مِنَ الْمَوْتِ ، غَيْرَ اَحْيَاءِ اٰی غَيْرُ
بِاَلٰیۃِ حَیَاتِهِمْ (کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۶)۔

قادیانیوں اور نیچریوں کا (بیسواں) سوال: امام مالک حیاتِ مسیح کے قائل نہیں تھے اسی لیے انہوں نے موطا میں حیاتِ مسیح کا باب نہیں باندھا۔

جواب: آپ کی یہ بات نہایت سطنی اور بے وقوفانہ ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر محدث اپنی ہر کتاب میں نزول مسیح کا باب باندھے تو تب اسے حیات مسیح کا قائل سمجھا جائے گا! امام مالک نے موطا میں توحید کا باب بھی نہیں باندھا جبکہ امام بخاری نے باب تو کجا کتاب التوحید کا عنوان باندھا ہے۔ تو کیا امام مالک توحید کے قائل نہ تھے؟ امام مالک نے معجزات کا باب بھی نہیں باندھا جبکہ امام بخاری نے غَلَامَاتُ النَّبُوَّةِ فِي الْإِسْلَام کا باب باندھا ہے تو کیا وہ معجزات اور نبوت کے ہی قائل نہ تھے؟ امام مالک نے بَدْءُ الْوَحْي کا باب نہیں باندھا جبکہ امام بخاری نے بخاری شریف کی ابتدا اسی کتاب بَدْءُ الْوَحْي سے کی ہے۔ تو کیا امام مالک وحی کی ابتدا کے ہی قائل نہ تھے؟

ثانیاً امام مالک نے کتاب الہود میں رجم کا باب سرفہرست باندھا ہے، تو کیا منہجریوں نے امام مالک کی روایت پر اور ان کے باندھے ہوئے باب پر اعتماد کرتے ہوئے رجم کو شرعی سزا تسلیم کر لیا ہے؟

ثالث امام مالک نے اسی موطن میں یہ باب باندھا ہے: مَا جَاءَ فِي صِفَةِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالذُّجَالِ آپ اس باب میں عیسیٰ بن مریم اور دجال کے اکٹھے ذکر سے کیا سمجھے؟ آپ نے بے دھڑک کیسے کہہ دیا کہ امام مالک نے نزول مسیح کا باب نہیں باندھا؟

رابعاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ علامہ ابی مالکی رحمۃ اللہ
 علیہ لکھتے ہیں: **قَالَ مَالِكُ بْنُ النَّاسِ قِيَامُ يَسْعَجُونَ لَا قَامَةِ الصَّلَاةِ**
فَغَشَاهُمْ غَمَامَةٌ فَإِذَا عِيسَى قَدْ نَزَلَ لِعِنِّي امام مالک فرماتے ہیں کہ: لوگ کھڑے ہو کر نماز کی
 اقامت سن رہے ہوں گے کہ اس دوران بادل انہیں ڈھانپ لیں گے، ایسے میں عیسیٰ علیہ السلام

نازل ہو جائیں گے (اکمال اکمال المعلم جلد ۱ صفحہ ۳۳۶)۔ یہی بات علامہ سنوسی مالکی نے بھی لکھی ہے (کمل اکمال الاکمال جلد ۱ صفحہ ۳۳۶)۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مالکی علماء اپنے امام کے عین مطابق اپنی کتابوں میں یہی عقیدہ بیان فرماتے ہیں مثلاً البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۵۶، قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۰، تفسیر ابن عربی جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۰۔ اب ذرا نزول مسیح پر ابواب بندی کی صورت حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

صحیح بخاری صفحہ ۷۰۵ پر باب نُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ موجود ہے۔ صحیح مسلم صفحہ ۹۱ پر باب ذِكْرُ الْمَسِيحِ بْنِ مَرْيَمَ وَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، موطا امام مالک صفحہ ۵۷ پر: باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَ الدَّجَالِ، ابودود جلد ۴ صفحہ ۱۵۶ پر: باب خُرُوجُ الدَّجَالِ ہے اور اس میں حدیث نمبر ۴۳۲۱ میں دمشق کے مشرقی مینار پر آپ کا نزول مذکور ہے۔ ترمذی شریف صفحہ ۶۳ پر باب مَا جَاءَ فِي نُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وابن ماجہ صفحہ ۵۸۹ پر: فَتَنَةُ الدَّجَالِ وَ خُرُوجُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ موطا امام مالک حدیث کی ایک مختصر کتاب ہے جس میں ۱۳۰۰ کے قریب احادیث و آثار منقول ہیں۔ یہ کوئی بخاری شریف کی طرح کی کتاب نہیں جس میں تقریباً ساڑھے سات ہزار حدیثیں ہوں۔ یا مسند احمد جیسی کتاب نہیں جس میں اٹھائیس ہزار کے قریب احادیث ہوں اور ہر موضوع کا احاطہ کرنے کا دعویٰ تو کسی بھی محدث نے نہیں کیا۔

مرزا قادیانی کا اپنی مسیحیت کی صداقت پر خیانت بھر استدلال:

مرزا لکھتا ہے: مجدد الف ثانی صاحب اپنے کتبوبات کی مجلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم میں لکھتے ہیں کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو علماء وقت کے بمقابل اس کے آمادہ مخالفت کے ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہوں گی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب وسنت کے برخلاف نظر آئیں گی حالانکہ درحقیقت برخلاف نہیں ہوں گی (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۹۳)۔

جواب: مرزا قادیانی نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے الفاظ نقل کرنے اور انہیں اپنا ذاتی مفہوم پہنانے میں فریب سے کام لیا ہے جو ایک نبوت کے مدعی کو تو کیا کسی بھی دیانت دار کو

زیب نہیں دیتا۔

اولاً حضرت مجدد کا پہلا لفظ ہی مرزا صاحب کھا گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز بات کو یہاں سے شروع کرتے ہیں: نزدیک است کہ۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مجدد صاحب اپنا ایک گمان ظاہر کر رہے ہیں نہ کہ نص۔ ثانیاً مجدد پاک کا یہ مکتوب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی شان میں ہے اور انکی فتنہ خفی اور انکے مقلدین کی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے ہے اور امام اعظم کے مخالفین، ناقدین اور غیر مقلدین کی تردید میں ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے اجتہاد سے اختلاف کرنے والے اور اس اجتہاد کا انکار کرنے والے غیر مقلدین ہوں گے۔ اب اس عبارت سے چند باتیں سامنے آئیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اختلاف صرف اجتہادی اور فقہی معاملات میں ہو گا نہ کہ عقائد میں۔ جبکہ مرزا قادیانی سے کبھی کوئی فقہی جھگڑا ہوا ہی نہیں۔ محض عقائد اور اصول پر جھگڑا ہوا ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اختلاف کرنے والے صرف غیر مقلدین ہوں گے۔ جبکہ مرزا سے جنگ کرنے والی پوری امت ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو، حتیٰ کہ حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن والے جیسے صوفی بزرگوں نے بھی مرزا کی مخالفت کی۔ تیسری یہ کہ غیر مقلدین علماء بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر نہیں کہیں گے بلکہ محض اجتہادی مسائل میں ان سے متفق نہیں ہوں گے جبکہ مرزا کو پوری امت کافر کہہ اٹھی ہے۔ چوتھی یہ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہ فرمان محض انکا ایک امکانی اندازہ ہے جیسا کہ انکے ابتدائی الفاظ ہیں کہ: نزدیک است۔ عربی ترجمہ میں یسگاد ہے اور اردو ترجمہ میں عجب نہیں کہ علماء ظاہر اختلاف کریں الخ کے الفاظ ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے اصل الفاظ یہ ہیں: نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند مثل روح اللہ مثل امام اعظم کو فی استرحمة اللہ علیہ کہ پیر کتب و دوع و دعویٰ و بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگران در دفعہ آں عاجز و قاصر اند و مجتہدات اور ابواسطہ دقت معانی مخالف کتاب

ضروری نہیں۔ اتنا ضروری ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام احوال میں سے بعض میں اگر مرزا صاحب تکلف کر کے کوئی حکمت تلاش کر لیں تو پھر بقیہ احوال میں پائی جانے والی حکمت کو بھی اسی طرح محنت سے تلاش کر لیتا یا اسی پر قیاس کر لیتا ضروری ہوگا۔

ثانیاً مسیح کا ایک معنی ہے سیاحت کرنے والا۔ زمین میں سیاحت سارے نبیوں نے فرمائی مگر مسیح کا لقب کسی دوسری نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اس لقب کو آسمان پر اٹھائے جانے کے ساتھ گہری مناسبت ہے۔

ثالثاً حدیث شریف میں صاف الفاظ ہیں کہ: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَ إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ یعنی اے میری امت تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری: ۳۴۳۹، مسلم: ۲۹۴۰)۔ كَيْفَ أَنْتُمْ کے الفاظ سے صاف حکمت سمجھ میں آگئی کہ اس امت کی شان کا اظہار مقصود ہے کہ بنی اسرائیل کا پیغمبر اس امت کا مقتدی بنے گا۔ اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ: كَيْفَ تَهْلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةُ وَ أَنَا أَوْلُهَا وَ الْمَسِيحُ آخِرُهَا (مشکوٰۃ: ۶۲۸)۔

رابعاً إِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الْآيَةِ اس آیت میں لقوم من بہ پر عمل معراج کی رات ہو چکا اور وَلَقَدْ نَصَرْنَاهُ پر عمل حضرت مسیح علیہ السلام بعد از نزول کریں گے اور یہ ذمہ داری خالصتاً حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی بنتی ہے۔ اس لیے کہ لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ نَبِيٌّ کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔ اسی حکمت کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ دیتے ہوئے فرمایا: لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ نَبِيٌّ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْبُدُوهُ رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْخُمْرَةِ وَ الْبَيْضِ (ابوداؤد: ۴۳۴۳)۔ اس سے بھی زیادہ گہری مناسبت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ، الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّابِ أُمَّهَاتِهِمْ شَتَّى وَ دِينُهُمْ وَاحِدٌ ، وَ لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ نَبِيٌّ (متدرک حاکم حدیث ۴۲۰۵)۔ صحیح وافقہ الذہبی

خامساً حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا انجیل میں موجود ہے کہ: اے میرے اللہ مجھے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب فرما نا انجیل برنباس کے الفاظ یہ ہیں۔

I Have Received Grace And Mercy From God To See Him (Barnbas C-97 V-I)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی شریعت کی پیروی، روضہ اقدس پر جا کر سلام پیش کرنا اور جواب لینا، حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا، مسلمانوں کا ان پر جنازہ پڑھنا، روضہ اقدس میں حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہونا اور قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھنا سب کچھ نصیب کر دیا۔

الحمد للہ ہم نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں عقلی طور پر بھی بیان کر دی ہیں اور ہر حکمت کے حق میں اشارہ قرآن و سنت میں بھی دکھا دیا۔

اب آپ بتائے! مرزا قادیانی کے مسیح موعود بننے میں کیا حکمت ہے؟ خصوصاً جبکہ وہ کہتا ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں۔ پھر اس کے دلائل وہی جھوٹے انبیاء والے دلائل ہیں۔ وہی بہاء اللہ والے دلائل ہیں، اصل مسیح نے امن قائم کرنا تھا اور جبکہ مرزا نے فساد قائم کر دیا، مسلمانوں کو قوت دینا تھی اور اس نے اربوں مسلمانوں کو قادیانی نبوت کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر کہہ دیا۔ چراغ بی بی کو مریم کہنے میں کیا حکمت تھی؟ مرزا کو استعارے کے رنگ میں حمل ٹھہرانے میں پھر اس کو مریم اور اسی کو مسیح کہنے میں کیا حکمت تھی؟ ایک ہی مرزا کے نبی، مہدی اور مسیح بلکہ آدم نوح ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ سب کچھ بن بیٹھنے میں کیا حکمت تھی۔ بقول آپ کے کہ: استعارے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہی عیسائیوں نے الیہا کے نزول سے متعلق دھوکہ کھایا تھا تو پھر نبی کریم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اور تورات و انجیل کا موضح ہونے کے باوجود اور قرآن کا مبین ہونے کے باوجود امت کو استعاروں کے حوالے کرنے میں کیا حکمت تھی؟ ہماری پیش کردہ نزول مسیح کی حکمتوں کو جس طرح رد کرتے ہو اپنی اس تردید پر نظر رکھتے ہوے صحیح صحیح جواب دینا اور نکتے مت لگانا؟۔

☆.....☆.....☆

ضروری نہیں۔ اتنا ضروری ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے تمام احوال میں سے بعض میں اگر مرزا صاحب تکلف کر کے کوئی حکمت تلاش کر لیں تو پھر بقیہ احوال میں پائی جانے والی حکمت کو بھی اسی طرح محنت سے تلاش کر لیتا یا اسی پر قیاس کر لیتا ضروری ہوگا۔

ثانیاً مسیح کا ایک معنی ہے سیاحت کرنے والا۔ زمین میں سیاحت سارے نبیوں نے فرمائی مگر مسیح کا لقب کسی دوسری نبی کو عطا نہیں ہوا۔ اس لقب کو آسمان پر اٹھائے جانے کے ساتھ گہری مناسبت ہے۔

ثالثاً حدیث شریف میں صاف الفاظ ہیں کہ: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَ إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ یعنی اے میری امت تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بخاری: ۳۴۳۹، مسلم: ۳۹۲۰)۔ كَيْفَ أَنْتُمْ کے الفاظ سے صاف حکمت سمجھ میں آگئی کہ اس امت کی شان کا اظہار مقصود ہے کہ بنی اسرائیل کا پیغمبر اس امت کا مقتدی بنے گا۔ اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ: كَيْفَ تَهْلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةُ وَ أَنَا أَوْلَاهَا وَ الْمَسِيحُ آخِرُهَا (مشکوٰۃ: ۶۲۸)۔

رابعاً إِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِيَيْنِ الْآیۃ اس آیت میں لغو منن بہ پر عمل معراج کی رات ہو چکا اور وَلَقَدْ خُضِرْنَا پر عمل حضرت مسیح علیہ السلام بعد از نزول کریں گے اور یہ ذمہ داری خالصتاً حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی بنتی ہے۔ اس لیے کہ لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ نَبِيٌّ کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔ اسی حکمت کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ دیتے ہوئے فرمایا: لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَهُ نَبِيٌّ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْبُدُوهُ رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْخُمْرَةِ وَ الْبَيْضِ (ابوداؤد: ۴۳۲۳)۔ اس سے بھی زیادہ گہری مناسبت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ، الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّابِ أُمَّهَاتِهِمْ شَتَّى وَ دِينُهُمْ وَاحِدٌ ، وَ لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ نَبِيٌّ (متدرک حاکم حدیث ۴۲۰۵)۔ صحیح وافق الذہبی

خامساً حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا انجیل میں موجود ہے کہ: اے میرے اللہ مجھے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نصیب فرما تا انجیل برنباس کے الفاظ یہ ہیں۔

I Have Received Grace And Mercy From God To See Him (Barnbas C-97 V-I)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی شریعت کی پیروی، روضہ اقدس پر جا کر سلام پیش کرنا اور جواب لینا، حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا، مسلمانوں کا ان پر جنازہ پڑھنا، روضہ اقدس میں حضور ﷺ کے ساتھ دفن ہونا اور قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھنا سب کچھ نصیب کر دیا۔

الحمد للہ ہم نے سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں عقلی طور پر بھی بیان کر دی ہیں اور ہر حکمت کے حق میں اشارہ قرآن و سنت میں بھی دکھا دیا۔

اب آپ بتائے! مرزا قادیانی کے مسیح موعود بننے میں کیا حکمت ہے؟ خصوصاً جبکہ وہ کہتا ہے کہ میرے جیسے ہزاروں مسیح آ سکتے ہیں۔ پھر اس کے دلائل وہی جھوٹے انبیاء والے دلائل ہیں۔ وہی بہاء اللہ والے دلائل ہیں، اصل مسیح نے امن قائم کرنا تھا اور جبکہ مرزا نے فساد قائم کر دیا، مسلمانوں کو قوت دینا تھی اور اس نے اربوں مسلمانوں کو قادیانی نبوت کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر کہہ دیا۔ چراغ بی بی کو مریم کہنے میں کیا حکمت تھی؟ مرزا کو استعارے کے رنگ میں حمل ٹھہرانے میں پھر اس کو مریم اور اسی کو مسیح کہنے میں کیا حکمت تھی؟ ایک ہی مرزا کے نبی، مہدی اور مسیح بلکہ آدم نوح ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ سب کچھ بن بیٹھنے میں کیا حکمت تھی۔ بقول آپ کے کہ: استعارے نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہی عیسائیوں نے الیہا کے نزول سے متعلق دھوکہ کھایا تھا تو پھر نبی کریم ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اور تورات و انجیل کا موضوع ہونے کے باوجود اور قرآن کا مبین ہونے کے باوجود امت کو استعاروں کے حوالے کرنے میں کیا حکمت تھی؟ ہماری پیش کردہ نزول مسیح کی حکمتوں کو جس طرح رد کرتے ہو اپنی اس تردید پر نظر رکھتے ہوئے صحیح صحیح جواب دینا اور نیکے مت لگانا؟

☆.....☆.....☆

تیسرا باب:

ظہورِ امام مہدی رضی اللہ عنہ

ظہورِ مہدی پر احادیث

(۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عَشْرَتِي مِنْ أَوْلَادِ فَاطِمَةَ زَوْأَةُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ [ابو داؤد حدیث رقم: ۴۲۸۴، ابن ماجہ حدیث رقم: ۴۰۸۶، شرح السنۃ حدیث رقم: ۴۲۸۰] - إسناده جید ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری عترت میں سے ہوگا۔ فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔

(۲) وَعَنْ أَبِي اسْحَقَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ ﷺ وَنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ، قَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ يُسَمَّى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يَشَبَّهُهُ فِي الْخُلُقِ وَلَا يَشَبَّهُهُ فِي الْخَلْقِ [ابو داؤد حدیث: ۴۲۹۰] - إسناده ضعیف ترجمہ: حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے نام دیا ہے۔ اس کی پشت سے ایک آدمی نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی والا رکھا جائے گا۔ وہ اخلاق میں نبی سے مشابہ ہوگا مگر صورت میں مشابہ نہیں ہوگا۔

(۳) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَلْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَنِي يُوْاطَى اسْمُهُ إِسْمَعِيلُ [ترمذی حدیث: ۲۲۳۰، ابو داؤد حدیث: ۴۲۸۲، مستدرک حاکم حدیث: ۸۵۳۶ و قال الذہبی صحیح] - قَالَ التِّرْمِذِيُّ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی عرب کا مالک بن جائے گا۔ اس کا نام میرے نام سے مطابق ہوگا۔

(۴) وَعَنْ زَيْدٍ ﷺ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَوْ لَمْ يَتَّقِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا

يَوْمَ لَطَوُلُ اللَّهِ ذَلِكَ الْيَوْمَ ، حَتَّى يَبْعَثَ رَجُلًا مِنِّي أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ
إِسْمِي وَإِسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي زَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ [ابو داؤد حدیث رقم: ۴۲۸۲، ترمذی
حدیث رقم: ۲۲۳۱]۔ الْحَدِيثُ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت زہراؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی
کریمؐ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: خواہ دنیا کا صرف ایک دن باقی رہ جائے پھر بھی اللہ اس دن
کو لبھا کر دے گا حتیٰ کہ ایک آدمی کو مجھ سے پا فرمایا میرے اہل بیت سے بھیجے گا جس کا نام میرے
والا ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد گرامی والا ہوگا۔

(۵) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلْمَهْدِيُّ مِنِّي أَجَلِي
السَّجَّهَةِ ، أَلْنَسَى الْأَنْفَ ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مِلْتُمْ ظُلْمًا وَجَوْرًا ،
يَمْلِكُ سِتْعَ مِائِينَ [ابو داؤد حدیث: ۴۲۸۵، شرح السنۃ حدیث: ۴۲۸۰، مستدرک
حاکم حدیث: ۸۸۴۸ و فیہ عمران قال الذہبی هو ضعیف]۔ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مہدیؑ مجھ سے ہوگا۔
کلی پیشانی والا، بلند بینی والا، زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم
سے بھری ہوئی ہوگی۔ سات سال حکومت کرے گا۔

(۶) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ
خَلِيفَةٍ ، فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ
فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ ، فَيَأْتِيَهُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيَبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ
فَيُخَسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ، فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ آتَاهُ أَهْلُ أَهْدَالِ
الشَّامِ وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَيَأْتِيَهُونَهُ ، ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَخُو آلِهِ كَلَّبُ
فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا ، فَيُظْهِرُونَ عَلَيْهِمْ ، وَذَلِكَ بَعْثٌ كَلَّبُ وَبَعَثٌ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ
نَبِيِّهِمْ وَيُلْقِي الْأَسْلَامَ بِجَرَانِهِ فِي الْأَرْضِ ، فَيَلْبَثُ سِتْعَ مِائِينَ ، ثُمَّ يُتَوَلَّى وَيُصَلِّي
عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ زَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ [ابو داؤد حدیث رقم: ۴۲۸۶]۔ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریمؐ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: ایک غلیفہ کی
موت پر اختلاف ہوگا۔ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا۔ اہل مکہ میں سے
لوگ اسکے پاس آئیں گے۔ وہ اسے باہر نکالیں گے حالانکہ وہ نہیں چاہے گا۔ وہ اسکے ہاتھ پر رکن
یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعت کریں گے۔ شام سے ایک دستہ اسکے مقابلے کے لیے بھیجا
جائے گا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب لوگ یہ
منظر دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے سرکردہ لوگ اسکے پاس آ کر اسکی بیعت کریں گے،
پھر قریش میں سے ایک آدمی کھڑا ہوگا۔ اسکے نہال بنو کلب ہوں گے وہ انکی طرف فوج بھیجے گا وہ
اس فوج پر غالب آ جائیں گے۔ یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ لوگوں میں انکے نبی کی سنت کے مطابق
احکام نافذ کرے گا۔ اسلام زمین پر اپنی گردن ڈال دے گا۔ وہ سات سال تک رہے گا۔ پھر وفات
پائے گا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے۔

کیا مرزا قادیانی ہی مسیح اور مہدی ہے؟

مرزا قادیانی نے اپنے لیے ایک نہایت مصیبت مزید کھڑی کی ہے۔ کہتا ہے میں ہی مسیح
ہوں اور میں ہی مہدی ہوں۔ حالانکہ حدیث شریف میں تصریح موجود ہے کہ مہدی اور عیسیٰ
دونوں جدا جدا شخصیات ہیں۔ اس سے قبل ہم حضرت مسیح علیہ السلام اور سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ
دونوں کے الگ الگ حلیے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ مزید سنئے! نبی کریمؐ نے فرمایا:

كَيْفَ تَهْلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةُ وَأَنَا أَوْلَاهَا وَمَهْدِيُّ وَنُطْقُهَا وَعِيسَى أَخُوَهَا
یعنی یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں، درمیان میں مہدی اور آخر میں
عیسیٰ ہے (رواہ رزین کما فی المسکلا صفحہ ۵۸۳، ابن عساکر جلد ۷ صفحہ ۵۲۱، ۵۲۲)۔

ایک حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت امام مہدیؑ کی اقتداء میں سیدنا عیسیٰ علیہ
السلام نماز پڑھیں گے: كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمْ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ وَإِمَامُكُمْ وَمَنْتُمْ لِي
اے میری امت تمہاری شان اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا اور تمہارا
امام تم میں سے ہوگا (بخاری حدیث: ۳۳۳۹، مسلم حدیث: ۳۹۲)۔

حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **الْمَهْدِيُّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهُوَ الَّذِي يُؤْتِمُّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ** یعنی امام مہدی اس امت میں سے ہوں گے، اور وہی ہیں جو عیسیٰ بن مریم کی امامت کریں گے (ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۶۷۹)۔

اس کے علاوہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا تعلق مغل یعنی میرزا خاندان سے تھا۔ جب کہ احادیث میں تصریح موجود ہے کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سادات کرام میں سے ہوں گے۔ یہ احادیث آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

مختلف جہات سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ السلام دونوں الگ الگ شخصیات ہیں اور مرزا قادیانی علامات مہدی پر پورا نہیں اترتا۔

قادیانی سوالوں کے جواب

قادیانیوں کا پہلا سوال: حدیث شریف ہے کہ: **"لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى"**۔ یعنی عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں۔

جواب: یہ پوری حدیث اس طرح ہے: **لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَىٰ سِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ** یعنی قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی اور اس وقت عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہ ہوگا۔

اس مکمل حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس حدیث میں مہدی کا لفظ عربی زبان کے لفظ کے طور پر اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں مہدی سے مراد امام مہدی نہیں ہیں۔

ثانیاً صفت کا حصر ذات میں جائز ہے جیسے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اور ذات کا حصر صفت میں بھی جائز ہے جیسے **مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ**۔ مگر ذات کا حصر ذات میں یا صفت کا حصر صفت میں نہیں ہوا کرتا۔ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے اور وہ مسیحیت اور مہدویت کی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر مسیحیت اور مہدویت دونوں ان کی صفات ہوں تو **لَا الْمَهْدِيَّ إِلَّا**

عِيسَى میں صفت کا حصر صفت میں لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

ثالثاً احادیث کی کتب میں **نُزُولُ الْمَسِيحِ** کا باب الگ موجود ہوتا ہے اور **خُرُوجُ الْمَهْدِيِّ** کا باب علیحدہ موجود ہوتا ہے۔ مثلاً: ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ پر **خُرُوجُ الدَّجَالِ** کے باب میں **نُزُولُ الْمَسِيحِ** کی احادیث درج ہیں مگر اسی کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ پر **يَحْسَابُ الْمَهْدِيَّ** علیحدہ موجود ہے۔ اسی طرح ترمذی شریف میں صفحہ ۶۳ پر **نُزُولُ الْمَسِيحِ** کا باب ہے جبکہ صفحہ ۶۳۶ پر باب **مَا جَاءَ فِي الْمَهْدِيِّ** علیحدہ موجود ہے۔ ابن ماجہ کے صفحہ ۵۸۹ پر **نُزُولُ الْمَسِيحِ** کا باب ہے جبکہ صفحہ ۵۹۵ پر **خُرُوجُ الْمَهْدِيِّ** کا باب الگ موجود ہے۔

تمام احادیث پر نظر رکھنے کے بعد علماء نے فیصلہ دیا ہے کہ: **تَوَاتَرَتْ الْأَخْبَارُ بِأَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَأَنَّ عِيسَى يُصَلِّي خَلْفَهُ، ذِكْرُ ذَلِكَ رَدٌّ لِلْحَدِيثِ الَّذِي أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَنَسٍ وَفِيهِ وَلَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى** یعنی تواتر کے ساتھ احادیث وارد ہیں کہ مہدی اس امت میں سے ہوں گے، اور حضرت عیسیٰؑ انکے پیچھے نماز پڑھیں گے، یہ بات حدیث **لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى** کے رد میں کہی گئی ہے (فتح الباری ۶/۵۵۶)۔

مرزا قادیانی کا علاقہ ہندوستان اور سیدنا امام مہدی کا علاقہ مکہ مدینہ ہے، مرزا قادیانی قوم کا مغل ہے جب کہ امام مہدی فاطمی سید ہوں گے، مرزا قادیانی ایک آنکھ سے عاری ہے جب کہ سیدنا امام مہدی میں یہ نقص نہیں ہوگا بلکہ یہ نقص دجال میں ہوگا۔

بے نیازی حد سے گزری اے تم گر کرب تلک

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرماؤ گے: کیا؟

قادیانیوں کا دوسرا سوال: حدیث میں ہے کہ: **إِنَّ لِمَهْدِيْنَا آيَاتَيْنِ لَمْ تَكُونَا مِنْهُ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِأَوَّلِ لَيْلَةٍ وَمَضَانُ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي الْبَيْضِ مِنْهُ** یعنی امام مہدی کی دو نشانیاں ہیں جب سے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا ہے وہ دونوں نشانیاں ظاہر نہیں ہوں گی۔ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگے گا اور رمضان کے درمیان میں سورج گرہن لگے گا (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۵۱)۔

چاند گرہن عموماً ۱۲، ۱۳، ۱۴ تاریخوں کو لگتا ہے لہذا پہلی تاریخ سے مراد ۱۲ تاریخ ہے۔ اور سورج گرہن ۲۷، ۲۸، ۲۹ کو لگتا ہے لہذا اس کی درمیانی تاریخ سے مراد ۲۸ تاریخ ہے۔ یہ دونوں نشانیاں ۱۳۱۱ ہجری میں ظاہر ہو چکی ہیں جب مرزا صاحب مہدویت کا دعویٰ کر چکے تھے۔ فلاں فلاں انگریز نے یوں یوں لکھا ہے۔

جواب: جو دو تاریخیں آپ نے بتائی ہیں ان دو تاریخوں پر چاند گرہن اور سورج گرہن آج سے قبل تیرہ سو سال میں ساتھ مرتبہ واقع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب حدائق الخجوم صفحہ ۷۰ تا ۷۱۔

ایران میں مرزا محمد علی باب نے ۱۲۶۰ھ میں مہدویت کا دعویٰ کیا اور اس کے سات سال بعد ۱۲۶۷ھ میں ۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن لگا (حدائق الخجوم صفحہ ۷۰ تا ۷۱، اسٹرونومی مؤلفہ مسٹر نارمن لوکیر صفحہ ۱۰۲، یوز آف دی گلوبل صفحہ ۲۶۳ تا ۲۷۷)۔

چنانچہ محمد احمد سوڈانی مرزا قادیانی کا ہم عصر ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی مہدویت کا مدعی تھا۔ مرزا قادیانی کی مہدویت کی یہ دلیل سوڈانی کو بھی امام مہدی ثابت کر دے گی۔

ثالثاً تیرہ اور اٹھائیس کو خسوف و کسوف کا ہونا ایک معمول کی بات ہے نہ کہ خلاف معمول۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ لَمْ تَكُونَا مُنْذُ خُلِقِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ يَعْني یہ دونوں نشانیاں اس سے قبل کبھی واقع نہیں ہوئی ہوں گی۔ لازم ظہر ا کہ چاند گرہن اپنا ۱۲، ۱۳، ۱۴ والا معمول چھوڑ دے اور سورج گرہن اپنا ۲۷، ۲۸، ۲۹ والا معمول چھوڑ دے۔

رابعاً حدیث میں الفاظ ہیں اَوَّلَ لَيْلَةٍ رَمَضَانَ یعنی رمضان کی پہلی رات اور فِي النِّصْفِ مِنْهُ یعنی رمضان کی درمیانی رات یعنی چترہ تاریخ۔ قادیانی جو تاریخیں پیش کرتے ہیں وہ حدیث کی تصریح کے خلاف ہیں۔ مزید غور کریں تو سمجھ آئے گی کہ تین دنوں کے درمیان کو نصف نہیں کہتے بلکہ اسے وسط کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں نصف کا لفظ ہے اور اس سے مراد مہینے کا نصف ہے۔

النِّصْفُ مِنْهُ کی ضمیر کا مرجع رمضان ہے جو پہلے کلام میں مذکور ہے مگر قادیانی اس ضمیر کو نامعلوم اور غیر مذکور چیز کی طرف لوٹاتے ہیں۔

یہاں قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی تاریخ کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے نہ کہ قمر۔ اگر پہلی رمضان کا چاند مراد ہوتا تو حدیث میں اس کے لیے ہلال کا لفظ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں چاند کی تین منازل کے لیے الگ الگ نام موجود ہیں۔ پہلے کو ہلال اور مکمل چاند کو بدر کہتے ہیں۔ لیکن ان تمام منازل کے چاند کا مشترک نام قمر ہے۔ دیکھو!

اللہ کریم قرآن میں فرماتا ہے:

وَالْقَمَرَ فَلَمَّا رَآهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ یعنی ہم نے چاند کی مختلف منزلیں بتائی ہیں حتیٰ کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک ہو جاتا ہے (سورہ یسین: ۳۹)۔

قرآن نے واضح فرمادیا کہ چاند کی ہر منزل پر اس کا نام قمر ہے حتیٰ کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک ہو جائے یعنی پہلی کا چاند ہو لو پھر بھی اس کا نام قمر ہے۔

خامساً ہم نے ساری بحث اس حدیث کو تسلیم کر چکی تقدیر پر ازراہ سخاوت کر دی ہے ورنہ یہ حدیث عربین شراور جابر الجعفی کی جہ سے اپنے ضعف کی انتہا پر ہے۔ اب اگر اس حدیث کا وجود ہی قائل تسلیم نہ ہو تو قادیانی عمارت سرے سے ہی دھڑام۔ مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت و رسالت، دعوائے مسیحیت، مرزا کا قاطعی نہ ہونا اور اس کی دیگر کفریات و خرافات اسکی تکذیب اور تکفیر کے لیے کافی ہیں۔

☆.....☆.....☆

چوتھا باب:

مرزا قادیانی کی سیرت اور کردار

مرزا کے مختلف دعوے

- (۱)۔ بَعَثَنِی اللہُ عَلٰی رَاسِ الْبَیِّنَاتِ لِأَجَلِ الدِّیْنِ ... وَأَنَا الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ
وَالْمَهْدِيُّ الْمَعْنُودُ یعنی اللہ نے مجھے صدی کے سر پہ مبعوث کیا ہے تاکہ میں دین کا مجدد بنوں،
اور میں مسیح موعود اور مہدی معبود ہوں (ضمیر حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۳۱)۔
- (۲)۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے (روحانی
خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۳)۔
- (۳)۔ منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا منم محمد واحد کہ بختی باشد
ترجمہ: میں زمانے کا مسیح ہوں اور میں خدا کا کلیم (موسیٰ) ہوں، میں محمد اور احمد ہوں جو بختی ہے۔
(روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۳)۔
- (۴)۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
(روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۴۰)۔
- (۵)۔ اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر مریم کی طرح عیسیٰ کی
روح مجھ میں تلقین کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو
دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا (روحانی
خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۰، صفحہ ۳۶۱)۔
- (۶)۔ دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں، میں ابراہیم
ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ
بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں یعنی بروزی طور پر (تحریر حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)۔
- (۷)۔ اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی
شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۱،
روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۸)۔ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں
وہ کرشن میں ہوں (حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)۔

(۹)۔ انگریزی کے الہامات

I Love You. I am with you. Yes I am Happy. life of pain. I shall Help You. I can , what I will do. we can, what we will do. God is coming by His army. He is with you to kill enemy. The days shall come when God shall help you. Glory be to the Lord. God maker of earth and heaven.

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۶)۔

نوٹ :- مرزا صاحب کی الہامی انگریزی کی شدید کمزوریاں اور غلطیاں انگریزی جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں۔

(۱۰)۔ حضور خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے، سورج کو الٹا پھیر دیا، اگلیوں سے چشمے جاری کر دیے، مردوں کو زندہ کر دیا اور بیماروں کو شفا کیں دے دیں۔ ایسے عظیم المرتبت نبی کا کلمہ پڑھنے والی قوم کے سامنے مرزا قادیانی نے مندرجہ ذیل فضولیات کو بھجوا دیا کہ پیش کیا، جن میں بڑے آرام سے ہیرا پھیری چل سکتی تھی۔

(۱)۔ مجھے ایک لڑکا پیدا ہونے کی خدا نے بشارت دی۔ (۷)۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حمل کے ایام میں ایک لڑکی کی بشارت دی۔ (۸)۔ لڑکی کے بعد مجھے ایک اور لڑکی کی بشارت دی گئی۔ (۹)۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی کہ تمام پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔ (۱۰)۔ میں نے زلزلہ کی نسبت پیشین گوئی کی تھی۔ (۱۱)۔ ایک مرتبہ میں قونج سے سخت بیمار ہوا۔ سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے القاء کیا کہ فلاں دم کرو، میں ٹھیک ہو گیا۔ (۱۲)۔ میری اس شادی کی بارے میں جو دہلی میں ہوئی تھی خدا تعالیٰ کی جانب سے مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا نے تمہیں دامادی اور نسب دونوں طرف سے عزت دی یعنی تمہاری نسب کو ہی شریف بنایا اور تمہاری بیوی بھی سادات میں سے آئیگی۔ (۱۳)۔ ایک سفر کے دوران مجھے الہام کے ذریعے بتایا گیا کہ اس سفر میں کچھ نقصان ہوگا۔ جب ٹکٹ لینے کا وقت آیا تو میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا کہ ٹکٹ کیلئے روپیہ دوں تو معلوم ہوا کہ وہ رو مال جس میں روپیہ تھا تم ہو گیا۔ (۱۴)۔ میرا چھوٹا لڑکا مبارک احمد بیمار ہو گیا۔..... ایک عورت نے کہا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے بدن پر ہاتھ رکھا اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی تو دو تین

(۸)۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۷)۔

ان تمام بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دعووں میں ایک ترتیب اور مدارج پایا جاتا ہے اور یہ شخص صرف نبوت نہیں بلکہ دراصل مستقل نبوت اور صاحب کتاب نبی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ مرزا قادیانی کا جہاد جیسے قطعی حکم کو منسوخ کرنے کی جرأت کرنا بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور خود کو مسیح ابن مریم کہنا بھی مستقل نبوت کا دعویٰ ہے اور پھر خود کو محمد رسول اللہ کہنا اس دعوے کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے۔

مرزا کے الہامات

- (۱)۔ میرے رب نے میرے ہاتھ پر بیعت کی (بَايَعَنِي رَبِّي) (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷)۔
- (۲)۔ اے مرزا: تو میری اولاد کی طرح ہے (أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ أَوْلَادِي) (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۹)۔
- (۳)۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر پہنچا دے عَسَى أَنْ يَتَخَفَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷)۔
- (۴)۔ اے مرزا: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۵)۔
- (۵)۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید آنت مِنِّي بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيدِي وَتَفَرِيدِي (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۹)۔
- (۶)۔ اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْأَفْلَاقَ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۲)۔
- (۷)۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۳۱)۔
- (۸)۔ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا مِّنَ الْقَادِيَانِ (ازالہ اہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۹)۔

منٹ کے بعد لڑکے کو سانس آنا شروع ہو گیا اور نبض بھی محسوس ہوئی اور لڑکا زندہ ہو گیا۔ تب مجھے خیال آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا احیائے موتی بھی اسی قسم کا تھا اور پھر نادانوں نے اس پر حاشیہ چڑھا دیے۔ (۵): میں انگریزی سے بالکل بے بہرہ ہوں تاہم مجھے انگریزی میں الہام ہوا۔ (۶): ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ اکیس روپے آنیوالے ہیں (مرزا قادیانی کے یہ تمام الہامات حقیقت الوہی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۰۰ سے لیکر ۳۰۷ تک مذکور ہیں)۔

(۱۱)۔ مرزا قادیانی اپنی عمر کے بارے میں الہام بیان کرتا ہے: خدا تیری عمر دراز کرے گا۔ اسی برس، یا پانچ چار زیادہ، یا پانچ چار کم (حقیقۃ الوہی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۰)۔
مرزا قادیانی خود لکھتا ہے کہ اس کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ مرزا ۱۹۰۸ء میں مرا۔ اس طرح مرزا کی عمر ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے جبکہ الہام کے مطابق اس کی عمر کم از کم ۷۵ سال ہونا چاہیے تھی۔

مرزا کی گالیاں

- (۱)۔ جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں (انوار اسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۱)۔
- (۲)۔ میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سر قہ کا الزام دینا اور کبھی صرفی غلطی کا۔ یہ صرف گوہ کھانا ہے۔ اے جاہل بے حیاء (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۳۰، ۳۳۱)۔
- (۳)۔ لنیم، شیطان، لعنتی، پاگلوں کا نطفہ، خبیث، مفسد، منحوس، کجبری کا بیٹا (تترہ حقیقۃ الوہی صفحہ ۱۴، ۱۵، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۳۶، ۳۳۵)۔
- (۴)۔ ہمارے مخالف جنگلوں کے خنزیر ہو گئے اور انکی عورتیں کتوں سے بڑھ گئیں (نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۳)۔
- (۵)۔ اپنی کتاب نورالحق میں کسی بے چارے پر باقاعدہ نمبر لگا کر ایک سے لے کر ہزار تک "لعنت" لکھی ہے۔ "لعنتوں" کا یہ سلسلہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۶۲ تک جاری رہتا ہے (نورالحق، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۵۸، ۱۶۲)۔

آپ نے مرزا کی گالیاں اور بد اخلاقیات ملاحظہ فرمائیں جو نہ صرف نبوت کے منافی ہیں بلکہ شرافت اور پاک زبانی کے بھی خلاف ہیں۔ یہ بات بھی نوٹس میں ڈینی چاہیے کہ مرزا نے خود لکھا ہے کہ: کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۱)۔

مرزا کی تضاد بیانیائیں

- (۱)۔ مسیح کی قبر شام میں ہے (روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۷-۲۹۶)۔
مسیح کی قبر سری نگر میں ہے (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳)۔
- (۲)۔ مسیح کی عمر ۱۲۰ سال تھی (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳)۔
مسیح کی عمر ۱۲۵ سال تھی (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۵)۔
- (۳)۔ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۳۵)۔
یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ بات ہے کہ انسان کی زبان کوئی اور ہو اور اسے الہام کسی دوسری زبان میں ہو (چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۸)۔
- (۴)۔ میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے (حقیقۃ الوہی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۳)۔
یہ کہنا کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوا، گستاخی ہے اور عظیم شرک ہے (حقیقۃ الوہی صفحہ ۶۶)۔
- (۵)۔ میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے (حقیقۃ الوہی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۳)۔
میرا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح آجائیں (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹)۔
- (۶)۔ بچپن کے زمانہ میں میرے تعلیم اس طرح ہوتی کہ جب چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے

پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خوان مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا..... بعد اس کے جب میں سترہ اشعارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیانی میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا..... بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)۔

مہدی آخر الزمان کے لیے جسکا دوسرا نام مسیح موعود بھی ہے بوجہ ذوالبروزین ہونے کے ان دونوں صفوں کا کامل طور پایا جانا از بس ضروری ہے۔ کیوں کہ جیسا کہ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے حالت فاسدہ زمانہ کی یہی چاہتی ہے کہ ایسے گندے زمانہ میں جو امام آخر الزمان آوے وہ خدا سے مہدی ہو اور دینی امور میں کسی کا شاکر نہ ہو (اربعین نمبر ۲، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۵۹)۔

من گھڑت آیات اور احادیث

- (۱)۔ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھایا گیا تھا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱ حاشیہ)۔
- (۲)۔ قرآن شریف میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی (کشتی نوح صفحہ ۶)۔
- (۳)۔ احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۹)۔
- (۴)۔ مرزا لکھتا ہے: لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اسکے قتل کے فتوے دیے جائیں گے اور اسکی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دین سے خارج اور دین کو تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیش گوئی ان مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کر دی (ضمیمہ تختہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۵۳)۔

مرزا کی یہ عبارت سراسر جھوٹ ہے، قرآن و سنت میں کسی بھی جگہ یہ الفاظ نہیں ملتے۔

(۵)۔ مرزا لکھتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَكُنْ فِي الْهِنْدِ نَبِيًّا أَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُهُ كَاهِنًا یعنی ہند میں ایک نبی گزرا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کھنیا جس کو کرشن کہتے ہیں (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۸۲)۔

(۶)۔ سورۃ مریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا (براہین احمدیہ جلد پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۱)۔

(۷)۔ صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جسکی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اسکی نسبت آواز آئے گی کہ هَذَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصْحَ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰهِ ہے (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۳)۔

مرزا کی بیان کردہ یہ تمام آیات قرآن میں اور تمام احادیث کتب حدیث میں موجود نہیں اور مرزا نے سفید جھوٹ بولا اور اللہ کی ذات پر بہتان باندھا ہے۔

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُم مِّنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنَّهُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَلَبَّاسُكُمْ وَإِنَّا هُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ یعنی آخری زمانے میں دجال کذاب پیدا ہو جائیں گے جو تمہیں ایسی احادیث سنائیں گے جو تم نے بھی نہ سنی ہوں گی اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی، ان سے بچ کر رہنا تم پر لازم ہے، وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں مبتلا نہ کریں (مسلم شریف مقدمہ حدیث: ۱۶)۔

یہاں ذرا یہ حدیث دوبارہ لکھ دینا مناسب ہے تاکہ اہل ایمان کا ذوق دوبالا ہو جائے، اور مرزا قادیانی کے گلے میں پھندا صحیح طریقے سے فٹ ہو جائے: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْتَعِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِّنْ فَلَانَيْنِ كُلُّهُمَا يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ يَعْنِي قِيَامَتِ اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تمہیں کے قریب جھگڑالو جھوٹے پیدا نہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک

رسالت کا دعویٰ کرے گا (بخاری: ۳۶۰۹، مسلم: ۷۳۳۲)۔

قادیانیوں سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ اگر آپ واقعی اللہ کی خاطر مرزا قادیانی کے دھوکے کا شکار ہوئے ہیں تو اب مرزا کی من گھڑت آیات و احادیث سامنے آ جانے کے بعد اسی اللہ کریم جل شانہ کی خاطر مرزا سے بے زاری کا اعلان کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک مشہور ترین تابعی صوفی بزرگ ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر کی عظمت سنی تھی، ان سے اتنی محبت پیدا ہوئی کہ اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے جنت میں جانا پسند کروں گے یا عبداللہ بن عمر سے ملنا پسند کروں گے تو میں پہلے عبداللہ بن عمر سے ملنا پسند کرتا اور بعد میں جنت میں جاتا، لیکن جب اس کی جھوٹی روایات میرے سامنے آئیں تو اب میں اسے اونٹ کی میٹھی سے بھی بدتر سمجھتا ہوں لَوْ خَيْرَ ثَبَرٍ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيَّنَّ اَنْ اَلْقَى عَبْدَ اللّٰهِ بَنَ مُحَمَّدٍ لَا خَيْرَ لِي اَنْ اَلْقَاهُ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ كَانَتْ بَعْرَةً اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ (مسلم شریف مقدمہ حدیث: ۸۷)۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین

- (۱)۔ بلاشبہ رسول ﷺ کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۷۱)۔
- (۲)۔ پیشین گوئی کو اجتہادی طور پر سمجھنے میں انبیاء نے بھی غلطی کھائی (روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)۔
- (۳)۔ سورۃ روم کی پیش گوئی کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے: حدیث صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیش گوئی کا عمل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۷۲)۔
- (۴)۔ عیسیٰ کا پرندہ اسی وقت تک پرواز کرتا تھا جب تک کہ وہ لوگوں کی نظروں کے سامنے رہتا تھا اور جب غائب ہوتا تھا تو گر جاتا تھا اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرتا تھا جیسے عصا موسیٰ کا اور عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا بھی ایسا ہی تھا (نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۱)۔
- (۵)۔ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۷۱)۔

(۶)۔ مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حضور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے (دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۰)۔

قرآن شریف کی بے ادبی

زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن شریف کفار کو سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے..... ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)۔

انگریز کی چالپوسی

- (۱)۔ مرزا قادیانی نے انگریز کی چالپوسی میں پوری کتاب ”ستارہ قیصریہ“ لکھی ہے اور جہاد کے خلاف ”گورنمنٹ انگریزی اور جہاد“ کے نام سے پوری کتاب لکھی ہے۔ تریاق القلوب میں لکھتا ہے: میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے..... میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں (تریاق القلوب صفحہ ۲۵، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۶-۱۵۵)۔
- (۲)۔ مرزا قادیانی نے انگریزی حکومت کو ایک درخواست لکھی، جس کا عنوان ہے ”حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست“۔ اس درخواست میں لکھتا ہے: اس محسن اور قدر شناس

گورنمنٹ کی خدمت میں اس قدر بیان کرتا ہے محل نہ ہوگا کہ یہ عاجز گورنمنٹ کے اُس قدیم خیر خواہ خاندان میں سے ہے جسکی خیر خواہی کا گورنمنٹ کے عالی مرتبہ حکام نے اعتراف کیا ہے اور اپنی چٹھیوں سے گواہی دی ہے کہ وہ خاندان ابتدائی انگریزی عملداری سے آج تک خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ میں برابر سرگرم رہا ہے۔ میرے والد مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ اس محسن گورنمنٹ کے ایسے مشہور خیر خواہ اور دلی جان نثار تھے کہ وہ تمام حکام جوان کے وقت میں اس ضلع میں آئے سب کے سب اس بات کے گواہ ہیں کہ انہوں نے میرے والد موصوف کو ضرورت کے وقتوں میں گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں کیسا پایا۔ اور اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ انہوں نے ۱۹۵۷ء کے مفسدہ کے وقت اپنی تھوڑی سی حیثیت کے ساتھ پچاس گھوڑے مع پچاس جوانوں کے اس محسن گورنمنٹ کی امداد کے لیے دیے۔ اور ہر وقت امداد اور خدمت کے لیے کمر بستہ رہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے گزر گئے۔ والد مرحوم گورنمنٹ عالیہ کی نظر میں ایک معزز اور ہر دل عزیز رئیس تھے جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۸۸)۔

(۳)۔ میں سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے سو میرا مذہب جسکو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دوصتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں، ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے (شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۸)۔

(۴)۔ مرزا قادیانی نے اپنے کفر پر پردہ ڈالنے اور اپنی نئے دین کا نام احمدیت رکھنے کے لیے بھی انگریزی ہی کی مدد حاصل کی۔ لکھتا ہے: یہی نام ہے جس کے لیے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اسی نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی مسلمان فرقہ احمدیہ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۲۶)۔

(۵)۔ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیاں میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے بکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور

تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۳۵۰)۔

جہاد کا انکار

قرآن کی آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (النساء: ۱۵۹) سے ثابت ہے اور بخاری مسلم کی احادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے لہذا جنگ کی ضرورت ہی نہ رہے گی وَيَضَعُ السَّيْفَ (بخاری حدیث نمبر ۱۸۲)۔

مرزا قادیانی پر سب لوگ ایمان بھی نہ لائے اور مرزا امن بھی قائم نہ کر سکا بلکہ اس کے دور کے بعد جہاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی، لیکن مرزا نے مسیح کی علامات اپنے آپ میں ثابت کرنے کے لیے زبانی کلامی جہاد بند کرنے کا فتویٰ دے کر اپنی مسیحیت کا خواب پورا کر لیا۔ چنانچہ لکھتا ہے:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال آگیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے (دورِ مشین صفحہ ۱۵۹ از مرزا قادیانی)

حدیث شریف میں اس موضوع پر صاف پیش گوئی موجود ہے کہ: لَا يَسْزَالُ الْجِهَادُ حُلُوءًا غَضْرًا مَا انْطَرَبَتِ السَّمَاءُ وَانْبَعَتِ الْأَرْضُ، سَيُنْشَأُ نَشْوُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقُولُونَ لَا جِهَادَ وَلَا رِبَاطَ، وَرِبَاطُ يَوْمٍ سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ عَقِي أَلْفِ رَقَبَةٍ أَوْ صَلَاقَةِ أَهْلِ الْأَرْضِ جَمِيعًا یعنی جہاد قیامت تک جاری رہے گا، جلد ہی ایک گروہ مشرق سے نکلے گا جو کہے گا کہ جہاد ختم ہو چکا ہے، وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے، حالانکہ ایک دن کا جہاد ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام روئے زمین کا صدقہ کرنے سے بہتر ہے (کنز العمال حدیث: ۱۰۷۷۳)۔

پانچواں باب:

قادیانیت کی اصلاح کے لیے چند اصولی باتیں

ضَبْطُ الْكَلَامِ فِي رَدِّ الْغَلَامِ

ذیل کی سطور میں ہم نے قادیانیت کے موضوع پر باقاعدہ علم کلام کی بنیاد رکھ دی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عوام الناس بعض باتوں کو سمجھنے سے قاصر رہیں۔ لیکن دینی مدارس کے طلباء کو بطور نصاب اس کا پڑھایا جانا از حد مفید ہو سکتا ہے۔ اس غرض سے اگر کوئی عالم دین اس ”ضبط الکلام“ کو الگ چھاپنا چاہیں، یا اس کی شرح لکھنا چاہیں تو فقیر کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ اس موضوع پر ان کا مطالعہ وسیع ہو۔

(۱)۔ حدیث شریف کی موجودگی میں قرآن کا مفہوم لغت سے متعین کرنا باطل ہے۔ مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، خاتم اور رفع وغیرہ میں حدیث کو چھوڑ کر محض لغت کی روشنی میں منشاء خداوندی تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ اس قرآن کی وضاحت فرمائیں (النحل: ۴۴)۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو جاننے والے قرآن کی دوسروں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ جو لوگ تم سے قرآن کے ذریعے بحث کرتے ہیں تم انہیں حدیث کے ذریعے پکڑا کرو (الشفا جلد ۲ صفحہ ۱۱)۔

(۲)۔ مرزا نے بھی اور اس کی قوم نے بھی محکمات کو تشابہات کی طرف لوٹایا۔ ختم نبوت پر قرآن و سنت کی تصریحات کے مقابلے پر درودِ ابراہیمی وغیرہ سے نبوت کا اجراء ثابت کرنے کی کوشش کی۔ یہ اسی طرح کی حرکت ہے جیسے پادری فائزر نے لا الہ الا اللہ کے ہوتے ہوئے اور لَا تَقُولُوا قُلُوبُنَا کے ہوتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے تین خدا ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ختم نبوت اور حیات مسیح کے خلاف مرزا قادیانی کے دلائل پادری فائزر کی اس دلیل سے بھی کمزور ہیں۔

اجماع امت کی تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزا نے اکادکا افراد کے اقوال اور وہ بھی غیر واضح اور ماؤل اقوال سے ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش کی اور بعض اوقات صوفیاء کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات پر محمول کر ڈالا اور بعض اوقات احمورے غیر مکمل اور سیاق سے ہٹا کر اقوال نقل کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ حالانکہ اس طرح کی حرکتوں سے توحید اور رسالت کے خلاف بھی بہت کچھ بکا جاسکتا ہے۔

(۳)۔ ہم بالکل کوخلف (تبدیل شدہ) سمجھ کر اس میں نبی کریم ﷺ کی بشارات کا کھوج جس طریقے سے لگاتے ہیں وہی طریقہ قادیانیوں نے قرآن کے معاملے میں بھی شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ قرآن مجسم محفوظ کتاب میں سے عقیدہ ثابت کرنے کیلئے تصریح اور عبارت کا پایا جانا ضروری ہے۔
(۴)۔ دلیل کا دعویٰ کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ قادیانی غیر مستقل نبوت کے قائل ہیں۔ جبکہ ان کی ہر دلیل سے مستقل نبوت کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے۔

(۵)۔ سیاق و سباق کو چھوڑ کر آیت یا حدیث کا مفہوم متعین کرنا درست نہیں۔ جیسے سنن ابن ماجہ کی حدیث: وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عَيْسَىٰ كَإِبْرَاهِيمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَىٰ شِرَارِ النَّاسِ چھوڑ دینا۔ یا صحیح بخاری میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کرتے وقت حدیث: بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ كَإِبْرَاهِيمَ لَا وَاللَّهِ مَا قَالَ النَّبِيُّ بَعِيْسَىٰ أَحْمَرَ وَلَكِنْ قَالَ كَمَا جَاءَ - یا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول: مُبِينٌ كَإِبْرَاهِيمَ كَمَا جَاءَ - اور ظاہر ہے کہ یہ ایک مرتبہ بددیانتی ہے۔ یہاں پر سمجھدار قادیانیوں کے دماغ انک جانے چاہئیں اور انہیں مرزا قادیانی پر سخت گرفت کرنی چاہیے۔

(۶)۔ معجزہ اور کرامت (یا خوارق عادت) مشکل ضرور ہوا کرتے ہیں مگر ناممکن نہیں ہوا کرتے۔ جیسے شتی قمر، معراج جسمی، نزول آدم علیہ السلام، رفع و نزول مسیح علیہ السلام اور آکسیجن یا غذا کے بغیر عرصہ دراز تک زندہ رہنا وغیرہ۔ یہ خوارق بھی سنت اللہ ہی میں داخل ہیں۔ اسی لیے ان سے قرآن لبریز ہے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات سے گھبرا کر ان حقائق کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً آج کے سائنسی دور نے تو ان تمام باتوں کی تصدیق بھی کرنا شروع کر دی ہے۔ اور یہ قادیانیت کے پس ماندہ (Backward) ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

(۷)۔ حقیقت محدثہ نہ ہو تو مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں۔ جیسے: تَوَفَّقِي، رَفْع، نُزُول، خَاتَم اور خَلُوت میں حقیقت محدثہ نہیں۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ انکار ختم نبوت کی پوری عمارت انہی چند الفاظ میں مجاز کی بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے۔

(۸)۔ نبی معصوم ہوتے ہیں جبکہ مرزا قادیانی دُعا نبوت سے پہلے حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۳)۔ اور بعد میں اس عقیدے کو خود ہی گمراہی اور

گناہ کہنے لگ گئے (ازلہ ادہام وغیرہ)۔ اس پر جب اہل اسلام نے دو غلطیوں کا اعتراض کیا تو یہ توجیہ پیش کر دی کہ مجھے اگر اپنی مسیحیت کے منصوبے کا خیال ہوتا تو میں براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا (کشفی نوح، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۰)۔ میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔ وہ لکھتا جو الہامی نہ تھا۔ محض رسمی تھا (کشفی نوح، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۰)۔

اس عبارت میں ”تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ ہو“ کے الفاظ پر غور کیجیے۔ گویا یہ سادگی کے اظہار کے لیے مرزا قادیانی کی منصوبہ بندی تھی۔ بہر حال ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی عرصہ دراز تک گمراہی میں مبتلا رہے اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

(۹)۔ مرزا قادیانی بعض ایسی چیزوں کو اپنی نبوت کی دلیل بناتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمائی ہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی نبوت کے یہ ثبوت یکا یک پیش فرما دیے تھے۔ آپ ﷺ سے پہلے ان باتوں کو نبوت کی دلیل کبھی نہ بتایا گیا تھا۔ اب اگر مرزا قادیانی انہی دلائل کا سہارا لیں تو یقیناً یہ ان کی منصوبہ بندی پر محمول ہوگا۔ مرزا قادیانی نے فصاحت و بلاغت کو اپنی نبوت کی دلیل بتایا اور ایک کتاب اعجاز احمدی، ثبوت کے طور پر لکھ ڈالی۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی نبوت کے جموں نے دعویداروں میں بڑے بڑے فنکار اور نکتہ آفرین گزرے ہیں۔ ان کے قلم میں اتنا زور تھا کہ پڑھنے والا انہیں سلطان القلم کہہ دے اور ان کی تحریر میں اتنی فصاحت تھی کہ انہوں نے اپنے کلام کو قرآن کی طرح بطور چیلنج پیش کر دیا تھا۔

ابوطیب حسینی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنا شاعرانہ دیوان اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش کر دیا۔ ابوطیب بعد میں اپنی اس حرکت سے تائب ہو گیا۔ لیکن اس کا یہ دیوان آج بھی مسلمانوں کے درس نظامی میں نصاب کے طور پر پڑھایا جاتا ہے اور یہ دیوان حسینی کے نام سے مشہور ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی وہی طریقہ چرانے کی کوشش کی ہے۔

جموں نے دعویداروں نے ہمیشہ قرآن وحدیث سے ہی اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ البتہ ان کے طریقہ واردات میں انہیں پس کا فرق ضرور رہا ہے۔

(۱۰)۔ قادیانیوں کا وطیرہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی خامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزا قادیانی

کی ہر خامی گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی میں ثابت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی نے اگر کسی کو گالیاں بھی دی ہیں تو گالیاں دینے کا جواز قرآن سے پیش کرنے لگتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اس وقت ان لوگوں کی غیرت کہاں چلی جاتی ہے جنہوں نے کہا تھا کہ ”غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر“۔ صرف ایک خطا کا شخص کو بچانے کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو خطا کا قرار دینا اور قرآن کی آیات کو گالیوں سے تعبیر کر دینا کہاں کی غیرت مندی ہے۔

(۱۱)۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کی ایک آنکھ میں واضح نقص تھا۔ آج بھی ان کی تصویر دیکھ کر ان کی وجاہت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ حسن وقباحت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس معاملے میں کسی پر چوٹ کرتے وقت اللہ سے ڈرنا ضروری ہے لیکن اظہار حقیقت کے طور پر عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا معیار حسن یہ بیان فرمایا ہے کہ مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الْوُجْهِ یعنی اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کا چہرہ خوبصورت نہ ہو (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)۔ گویا مرزا قادیانی کا حلیہ انبیاء علیہم السلام کے حلیہ کے بالکل برعکس ہے اور یہ بات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ مرزا قادیانی کا حلیہ دجال کے حلیہ کے موافق ہے۔ چنانچہ احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ دجال ”کانا“ ہوگا (بخاری حدیث نمبر ۳۳۳۹، مسلم حدیث نمبر ۷۳۶۱)۔

(۱۲)۔ ایک فن کی اصطلاح کو دوسرے فن سے جوڑ کر نیا مفہوم پیدا کر لینا ایمان اور دیانت کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ مرزا قادیانی صوفیاء کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات کے مفہوم میں ڈھال لیتے ہیں اور لغوی معنی کو اصطلاحی معنی میں گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی طرف وحی کا آنا اور شہد کی مکھی کی طرف اللہ تعالیٰ کا وحی فرمانا بیان ہوا ہے۔ یہاں وحی سے مراد نبوت کی وحی نہیں بلکہ الہام مراد ہے۔ یہیں سے صوفیاء کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی خاص اصطلاح میں الہام کے لیے وحی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اب مرزا قادیانی اس طرح کرتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح کو شریعت کی اصطلاح کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور صوفیاء کرام کے الہام کو وحی نبوت ظاہر کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

(۱۳)۔ فتائیت کی بنا پر کیا جانے والا دعویٰ بذات خود دوئی اور عدم فتا پر دلالت کرتا ہے۔

مغایرت ہی کی وجہ سے دعویٰ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب عملا اس راستے سے نہیں گذرے۔

(۱۴)۔ یہ کہنا کہ عیسیٰ بن مریم سے مراد اُن کا مثیل ہے، دمشق سے مراد قادیان ہے، لہٰذا سے مراد لدھیانہ ہے، دجال سے مراد فلاں پادری ہے، اور دجال کے قتل سے مراد علمی شکست ہے، احادیث کی تصریحات کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہ اتنی باریک تاویلات ہیں کہ ایسی تاویلات کی مدد سے سیاه کو سفید ثابت کیا جاسکتا ہے۔ پھر اگر اصل احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ان ریکی تاویلات کی تحمل بھی نہیں ہیں۔ تذبذب شرط ہے۔

(۱۵)۔ مرزا قادیانی کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ وہ سخت فحش گو اور گالی نواز تھے۔ ان کی تہذیب اور شانسی کے چند نمونے آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ بد اخلاقیات نبی تو کیا کسی شریف آدمی کو بھی زیب نہیں دیتیں۔

(۱۶)۔ مرزا قادیانی جہاد کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال آگیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے (دُورِ شمیم از مرزا قادیانی)

نیز لکھتے ہیں: میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں انکشی کی جائیں تو بیچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵)۔

اُدھر حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی صاف موجود ہے کہ مشرق سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جو جہاد کا انکار کرے گا۔ وہ گروہ جہنم کا ایذا من ہے (کنز العمال حدیث: ۱۰۷۴۳)۔ بلاشبہ قادیان مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں واقع ہے اور مرزا قادیانی نے جہاد کا انکار بھی صاف صاف کر دیا ہے۔ اس حدیث کی پیش گوئی صادق آ جانے کے بعد اب اس کے انکار یا اسے ضعیف کہنے کا کوئی تنگ باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی نے یہ معیار مقرر کیا ہے کہ

”اگر کوئی ایسی حدیث جو کسی پیش گوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے اور تمہارے زمانے میں یا اس سے پہلے اس حدیث کی پیش گوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو قحطی اور کاذب خیال کرو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو“ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۳)۔

لہذا ہماری پیش کردہ جہاد والی حدیث خواہ صحیح ہو یا ضعیف ہو یا موضوع ہو، بہر حال ان کے لیے حرف آخر ہونی چاہیے۔ انصاف شرط ہے۔

(۱۷)۔ نزول مسیح علیہ السلام کا اجرائے نبوت کیساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں: ”مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی جزو دیا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صد ہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کا حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانے تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانے تک اسلام کچھ ناقص نہ تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا (ازلیہ ادہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۷)۔

نیز مرزا قادیانی اسی کتاب ”ازلیہ ادہام“ میں بار بار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح بھی آجائیں۔

معلوم ہوا کہ یہ صاحب اپنے ہی قول کے مطابق ایک غیر ضروری شخصیت ہیں اور انہیں نہ ماننے سے کوئی شخص کافر تو کیا گناہگار بھی نہیں ہو سکتا۔ اور انہوں نے اپنی مسیحیت کی مددحانی محض پانی میں ڈال رکھی ہے۔

(۱۸)۔ نبی کریم ﷺ کی امت ساری کی ساری جہنمی ہو اور مٹھی بھر قادیانی جنتی ہوں یہ بات نبی کریم ﷺ کے کامیاب نبی ہونے کے سراسر منافی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنتیوں کی سو صفوں میں سے ۸۰ صفیں اس امت کی ہوں گی۔ نیز حدیث میں ہے کہ: اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْعًا یعنی میرے امتی تمام نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوں گے (مسلم حدیث: ۲۸۳۳، ۲۸۳۴)۔ سَبِيلُ الْمُؤْمِنِينَ والی آیات اور عَلَيَّ الْجَمَاعَةُ جیسی احادیث کا بھی یہی تقاضا ہے اور عقل اسی بات کی تائید کرتی ہے۔ لہذا قادیانیت کو چھوڑ کر مسلمانوں کا ساتھ دینے میں ہی عافیت ہے۔

(۱۹)۔ ایک نکتے کی بات یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ تو خود یہودیوں اور عیسائیوں پر اگلے اختلافات میں فیصلہ کرنے اور ان پر حقائق کو واضح کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَفْصُلُ عَلٰى بَنِي إِسْرَآئِيلَ اَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ یعنی بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن اکثر میں وہ اختلاف کرتے ہیں (النمل: ۷۶)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُواْ فِيْهِ یعنی اے محبوب ہم نے آپ پر یہ کتاب محض اس لیے نازل کی ہے تاکہ آپ ان پر واضح فرمائیں جس میں انہوں نے اختلاف کیا (النمل: ۶۳)۔

پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ خود ہی استعاروں کی بھرمار کر کے اپنی ہی امت کو الجھا کر رکھ دیں (معاذ اللہ)۔ قادیانیوں کا شکست کے بعد دیوار سے لگ کر اس قسم کی فائرنگ کرنا دین اسلام کے نیر، سماحت اور نبی کریم ﷺ کے مبین ہونے سے متصادم ہے۔

(۲۰)۔ یہ لوگ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں جبکہ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهٖ الْاَعْدَاۗءُ۔ لہذا تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاطاً ترکیب قادیانیت میں ہی خیریت ہے۔

قادیانیت کا تاریخی پس منظر

اللہ کریم جل جلالہ نے انسان کے وجود میں ہدایت اور گمراہی دونوں کو قبول کرنے کا خیر رکھا، پھر اسے ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستے دکھا کر معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔ رحمانی ہدایت یا شیطانی غواہیت سے حسب استعداد ازلی ہر انسان نے استقبال کیا۔ غواہیت شیطانی کی طرف پھسل جانے والے اسی گمراہی کی طرف میلان کے سبب اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَيَوْخُوْهُنَّ اِلٰى اَوَّلِيَّآءِ هِمَّ لِيَّجَادِلُوْكُمْ كَامُصَدِّقٍ بَنے۔

ہر دور میں گمراہی مختلف شکلوں میں سامنے آتی رہی۔ ابو جہل اس امت کافر عوں ہے مگر ضروری نہیں کہ فرعون کے قدم بہ قدم اس پر بھی حالات گزرے ہوں۔ اسود عسی اور مسیلہ کذاب مدعیان نبوت تھے مگر ضروری نہیں کہ ان کے بعد والے کذاب بھی ہو بہو انہی کی راہ پر چلے ہوں۔ البتہ مرکزی خیال سب کا ایک ہی رہا ہے۔ متعدد لوگ نبوت کے مدعی ہوئے اور کئی مسیحیت کے

دعویٰ دہا ہوئے اور بے شمار نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ ان سب کے دلائل اور طریقہ ہائے واردات آپس میں ملتے جلتے تھے مگر کسی قدر فرق بھی تھا۔ مثلاً:

(۱)۔ مسیلہ خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کار نبوت میں شریک قرار دیتا تھا اور اس نے اپنے مراسلہ میں مِنْ مُسَيِّلَمَةَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لکھا تھا۔ لیکن یاد رکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یوں لکھا تھا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُسَيِّلَمَةَ الْكَذَّابِ (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۸)۔

(۲)۔ ایران میں محمد علی باب نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ باب کے فوراً بعد بہاء اللہ نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ اس کا بیٹا عبدالبہا لکھتا ہے: دنیا کی تمام قوموں کا موعود ظاہر ہو گیا۔ تمام ادیان و اقوام کو ایک مظہر ربانی کے ظہور کا انتظار تھا اور یہ ظہور کل بنی نوع انسان کے لیے معلم و مربی اعظم حضرت بہاء اللہ ہیں (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۱۲)۔

مرزا قادیانی بھی بالکل یہی لکھتا ہے: اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں آئے نمونے ظاہر کیے جائیں سو وہ میں ہوں (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۱، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۸)۔ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہوں (حقیقت الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۲۱)۔

(۳)۔ محمد علی باب نے اپنی نبوت کو پناہ دینے کے لیے قرآن و سنت کی تصریحات کو مجاز اور استعارے پر محمول کیا، اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے قرآن کو محرف کہنا ممکن نہیں تھا اور یہی استعارہ جات کا بہانہ ہی اسے راہ دے سکتا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: بابی بہت سی پیشین گوئیوں کے معنی استعارہ کرتے تھے (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۳۱)۔

مرزا قادیانی بھی بات بات پر استعارے کا سہارا لیتا ہے اس لیے کہ قرآن و سنت میں تحریف اور تغیر کا یہ آسان راستہ ہے۔ مرزا قادیانی نے بہاء اللہ کی کامل پیروی کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ: اس عالم جسمانی میں جو کچھ آسمان سے اتارا جاتا ہے اکثر اس میں استعارات و مجازات پڑتے ہیں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۳۳)۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی استعارے ہی کے رنگ میں خود کو مریم کہتا ہے اور لکھتا ہے کہ استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور مجھے

مریم سے مسیح بنایا گیا (کشی نوح صفحہ ۵۲، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰)۔

(۴)۔ علماء کو تو بہن کے انداز میں ملتا کہتے ہوئے عنوان قائم کر کے بہائی لکھتے ہیں:

ملاؤں کی مخالفت: ملاؤں نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور شدت سے آپ کو مٹانے کے درپے ہو گئے۔ اگر ملاؤں کا ارادہ سچائی حاصل کرنے کا ہوتا تو یقیناً اس سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۳۴، ۳۵)۔

مرزا قادیانی بھی علمائے اسلام کو اسی طرح بار بار ہر کتاب میں ملتا کہتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک جگہ لکھتا ہے: اے بد ذات فرقہ مولویاں (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۱)۔

کسی عالم دین سے علمی اختلاف کرنا یا بعض جاہل خطیبوں پر تنقید کرنا، یا کسی خاص مسلک کے علماء سے مسلکی اختلاف رکھنا ایک الگ چیز ہے لیکن مجموعی طور پر پورے طبقہ علماء سے نفرت کرنا یا ان کی توہین کرنا بلاشبہ کفر ہے۔ علم علماء کے دم سے ہی قائم ہے اور قیامت کے قریب علم اسی طرح ختم ہوگا کہ علماء ختم ہو جائیں گے۔ حدیث میں تصریح موجود ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اَنْتَزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّىٰ اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا، اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا فَاسْتَلُوا فَافْتَوٰ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَاَضَلُّوا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرَّازٍ (بخاری، ۱۰۰، مسلم، ۶۷۹۶، ترمذی، ۲۶۵۲، ابن ماجہ: ۵۲)۔

ترجمہ: بے شک اللہ علم کو اچک کر قبض نہیں کرے گا کہ بندوں میں سے اسے کھینچ لے بلکہ علماء کو قبض کرنے سے علم کو قبض کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک عالم بھی باقی نہ رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا سربراہ بنا لیں گے۔ پھر ان سے سوال پوچھے جائیں گے۔ وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ لفظ کہ مولوی لوگ کیا جانتے ہیں اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علماء دین کی تحقیر کفر ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۲۳)۔

(۵)۔ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام یعنی ایلیا کے دوبارہ آنے سے مراد باب کی پیدائش ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد ان کے مثیل کی پیدائش ہے، اور وہ مثیل بہاء اللہ ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں: حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ایلیا اور مسیح کا دوبارہ آنا

حضرت باب کے اور آپ کے آنے سے پورا ہو گیا (بہاء اللہ و عصر جدید صفحہ ۲۶۸)۔

مرزا قادیانی بھی خود کو مسیح موعود کہتا ہے اور اس نے اپنی مسیحیت ثابت کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب ازالہ ادہام لکھی ہے۔

(۶)۔ محبت کا درس دیتے ہوئے کہتا ہے: سبھی مرتبہ انسانی میں برابر ہیں۔ کسی سے نفرت جائز نہیں سب انسانوں کو متحد ہو کر رہنا چاہیے (آفتاب تازہ صفحہ ۱۷)۔

مرزا قادیانی بھی یہی ڈھنگ اختیار کرتا ہے۔ اس نے اس موضوع پر ایک مکمل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: پیغام صلح۔ اس کے پوتے مرزا ناصر کا یہ جملہ قادیانیوں میں مشہور ہے کہ

love for all hatred for none

حالانکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ يَعْنِي اللّٰهَ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر بغض۔

(۷)۔ جہاد کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے: ان تمام تعلیمات کا مقصود و مدعا جنگ، اور اس کے اسباب کا خاتمہ، امن عالم کی ترویج اور وحدت عالم انسانی کا قیام ہے (آفتاب تازہ صفحہ ۱۸)۔

مرزا قادیانی بھی سرعام منکر جہاد تھا۔ اس موضوع پر اس نے مستقل کتابیں لکھیں جن سے بقول اس کے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام یہ ہے: گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ یہ کتاب اس کے مجموعہ تصانیف روحانی خزائن کی جلد نمبر ۱۷ میں موجود ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال

دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

آگیا وہ مسیح جو دین کا امام ہے

دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

الحمد للہ ہم نے مکمل شواہد کے ساتھ ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی ختم نبوت کا انکار کرنے میں، ظلی بروزی کا چکر چلانے میں، حیات مسیح پر اپنی تحقیقات پیش کرنے میں، مسیح موعود اور امام مہدی بن بیٹھنے میں، ہر قوم کا موعود کہلانے میں اکیلا نہیں بلکہ اس کی پشت پر چودہ سو سالہ کذاہین کی

ایک لمبی قطار موجود ہے اور یہ تمام دعوے اس سے پہلے ہو چکے ہیں اور مرزا کے یہی دلائل بھی کذاب لوگ اس سے پہلے دے چکے ہیں۔

مرزا قادیانی کو کیا ہو گیا تھا؟

ہم نے نہایت دیانت داری سے کام لیتے ہوئے اور ناجائز تعصب سے خالی ہو کر اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ مرزا قادیانی کو غلطی کہاں سے لگی، تو ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

(۱)۔ مرزا قادیانی کسی شیخ کامل کے بغیر خود اذکار و مراقبات کے چکر میں رہا اور شیطانی الہامات کا شکار ہو گیا۔ الہام اگر قرآن و سنت و اجماع کے خلاف ہو تو یہ شیطانی الہام ہے (اِنَّ الشَّيْطَانَ كَذِبٌ مُّبِينٌ)۔ پھر اس پر کچھ بے شک دلائل بھی فراہم کر دیتا ہے۔ یہ دلائل کچھ لوگوں کو اپیل دیتا ہے کہ تو مسیح ہے۔ پھر اس پر کچھ بے شک دلائل بھی فراہم کر دیتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محمد بن عبد اللہ ابن عربی قدس سرہ فتوحات مکیہ کے باب ۱۸۱ جلد ۴ صفحہ ۳۸۲ پر فرماتے ہیں کہ: كَمَا وَقَعَ لِشَيْخِنَا حِينَ قِيلَ لَهُ : اَنْتَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ قَيْدًا وَاَوْيَهُ الشَّنِيعُ بِمَا يَنْبَغِيْ يَعْنِي مِرَّءٍ مَّرْشَدٍ كَوَيْهِ الِهَامُ هُوَ اَتَّحَا كَتَمَ مَسِيحٌ هُوَ۔ لیکن انہوں نے اس الہام کو شریعت کی روشنی میں پرکھ لیا اور شیطان کے فریب سے بچ گئے۔

(۲)۔ مرزا قادیانی عیسائیت کی تردید پر محنت کرتا رہا اور عیسائیوں کے سوالات کی تاب نہ لا سکا اور عیسائیت کو نچا دکھانے کے لیے اس نے وفات مسیح کو ثابت کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ خود لکھتا ہے کہ: خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح، صلیبی عقیدہ (عیسائیت) پر موت نہیں آ سکتی (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷)۔ اور اگلی مشکلات کو حل کرنے کے لیے خود مثیل مسیح بن بیٹھا۔

(۳)۔ مرزا قادیانی دورانِ سر کے مرض میں مبتلا تھا، اور اس قسم کا مریض کچھ بھی ہا یک سکتا ہے اور خصوصاً بڑے بڑے دعوے اس کی زبان پر آ سکتے ہیں۔

(۴)۔ بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ اسے انگریز نے کھڑا کیا تھا۔ اگر ان علماء کی یہ بات درست ہے تو بلاشبہ مرزا قادیانی کا خود کو ”انگریز کا خود کا شتہ پودا“ کہنا اس بات کی تائید کرتا ہے۔

قادیانیوں نے مرزا کو کس غلط فہمی کی بناء پر مان لیا

کچھ لوگ اپنی نیت اور ارادے سے ہی اسلام کے ساتھ دوغری کر رہے ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ از خود مخلص ہونے کے باوجود کسی شخصیت کو سمجھنے میں شدید خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس میں ان کی کم علمی، سادگی، ماحول کی دستیابی اور ذاتی مجبوریوں اور نفسانی کمزریوں کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ ہم حتی المقدور کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے سامنے قادیانیوں کی بنیادی غلطیوں کی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کر کے انہیں بیدار کریں۔ واللہ الموفق۔

ایسے لوگ مندرجہ ذیل وجوہ سے مرزا کے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہوئے۔

(۱)۔ سابقہ جھوٹے مدعیان نے جو دلائل اپنی نبوت یا مسیحیت یا مہدویت کے حق میں دیے تھے مرزا قادیانی نے ہو بہو وہی دلائل چرائے اور وہیں سے بنیاد پکڑی۔ اگر قادیانی لوگوں کو اس سابقہ ریکارڈ کا علم ہوتا تو ہرگز مرزا کو قبول نہ کرتے۔

(۲)۔ جن لوگوں نے مرزا قادیانی کو کسی طرح مان لیا اب انہوں نے قرآن و سنت اور اجماع امت کی تصریحات میں ریک تادیلات کر کے کسی نہ کسی طرح مرزا کو سچا ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش شروع کر دی۔ حتی کہ جس طرح مسلمان بائبل کو تحریف شدہ سمجھ کر اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کا کھوج لگاتے ہیں بالکل اسی عینک سے قادیانیوں نے قرآن و سنت میں سے مرزا قادیانی کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ بائبل کے تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور قرآن کے محفوظ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ گویا قادیانیوں نے ایک کفر کو ثابت کرنے کے لیے دوسرے کفر کا ارتکاب کیا اور قرآن کو بائبل کی طرح محرف سمجھ لیا۔

(۳)۔ مرزا قادیانی نے اپنے ٹوٹے کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا نام دے کر یہ تاثر دیا کہ قادیانیت محض ایک سلسلہ ہے یا یہ کسی اسلامی فرقے کا نام ہے۔ جن لوگوں پر اس کی یہ بات اثر کر گئی انہوں نے ان کے مسلمان ہونے کا تصور لے کر اس مذہب کو اختیار کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی اور اپنا بیڑا غرق کر لیا۔ حالانکہ مسیلہ کذاب سے لے کر بہاؤ اللہ تک سب خود کو مسلمان ہی کہتے تھے اور اگر مرزا قادیانی مسلمان ہے تو پھر مسیلہ کذاب اور بہاؤ اللہ کا کیا تصور؟

(۴)۔ مرزا قادیانی شروع شروع میں عیسائی ہندو اور آریہ وغیرہ مذاہب کے خلاف کام کرتا رہا اور بین الاقوامی مبلغ کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی۔ بعض علماء و مشائخ نے شروع شروع میں اپنی وسعت قلبی اور حسن ظن کی بنا پر اسے سراہا لیکن جیسے ہی مرزا کے لہجن سامنے آئے سب نے برأت کا اظہار فرمایا۔ قادیانی کہتے ہیں اگر مرزا برا آدمی تھا تو علماء نے اس کے اعلان نبوت سے پہلے اسے کیوں اچھا کہا؟ اس کا جواب بالکل آسان واضح ہے کہ علماء کا یہ رویہ ہی مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر علماء خواہ مخواہ حسد کرنے والے ہوتے تو مرزا کی بین الاقوامی تبلیغ پر بھی حسد کرتے۔ اس وقت علماء کا مرزا کو اچھا سمجھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جب تک کوئی حق پر قائم رہے علماء اس کا ساتھ دیتے ہیں اور جب کوئی حق سے برگشتہ ہو جائے تو علماء اَلْحُبُّ فِی اللہِ وَالْبُغْضُ فِی اللہِ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیتے ہیں خواہ وہ انہیں سابقہ دوستی کی وجہ سے بلیک میل کرتا رہے۔

(۵)۔ سابقہ جھوٹے مدعیان نبوت کا بھی یہی طریقہ رہا ہے اور مرزا نے یہی گرا اختیار کیا ہے کہ خود کو ایک روحانی شخصیت اور صاحب کشف والہام اور تصوف کا علبردار و صلح کلی کا داعی بنا کر پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی باطل طبقے کو پروان چڑھانے کے لیے یہی راستے اور حربے اختیار کیے جاسکتے تھے مگر لوگوں نے مرزا کی ان ضروریات اور مجبوریوں کو اسکی امن پسند اور روحانیت سمجھ لیا۔ اور دوسری طرف جو فسادات اور انتشارات اس نے خود کھڑے کیے تھے ان کی طرف نظر نہ گئی۔

(۶)۔ مرزا قادیانی نے قرآنی تصریحات میں ایسی خطرناک تاویلیں پیش کر دیں اور بات بات میں استعارے اور مجاز کو اس قدر ذلیل بنا دیا کہ قرآن کے کسی بھی واضح ترین لفظ کا بھی کوئی اعتبار نہ کرے اور چودہ سو سالہ تفاسیر سے اعتماد اٹھ جائے۔

(۷)۔ مرزا نے حدیث نبوی کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ کسی جگہ مجاز اور استعارہ مان کر، کسی جگہ حدیث کا سرے سے ہی انکار کے، کسی جگہ حدیث کا مذاق اڑا کر، کسی جگہ حدیث کے راوی صحابہ پر تنقید کر کے اپنی امت کو حدیثوں سے متنفر اور برگشتہ کر دیا۔

چنانچہ لکھتا ہے: اگر قرآن کو اپنا حکم ٹھہراتے تو ایک سورت نور ہی ان کو نور بخش سکتی تھی۔

مگر حدیثوں نے ان کو ہلاک کر دیا (کشتی نوح صفحہ ۶۰، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۴)۔

میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم رذی کی طرح پھینک دیتے ہیں (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۰)۔

جو وحی، کشف یا خواب کے ذریعے سے کسی نبی کو ہووے اس کی تعبیر کرنے میں بھی غلطی ہو سکتی ہے (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پیش گوئی کی اصل حقیقت سے خبر نہ تھی (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۰۷)۔

حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے: بعض نادان صحابی جن کو روایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ بھی اس عقیدے سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں (براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۸۵)۔ فہم ابو ہریرہ حجت کے لائق نہیں (الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)۔ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی روایت عمدہ نہیں تھی۔ عیسائیوں کے اقوال سن کر جوار گرد در جتے تھے، کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ آسمان پر زعمہ ہے جیسا کہ ابو ہریرہ جو غبی تھا اور روایت اچھی نہیں رکھتا تھا (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۷)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی بنیادی طور پر منکر حدیث ہیں اور مناظرے میں صرف قرآن کی روشنی میں بات کرنا پسند کرتے ہیں۔ مگر مکمل کر منکر حدیث بننے سے احتیاط کرتے ہیں۔

(۸)۔ مرزا قادیانی اجماع امت کا بھی منکر ہے اور اجماع کی حجت کو ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اجماع کا انکار کرنے کے لیے مرزا کی سازش اور طریقہ واردات یہ ہے کہ جب ہم حیات مسیح پر اجماع امت کی تصریحات دکھاتے ہیں تو کہتا ہے فلاں شخص نے حیات مسیح کے خلاف لکھا ہے تو پھر اس پر اجماع کہاں رہا؟ اور پھر نتیجہ یہ نکالتا ہے کہ اجماع امت ایک بیچ اور ناقابل قبول دستاویز ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: خود اجماع کے معنوں میں ہی اختلاف ہے۔ بعض صحابہ تک ہی

محدود رکھتے ہیں، بعض قرونِ ثلاثہ تک بعض ائمہ اربعہ تک، مگر صحابہ اور ائمہ کا حال تو معلوم ہو چکا اور اجماع کے توڑنے کے لیے ایک فرد کا باہر ہونا بھی کافی ہوتا ہے۔ تھوڑا آگے چل کر لکھتا ہے: اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے سچی اور کامل دستاویز قرآن اور حدیث ہی ہے باقی ہمہ بیچ (اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)۔

شریعت اسلامیہ کے بنیادی ماخذ قرآن حدیث اور اجماع ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان جب مرزا قادیانی کا مقابلہ کریں گے تو انہی تین ماخذوں کی روشنی میں کریں گے۔ ہم پوری دیانت داری اور کامل تحقیق کے بعد عرض کر رہے ہیں کہ مرزا اور اصل ان تینوں ماخذوں کے سامنے لا جواب ہے۔ اب اس کے پاس راستہ بھی رہ گیا تھا کہ قرآن کو مجاز اور استعارے میں ڈھال کر، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش گوئی نہ سمجھ سکنے کا الزام دے کر اور احادیث کا انکار کر کے، یا صحابہ کرام کو تالاف اور غبی کہہ کر، یا اجماع میں سے کسی نہ کسی ایک فرد کو اجماع سے باہر دکھا کر ان تمام بنیادی اور اصولی ماخذوں کو حشر لول کر دیتا۔ چنانچہ مرزا نے یہ سب کچھ کر دکھایا۔ لیکن جب ذمہ دار علماء نے تحریر اور مناظرے کے ذریعے ان ساری باتوں کے معقول جواب دے دیے اور سمجھانے کا حق ادا کرتے ہوئے مرزا کا نااطاقہ بند کر دیا تو مرزا نے اپنے الہام کا جوکر (joker) کھٹ کیا اور کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ یوں کہوں۔ چودہ سو سال سے قرآن و سنت کی تعبیرات غلط ہیں اور میں اپنے الہام کے ہاتھوں انہیں غلط کہنے پر مجبور ہوں۔ قادیانی مبلغین اور خواص کے دماغ کی پھر کی اسی ”جوکر“ پر چسپی ہوئی ہے۔ الحمد للہ ہم نے اوپر کی چند سطروں میں ان کی پھر کی کا الجھاؤ ختم کر دیا ہے بشرطیکہ قسمت بھی ساتھ دے۔ وَمَا التَّوَلَّيْتِ إِلَّا بِاللَّهِ الْكَرِيمِ

(۹)۔ مرزا قادیانی قرآن و سنت کے صریح لفظ کو اپنی مرضی سے ایک مفہوم پہناتا دیتا ہے، اور اب اس کے بعد اسی لفظ کو اپنی کتابوں میں ان گنت مقامات پر اس معنی میں استعمال کرتا ہے جو اس نے خود گھڑے تھے۔ اس طرح لوگوں کو باور کرانے کی مکار کوشش کرتا ہے کہ اس لفظ کا یہی مفہوم متعارف اور مستعمل ہے۔ مثلاً خود کو خاتم الاولاد کہہ کر جڑواں بچوں میں سے دوسرا مراد لیتا ہے، اور اپنے ایک بیٹے کو آخر الاولاد کہہ کر اپنا کامل بیٹا مراد لیتا ہے۔ اسی طرح رفع کا لفظ بھی جان بوجھ کر جا

بجائے موت اور روحانی رفیع کے معنی میں استعمال کرتا ہے۔

(۱۰)۔ مرزا قادیانی بین الاقوامی مبلغ ہونے کا دعویدار تھا، اس نے مختلف ممالک میں اپنا لٹریچر بھیجا، اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کا ڈھونگ رچایا، ہندو، آریہ، عیسائی وغیرہ مذاہب کے خلاف کتابیں لکھیں، آئینہ کمالات اسلام، فتح اسلام اور ست یجن وغیرہ کتابیں غیر مسلموں کے خلاف لکھیں، رشید رضا مصری کو مرزا کا خط لکھنا آپ پڑھ چکے ہیں۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تاہم بحیال اسکے کہ الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعداء دین ہندو اور نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے، گو ہم کو برا ہی کہے ہم نے کچھ نہیں کہا، بلکہ لعن و طعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا (شمس الہدایہ صفحہ ۳)۔

دوسری جگہ خود پر سوال اٹھاتے ہیں، سوال: قادیانی صاحب کے صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس نے اسلام کی حقیقت پر براہین قاطعہ قائم کر کر مخالفین اسلام کو لا جواب کر دیا ہے۔ پھر خود ہی اس کا جواب لکھتے ہیں:

جواب: براہین قاطعہ کا نمونہ انہی دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمائیوں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ خیالات کا براہین نام رکھا جاتا ہے ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود محافظ ہے۔ اور خود ہی اس کی حقیقت مخالفین کو ہر زمانہ میں لا جواب کر رہی ہے اور کرے گی۔ قادیانی صاحب نے جو بصورت دوست مگر بمعنی اسلام کے دشمن تھے، جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کر دی تھی۔ مگر الحمد للہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تذکرہ کر لیا۔ سعدی علیہ الرحمہ نے سچ کہا ہے:

تراث دہا گم بود یار غار

ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

(سیف چشتیائی صفحہ ۳۷)۔

خصوصاً آج کے دور میں بین الاقوامی مبلغ بن جانا بالکل آسان ہے۔ غیر مسلموں کے خلاف چند کتابیں لکھ دیں اور انہیں مناظرے کا سچا جھوٹا چیلنج دے دیں۔ کسی طرح منت ساجت سے ٹی وی پر آ جائیں۔ ایک عدد ویب سائٹ کھول دیں اور اگر ہو سکے تو ٹی وی چینل خرید لیں۔ آپ کی بین الاقوامیت پر مہر لگ جائے گی۔ چنانچہ آپ عملاً دیکھ سکتے ہیں کہ یہی کچھ ہو رہا ہے اور مرزا قادیانی

نے اور اسکی قوم نے یہی کچھ کیا ہے جبکہ پراپیگنڈے نے مزید چار چاند لگا دیے۔

(۱۱)۔ شروع شروع میں بہت سارے علماء و مشائخ مرزا قادیانی کے بارے میں خوش فہمی کا شکار رہے، چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں۔ مزید سنبھ، حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شخص حمایت دین پر کمر بستہ ہے۔ علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اہل سنت و جماعت سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب کے کفریات سے آگاہ ہوئے تو اعلانیہ اپنی بے زاری کا اظہار کیا (مقائیس الجالس صفحہ ۴۶)۔ اور مرزا نے اپنی کتاب انجام آتھم میں خواجہ صاحب کا نام اپنے مکذبین اور مکفرین کی فہرست میں درج کر لیا۔ مرزا نے جن سجادہ نشینوں کو مباہلے کا چیلنج دیا ان میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی ہے (مرزا کی کتاب انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۹)۔

قادیانی لوگ علماء و مشائخ کے پرانے بیانات لوگوں کو دکھا کر انہیں دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام بزرگ بعد میں مرزا سے بے زار ہو چکے ہیں۔ یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ اگر یہ لوگ حاسد مزاج ہوتے تو شروع سے ہی مرزا کی مخالفت کرتے۔ ان بزرگوں کا شروع میں مرزا کی تائید کرنا اور بعد میں اسکی مخالفت کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ بزرگ حسد سے پاک تھے اور اصل خرابی مرزا میں پیدا ہوئی تھی جس کی وجہ سے علماء و مشائخ اس سے بے زار ہو گئے۔

یہ تھے وہ دام ہائے تزویر جن سے مرزا نے بے شمار لوگوں کو شکار کیا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ پڑھ لکھے قادیانی خصوصاً ان کے مبلغ اور مربی حضرات اس اندرونی کہانی کو سمجھ لینے کے بعد ہمیں حالات کی باریکیوں سے بے خبر نہیں سمجھیں گے اور مٹھی بھر منظر فو لے سے دیرینہ وابستگی کو اپنے لیے حجاب نہیں بننے دیں گے اور اہل مکہ و مدینہ سمیت اربوں مسلمانوں کو جنہی سمجھنے کی بجائے کامیاب نبی کی کامیاب امت کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ بخدا ہم آپ کی واپسی کے شدت سے منتظر ہیں اور آپ کو گلے لگانے کے لیے بے تاب ہیں۔

☆.....☆.....☆

دینی غیرت کے تقاضے

چھٹا باب :

قادیانی کیوں کافر ہیں؟

(۱)۔ قرآن، حدیث اور اجماع سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آیت ختم نبوت اس موضوع پر بطور نص وارد ہے، اور اس میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں۔ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی صاحب کتاب نبی آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ماتحت نبی آ سکتا ہے۔ اس عقیدہ کے خلاف ہر طرح کی ہیرا پھیریاں کفر ہیں۔

(۲)۔ ختم نبوت پر حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي متواتر ہے، حدیث أَنَا بِلَاكِ اللَّيْنَةِ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ بھی متواتر ہے، اور اس موضوع پر مجموعی طور پر تمام احادیث معنی متواتر ہیں، لہذا ان کا انکار کفر ہے۔

(۳)۔ ختم نبوت کے موضوع پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع قطعی ہے جو نہ صرف قوی بلکہ بذریعہ تواتر ثابت ہے لہذا اس کا انکار بھی کفر ہے۔ مرزا کا ختم نبوت کا انکار کفر، خود نبوت کا دعویٰ کرنا کفر، محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرنا کفر۔

(۴)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھائے جانا قرآن کی نص صریح (واضح آیت) ہے ثابت ہے اور نزول مسیح پر متواتر احادیث وارد ہیں اور اسی پر اجماع ہے۔ حیات مسیح و نزول جسی کا انکار کر کے قادیانی کافر ہوئے۔ حیات مسیح کا انکار کفر، اپنی مسیحیت کا دعویٰ کفر، خود کو مسیح سے افضل کہنا کفر۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: إِذَا لَمْ يَعْرِفْ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ لِأَنَّهُ مِنَ الضَّرُورِيَّاتِ یعنی جس شخص نے یہ تسلیم نہ کیا کہ آپ ﷺ آخر الانبیاء ہیں وہ مسلمان نہیں اس لیے کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے (الاشباہ والنظائر کتاب السیر آخری سطر)۔ یہی عبارت فتاویٰ عالمگیری میں بھی موجود ہے جسے ۳۶۰ علماء نے مل کر مرتب فرمایا ہے۔

خیالی میں ہے: التَّوَاتُلُ فِي ضَرُورِيَّاتٍ لَا يُلْفَعُ الْكُفْرُ وَ يَكْفُرُ الْمُتَأَوَّلُ فِيهَا یعنی ضروریات اسلام میں تاویل کرنے سے کفر ٹل نہیں جاتا، ایسی تاویل کرنے والا کافر ہو جاتا

ہے (حاشیہ خیالی صفحہ ۱۱۳)۔

اس پر اجماع ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے خواہ ساری زندگی قبل کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا رہے لا ِخِلَافَ لِّیْ کُفْرِ الْمُتَخَالِفِ لِّیْ ضُرُورَاتِ الْإِسْلَامِ مِنْ خُلُوثِ الْعَالَمِ وَ حَشْرِ الْأَجْسَادِ وَ نَفْیِ الْعِلْمِ بِالْجُزْئِیَّاتِ وَ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْقَبْلَةِ الْمُوَظَّعِ طَوْلَ عُمَرِہُ عَلَى الطَّاعَاتِ (شامی ۴/۳۱۵-۳۱۶)۔

(۵)۔ کسی بھی نبی کی توہین کرنا کفر ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مرزا قادیانی نے سینکڑوں انبیاء اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی بار بار بے ادبی کی ہے۔ مرزا نے خود کو رحمة للعالمین بھی کہا، جبکہ رحمة للعالمین خاصہ ہے رحمة للعالمین ﷺ کا کفر کی اس ایک قسم کے اندر بار بار کفر، بے شمار کفر۔

(۶)۔ مرزا نے اپنی فضولیات اور گالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے قرآن کو گالیوں سے لبریز کہا، یہ قرآن کی بے ادبی ہوئی جو صریح (Clear Cut) کفر ہے۔

(۷)۔ مرزا کے عقائد، نظریات اور عبارات اگر درست مان لیے جائیں تو اس سے پوری امت کو کافر اور گمراہ ماننا پڑتا ہے، جو عین کفر ہے۔

(۸)۔ مرزا قادیانی نے جہاد کا انکار کیا ہے، جبکہ جہاد قرآن کی آیت تُحِبُّبَ عَلَیْکُمْ الْقِتَالَ (یعنی تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے) سے ثابت ہے۔ یہ انکار بھی مرزا کا کفر ہوا۔

(۹)۔ مرزا نے ایسے الہامات کا دعویٰ کیا ہے جن میں اللہ کریم جل و علا شانہ کی بے ادبی ہے۔ لہذا یہ بھی مرزا کا کفر ہوا۔

مرزا کی یہ کفریات بمع خوالہ جات آپ اس کتاب میں تفصیل سے پڑھ کر آرہے ہیں۔ مرزا کو نبی ماننا کفر، اس کی پیروی کرنا کفر، اسے مسلمان سمجھنا کفر، اس کے کفر میں شک کرنا کفر۔

(۱۰)۔ مثل مشہور ہے کہ جو اپنے گاؤں میں حجر ڈوہے وہ لاہور میں بھی حجر ڈوہے۔ مرزا

قادیانی ایک نہایت منصوبہ ساز اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے اپنی خرافات پر تائید حاصل کر کے بتے بتے بنانے کے لیے مصر میں رشید رضا مصری ایڈیٹر المنار کے پاس اپنی ایک کتاب اعجاز المسیح دی تاکہ مصری صاحب بے خبری کے عالم میں اس پر تقریظ لکھ دیں۔ لیکن مصری صاحب نے تقریظ لکھنے

کی بجائے مرزا کو کافر کہہ دیا۔ اب یہ کہانی خود مرزا کی زبانی سنئے، لکھتا ہے:

میں نے المنار کے ایڈیٹر اور اسکے ساتھیوں کو اپنی کتاب اعجاز المسیح بھیجی۔ اور غرض یہ تھی کہ اس پر مناسب اور حسب موقعہ تقریظ لکھیں۔ اور میں نے شام اور روم اور حرمین کے علماء کو چھوڑ کر انہیں چنا کہ شاید انہیں کی وجہ سے میرے فکر اور غم دور ہو جائیں اور دکھ درد کی آگ انہیں سے بجھ جائے اور یہی لوگ نیکی اور تقویٰ پر میرے مددگار ہو جائیں۔ پھر جب صاحب منار کو میری کتاب پہنچی اور اسکے ساتھ اُسے کچھ خط استفسار کے لیے ملے۔ اس نے اُس کلام کے پھلوں سے ایک پھل بھی نہ لیا۔ اور اسکے عظیم الشان معارف میں سے کسی معرفت سے بھی نفع حاصل نہ کیا اور جیسے کہ اکثر باز حاسدوں کی عادت ہوا کرتی ہے قلم سے زخمی کرنے اور ایذا دینے کی طرف جھک پڑا اور تحقیر کرنے لگا۔ اور ایذا دینے لگا اور اس تحقیر اور جوش دکھلانے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی اور جیسے کہ بڑگوں کی عادت ہے، کرم و اکرام کی طرف رخ نہ کیا۔ اور قصد کیا کہ عوام کی نگاہوں میں مجھے رنج پہنچائے اور بدنام کرے۔ پس وہ بلند منار سے گرا اور اپنے آپ کو دکھوں میں ڈالا۔ اور مجھے سنگریزوں کی طرح پاؤں کے نیچے روندنا اور فتنوں کی آگ کو بجھ جانے کے بعد پھر بھڑکایا اور کہا جو کہا اور دانشمندی کی طرح غور نہیں کی۔ (الہدیٰ صفحہ نمبر ۸، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۲۵۳)۔

ہندوستان کے علماء کو مرزا قادیانی سے اگر حسد تھا تو کیا مصر کے علماء نے بھی مرزا قادیانی سے زمین بانٹنا تھی؟ مرزا نے خود اپنی پسند کے عالم سے تقریظ مانگی تھی پھر سچی بات کہہ دینے میں اس کا کیا قصور؟

(۱۱)۔ اب ذرا مرزا قادیانی کا فتویٰ پوری امت مسلمہ کے خلاف بھی سن لیجئے! لکھتا ہے: اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جنمیں ہے (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۲)۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے (ہدیۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۷)۔ اس صفحہ سے آگے کئی صفحات

اس تحریک میں مسلمانوں کے اہم مطالبات یہ تھے۔ (۱)۔ قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر کو گرفتار کر کے اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ (۲)۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ (۳)۔ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳ افراد کے تائیدی دستخطوں کے ساتھ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو کافر قرار دینے کیلئے بل پیش کیا۔ سیکرٹری لوگوں نے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ قومی اسمبلی کے سپیکر صاحبزادہ فاروق احمد خان نے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آپ نے یہ کیا مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی بحث تو نہیں ہے، یہ تو درالعلوم یا دینی مدرسہ کی بحث ہے۔ مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ فلاں کافر ہے تو بس ٹھیک ہے۔ آپ اس مسئلہ کو اسمبلی میں کیوں لانا چاہتے ہیں۔

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے امام نورانی سے کہا: آپ نے میرے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے، ایک مصیبت بنادی ہے۔

واضح رہے کہ یہ بحث صرف وہی علماء کر سکتے تھے جو اس وقت قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ اس وقت اسمبلی کے اراکین Jup کے صدر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ تھے۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری اور حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب نے نہایت دلیرانہ گفتگو فرمائی۔ ۱۵ اگست ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی اور بالآخر ۲۴ ستمبر ۱۹۷۴ء کو یہ بل قومی اسمبلی نے پاس کر دیا اور اسی روز تقریباً ۲ گھنٹے بعد سینٹ سے بھی پاس ہو گیا۔ کل ۹۶ گھنٹے بحث ہوئی۔ قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کا سرغنہ مرزا صدر الدین اپنا دفاع کرنے کے لیے موجود تھے۔ اس فیصلے کے فوراً بعد ۵ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا (روز نامہ نوائے وقت 20 دسمبر 1974)۔

اسکی مکمل روئیہ اور ولڈ اسلامک مشن کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، جس کا نام ہے: Last Stroke to Qadianiat (قادیانیت پر آخری ضرب)۔

اس وقت مجلس عمل کے نائب صدر علامہ سید محمود احمد رضوی تھے۔ ملتان میں غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ اور حضرت علامہ مولانا حامد علی خان صاحب علیہ الرحمہ نے اس تحریک میں بڑا اہم کردار ادا فرمایا۔ حضرت غزالی دوراں علیہ الرحمہ نے ختم نبوت کے نام سے ایک نہایت مختصر اور علمی و جامع رسالہ لکھا جو مقالات کاظمی حصہ اول میں چھپا ہوا موجود ہے۔

(۱۰)۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی دامت برکاتہم نے ختم نبوت کے نام سے ایک منفرد رسالہ لکھا جو مقالات سعیدی میں موجود ہے۔

(۱۱)۔ ترجمان اہل سنت کراچی اور ماہنامہ ضیائے حرم نے ختم نبوت نمبر شائع کیے جو قادیانیت کے موضوع پر گونا گوں معلومات سے لبریز تھے۔

(۱۲)۔ ۱۹۸۴ء میں جب اسلامی شعائر استعمال کرنے سے قادیانیوں کو روکا گیا تو قادیانیوں کی کتاب ”اک حرف ناصحانہ“ کا جواب صرف دو گھنٹوں میں فقیر راقم الحروف نے لکھ دیا جو اسلام آباد کی ختم نبوت کانفرنس میں کثرت سے تقسیم کیا گیا۔ اس وقت اس موضوع پر واحد دستیاب پمفلٹ تھا جس کا نام تھا ”حفظ ایمان“۔ فقیر اس وقت فوج میں تھا جس کی وجہ سے پمفلٹ پر اپنا نام بطور مصنف نہیں لکھ سکتا تھا۔ لہذا یہ پمفلٹ مصنف کے نام کے بغیر شائع ہوا۔

(۱۳)۔ حضرت علامہ خادم حسین صاحب رضوی دامت برکاتہم نے ختم نبوت کے موضوع پر ایک ماہانہ جگہ جاری کر رکھا ہے جس کا نام ”العاقب“ ہے۔ اہل اسلام کی طرف سے اس موضوع پر یہ ایک منفرد کاوش ہے۔

مرزا قادیانی مت بنو

جس طرح مرزا قادیانی نے اپنی مکمل تھیوری اور میتھالوجی گزشتہ کذا ابوں سے حاصل کی تھی اسی طرح اسی سلسلہ گمراہی کے آگے مزید کذا ابوں تک منتقل ہونے اور رنگا رنگ مدعیان کے کھڑا ہونے کا اندیشہ ہے، لہذا اہم بغیر کسی آئندہ شخصیت کا نام لیے ان تمام سوراخوں کو بند کرنے کا اہتمام کر رہے ہیں جن میں سے گمراہی کا کوئی سانپ برآمد ہو سکتا ہے۔ اس جہت سے اس کتاب کا

نام "الانبياء" رکھنا درست ٹھہرا۔ فقیر نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ مناظرے اور مباحثے قادیانیت اور پھر عیسائیت کے موضوع پر کیے ہیں۔ اسی موضوع پر سب سے زیادہ تصانیف کی ہیں، جن میں الجواب الصحيح فی حیات المسیح، آئینہ مرزائیت، حفظ ایمان، شواہد الاسلام علی حیات عیسیٰ علیہ السلام، ضربہ خاتم، محاسبہ قادیانیت اور ہیرا پھیری نہیں چلے کی جیسی کتب شامل ہیں۔ اب اس موضوع پر اپنی آخری تصنیف کے طور پر یہ کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اور اس مناسبت سے بھی اس کا نام "الانبياء" مناسبت ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھی اس کتاب کا نام "الانبياء فی القیامات کون لبنا اخر الانبياء" مناسب ترین نام ہے۔

(۱)۔ پچھلی صدی میں مرزا قادیانی اپنی دیگر کفریات کے ساتھ ساتھ مہد ہونے کا بھی دعویٰ لراتھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے: **وَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ قَدْ كُنْتُ الْفُتًى مِنَ اللَّهِ لِأَجَلِ الدِّينِ بِأَذِيهِ وَاجْتِدَاعِ الْفُتًى الْهَاطِلِ مِنْ مَنَازِلِهِ** یعنی اللہ کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر کیا گیا ہے تاکہ میں دین کی تجدید کروں اور باطل کی ناک ہڈی سمیت کاٹ دوں (دافع الوسواس، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۷)۔

مزید نیچے امرزا قادیانی خود کو اس امت کا مسیحا قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار ۱۰۰۰۰ بھی مثیل سک آجائیں، ہاں اس زمانہ کے لیے میں مثیل سک ہوں (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹)۔

ایک جگہ مرزا قادیانی خود کو خدا نما بھی لکھتا ہے: درحقیقت اس کے فضل و کرم سے ہماری مجلس خدا نما مجلس ہے (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۵۵)۔

انتباہ: مسلمان مبلغین پر یہ احتیاط لازم ہے اور سابقہ تجربات کی روشنی میں وقت اور مصلحت کا یہ تقاضا ہے کہ کوئی شخص مہد ہونے یا مرض امت کا مسیحا ہونے کا دعویٰ نہ کرے، غالباً نہ الفاظ سے امتنا ب کرے اور اپنی قیادت کو خدا نما یا رسول نما قیادت نہ کہے۔ یہی وہ نزلہ کام کھانسی ہے جو بعد میں نبی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مہد پر واجب نہیں کہ اپنے مہد ہونے کا دعویٰ کرے بلکہ ایک

صدی میں کئی مہد بھی ہو سکتے ہیں۔

(۲)۔ مرزا قادیانی اپنے خواب اور اپنے بارے میں علماء و مشائخ وقت کے روحانی اور کشفی بیانات اس طرح بیان کرتا ہے: میں نے خواب میں بیچ تن پاک کی زیارت کی مجھے جیسی نسبت حاصل ہے..... مجھے علیؑ نے قرآن کی تفسیر دی اور فرمایا کہ مجھے میرے رب نے علم دیا ہے کہ تجھے تفسیر عطا کروں..... مجھ سے رسول اللہؐ بغل گیر ہوئے (آئینہ کمالات، اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۵)۔

اور بہتوں نے بیان کیا کہ نبیؐ کو ہم نے خواب میں دیکھا اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) حق پر ہے اور ہماری طرف سے ہے۔ چنانچہ سندھ کے فلاں پیر صاحب نے اپنا کشف اپنے مریدوں میں شائع کیا اور دیگر صالح لوگوں نے بھی دو سو مرتبہ سے کچھ زیادہ مرتبہ آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا الخ (اربعین نمبر ۴، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۶۳)۔

انتباہ: مسلمان مبلغین پر لازم ہے کہ اپنے خواب، کشف، مراقبہ اپنی ذات تک غفلت رکھیں۔ خواب آیا بھی کہ نہیں؟ خواب بیان کرنا چاہیے بھی کہ نہیں؟ خواب کی تعبیر صحیح کی گئی ہے کہ نہیں؟ لوگ آپ کے خواب سن کر مختلف رد عمل ظاہر کرنے میں حق بجانب تو نہیں؟ اصل قصور کس کا ہے؟

(۳)۔ مرزا قادیانی بین المذاہب ہم آہنگی کی طلب برداری کرتے ہوئے قرآن شریف کی آیت اذن لِّلْمُؤْمِنِينَ يُقَاتِلُونَ كَوْنَهُمْ اِلَآئِمان والوقت قرار دیتا ہے (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۶، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶، مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۶۷) اور اتحاد بین المذاہب پیدا کرنے کے لیے تجویز دیتا ہے کہ چند سالوں کے لیے ہر فرقہ پر کسی کے خلاف بولنے پر پابندی لگا دی جائے (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۲۲، مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۷۸)۔

مزید لکھتا ہے: یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔ انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے ایک حرف بھی نہیں پڑھا (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۲، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۲)۔ یہ بھی لکھتا ہے کہ: ہماری جماعت اول درجہ اسن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہے (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۶۵)۔

یہاں تک لکھتا ہے کہ: اے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باد جو دھما اختلافاً کے اس خدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شرکت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں اور ایسا ہی باعث ایک ہی ملک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اسیلئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں۔ اور دین و دنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں (پیغام صلح صفحہ ۲، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۳۹)۔

بلکہ بھائی مذہب کی کتابوں میں بھی مندرجہ ذیل عنوانات قائم کر کے انہیں بھائی مذہب کی خوبیوں میں شمار کیا گیا ہے: وحدتِ رسل، وحدتِ ادیان، وحدتِ عالم انسانی، دینِ الفت و اتحاد کا سبب، مساواتِ مرد و زن (آفتاب تازہ صفحہ ۷۱)۔

دوسری کتاب بہاء اللہ و عصر جدید میں بھی صفحہ ۱۴۴ پر وحدتِ ادیان، صفحہ ۱۹۰ پر طریق امن، صفحہ ۲۴۹ پر وحدتِ انسانی کے عنوانات موجود ہیں۔

انتباہ: مبلغین اسلام کو دیکھ لینا چاہیے کہ کہیں آپ بھی اتحاد بین المذاہب کے علمبردار تو نہیں اور آپ بھی مسلم سبکی بھائی بھائی تو نہیں کہتے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ بھی مرزا قادیانی کی طرح امن کے پیامبر بنے ہوئے ہوں مگر آپ ہی کی وجہ سے ساری دنیا میں فساد پھیلنا ہوا ہو؟

(4)۔ مرزا قادیانی اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے: امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے سچی اور کامل دستاویز قرآن اور حدیث ہی ہے باقی ہمہ بیچ (اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۹۵)۔

انتباہ: مبلغین اسلام پر لازم ہے کہ اجماع کے وجود یا اس کی حجیت کا ہرگز انکار نہ کریں، اجماع اور تو اتر پری دین کی بقاء کا دار و مدار ہے۔

(5)۔ مرزا قادیانی اسلامی جہاد کو محض دفاعی جنگ قرار دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کی غرض کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتا ہے: خدا کے قانونِ حفاظت نے یہ چاہا کہ

مظلوموں کو بالکل نابود ہونے سے بچالے۔ سو جنہوں نے تلوار اٹھائی تھی انہیں کیسا تھکوار کا مقابلہ ہوا۔ غرض قتل کرنے والوں کا فتنہ فرو کرنے کے لیے بطور مدافعت شر کے وہ لڑائیاں تھیں (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۱)۔

انتباہ: مبلغین اسلام پر لازم ہے کہ: جہاد کا انکار نہ کریں، جہاد کو محض دفاعی جہاد قرار نہ دیں اور جہاد بالسیف کی تمام صورتوں کا اپنے اپنے محل میں اقرار کریں۔

(6)۔ کچھ عرصہ سے پیش گوئیاں کرنے کا رواج چل نکلا ہے۔ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں، دجال سر پر کھڑا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونے والا ہے، ایک بہت بڑی شخصیت سامنے آنے والی ہے، قیامت آنے میں اتنے سال رہ گئے ہیں، سن فلاں میں قیامت برپا ہو جائے گی وغیرہ۔

محمد علی باب سے کچھ عرصہ پہلے اس قسم کی باتیں کی گئیں تو باب نے ان باتوں کو اپنے اوپر فٹ کر لیا اور میدان میں آگیا۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی اس قسم کی فضول باتیں بانک دی گئیں جو مرزا کو راستہ دینے کا سبب بنیں۔

انتباہ: اب بھی بعض نا عاقبت اندیش اور ماضی سے سبق حاصل نہ کرنے والے حضرات اس قسم کی خرافات الاپ رہے ہیں۔ آلائیٹ بَعْدَ الْحَسَنِینِ کی ایسی تشریح نہیں کرنی چاہیے جو مرزا قادیانی کو پسند آئے یا پھر آئندہ کسی نئے مرزا کو جنم دے۔

ہم ان چمچوروں کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ قیامت کے آنے کی نشانیوں کے ساتھ ساتھ قیامت نہ آنے کی نشانیوں پر بھی نظر رکھیں۔ مثلاً لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُولُ اِنَّهُ اَللّٰہُ (مسلم ۶: ۳۷)۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے۔ اس حدیث اور اس جیسی دیگر صحیح احادیث پر نظر رکھیں تو معلوم ہوگا کہ ابھی نہایت طویل عرصہ تک قیامت برپا ہونے کا کوئی امکان نہیں اور یہ لوگ اپنے منہ بند رکھیں۔

تمام اہل اسلام سے التماس

انکارِ ختم نبوت کا فتنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اور پھر وصال شریف

کے فوراً بعد کھڑا ہو گیا تھا اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کھوار کے ذریعے اس فتنے کو جس نہس کر دیا۔ اس کے بعد آج تک امت میں کھڑے ہونے والے فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ یہی قادیانیت کا فتنہ ہے اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسی جذبے اور غیرت کے ساتھ اس فتنے کا ٹولہ لیں اور تہ راک کریں۔ اس شعور کو بیدار کرنے کے لیے علمی اور اقداری سطح پر ایک ہمہ گیر تحریک کی ضرورت ہے۔ حتیٰ کہ محافل میلاد اور ہجرت میں بھی اس موضوع پر روشنی ڈالنا اور مسلمانوں کو عقیدہ و قسم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

ثانیاً تمام کفار سے دوستی اور دلی رغبت قرآن و سنت کی روشنی میں سخت ممنوع ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر کفار سے دوستی رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّهُ

ایمان والو میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ (الممتحنہ: ۱)۔

اور فرمایا: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ ۚ إِنَّهُمُ الْمُحِبُّونَ ۚ وَأُولَٰئِكَ يُحِبُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِي قُلُوبِهِمُ الْكُفْرُ ۚ فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ ۚ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۚ لَا يَتَذَكَّرُونَ ۚ إِنَّهُمْ أُلُوفٌ قَلِيلٌ ۚ وَالْكَافِرُونَ كَثِيرُونَ ۚ فَيَنْصِفُونَ بَيْنَ الْمُحْسِنِينَ وَالْكَافِرِينَ ۚ لَا تَتَّخِذُوا أُولَٰئِكَ أَوْلِيَاءَ ۚ يَتَّبِعُونَ الْأَمْرَ الْفَاسِقَ ۚ أَتَتَّخِذُونَ أُولَٰئِكَ أَوْلِيَاءَ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ إِنَّكُمْ لَعِندَ اللَّهِ قَلِيلٌ مُّذَمِّمُونَ ۚ

پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے یا بھائی یا قریبی رشتہ دار، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمادیا ہے (المجادلہ: ۲۲)۔

اور فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ ۚ إِنَّ

استغفروا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۚ

والو! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی ایمان کی بجائے کفر کو پسند کریں تو انہیں اپنے دوست مت بناؤ، تم میں سے جو بھی ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالموں میں سے ہوں گے (التوبہ: ۲۳)۔

دوسری جگہ فرمایا: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ لَأَنَّهُ مِنْهُمْ ۚ

دوستی رکھنے کا وہ انہی میں سے ہوگا (المائدہ: ۵۱)۔

نیز فرمایا: وَلَا تَزْنُوا إِلَى الْيَتِيمِ فَكَلَّمُوا الْقَعْمَشَكُمْ النَّارَ وَمَا لَكُمْ مِنْ ذُنُوبٍ

مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصِرُونَ ۚ

یعنی ظالموں کی طرف میلان بھی مت رکھو ورنہ تمہیں بھی آگ لگ جائے گی اور تمہارا اللہ کے مقابلے پر کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ ہی تمہاری مدد کی جائے گی (ہود: ۱۱۳)۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آیات پر عمل کیسے کیا اور منکرین قسم نبوت کے ساتھ کیا سلوک کیا اور صحابہ کرام نے کیسے ان کے خلاف کھوار اٹھائی اور انہیں اکیلے کر دار تک پہنچایا۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر قسم کے تکلف کو ہالائے طاق رکھتے ہوئے ان ظالموں سے قطع تعلق کیا جائے اور اپنے پڑوس محلے یا علاقے میں شادی بیاہ اور رسومات کے موقع پر ان سے کوئی میل جول نہ رکھا جائے۔ یاد رکھیے! آپ کی یہی نرمی آپ کی اولادوں کا ایمان تباہ کر سکتی ہے۔

مزید سنیے اہم دعائے قنوت میں روزانہ پڑھتے ہیں: وَتَنصَلِحْ وَتَنْصَلِحْ مَنْ

يُفْجِرُكَ ۚ اے اللہ ہم تیرے نافرمان کی دوستی اتار کے پھینک دیتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

الْمَرْءُ عَلَى دِينِ عِيَلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مِنْ مُعَايِلٍ ۚ

یعنی آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے خوب غور کر لیا کرو تمہاری دوستی اور غلو ت کس کے ساتھ ہے (ابوداؤد حدیث: ۴۸۳۳، ترمذی حدیث: ۲۳۷۸)۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَسَنِ وَأَبْنِ سِنِينَ أَنََّّهُمَا قَالَا لَا تَجَالِسُوا أَصْحَابَ

الْأَهْوَاءِ وَلَا تَجَادِلُوهُمْ وَلَا تَسْمَعُوا مِنْهُمْ ۚ

یعنی حضرت سیدنا حسن بصری اور امام محمد بن سیرین تابعی رحمۃ اللہ علیہما دونوں نے فرمایا: بد مذہبوں کے پاس مت بیٹھو، ان سے بحث بھی نہ کرو اور ان کی بات بھی نہ سنو (سنن دارمی حدیث: ۴۰۵)۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَا تَجَالِسُوا أَهْلَ الْأَهْوَاءِ وَلَا تَجَادِلُوهُمْ

فَإِنَّ لَا آمَنَ أَنْ يَفْجُرُوا عَنْكُمْ فِي ضَلَالَتِهِمْ أَوْ يَلْبِسُوا عَلَيْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ۚ

یعنی بد مذہبوں کے پاس مت بیٹھو، اور ان سے بحث نہ کرو، مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں اپنی گمراہی میں نہ لے بھریں، یا تمہارے اپنے یقین کو ہی نہ جھڑل کر دیں (سنن دارمی حدیث: ۳۹۵)۔

ثالثاً قادیانیوں کی مصنوعات اور ایمادات کا بائیکاٹ بھی ضروری ہے۔ آپ کا یہی پڑ۔

قادیانی لٹریچر کی تقسیم اور تبلیغی سرگرمیوں پر خرچ ہوتا ہے۔

رباعاً قادیانیوں سے نکاح ان کے پیچھے نماز اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے۔ قادیانی مذہب کا باقاعدہ نام لے کر قرآن و سنت میں ان کی مخالفت کا مطالبہ کرنا بے وقوفی ہے۔ ہر طرح کے بدعتی اور جبریہ اور قدریہ وغیرہ کے بارے میں احادیث میں تصریح موجود ہے کہ ان سے نکاح اور ان کا جنازہ وغیرہ منع ہے۔ قدریہ کے بارے میں فرمایا: الْقَدَرِيَّةُ مَجْهُوْمٌ هَلْدِهِ الْأُمِّيَّةُ، إِنَّ مَرِيضُوا فَلَا تَعُوذُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ یعنی قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں، اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر یہ مرجائیں تو ان کی جنازہ نہ پڑھو (۱۰۷/۱)۔

(۳۶۹۱) مقبول: یہی باب ابوداؤد شریف حدیث نمبر ۳۶۹۲ میں بھی ہے۔ ابن ماجہ سرائف میں ۱۰۷۱ حدیث پر ان الفاظ کا اضافہ ہے: وَإِنْ لَقِيتُمُوهُمْ فَلَا تَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ یعنی جب ان سے ملو تو انہیں سلام نہ کہو (ابن ماجہ حدیث: ۹۲)۔

ہر بدعتی کے بارے میں فرمایا: مَنْ وَقَرَ صَاحِبَ بِلْدَةٍ فَقَدْ أَغَانِ عَلَى هَلْمِ الْإِسْلَامِ یعنی جس نے کسی بدعتی کا احترام کیا اس نے اسلام کو گرا دینے میں مدد کی (شعب الایمان للبیہقی حدیث: ۹۳۶۳، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۶۷۷۲)۔

بدعت کا دائرہ عملی بدعت سے شروع ہوتا ہے اور اعتقادی بدعت کی تمام اقسام جبریہ، قدریہ، معتزلہ، خواریج، روافض، حتیٰ کہ مرتدین قادیانیوں تک وسیع ہے۔ تمام باطل فرقوں میں بدعت قدر مشترک ہے، لہذا ایک کا حکم دوسرے کے لیے بھی ہے (شامی ۱/۳۱۵)۔

جب ہمیں قاعدہ کلی مل گیا تو پھر اس کی روشنی میں منکرین ختم نبوت جیسے قطعی اور متفقہ طور پر قرار دیے گئے کفار کے بارے میں کیا شک رہا جن کا کفر ہر بدعتی سے بدتر اور جن کا ارتداد ہر مرتد سے عجیب تر اور جن کا فساد ہر مفسد کے فساد سے بڑھ کر گھناؤنا اور خطرناک ہے؟

وَمَا خَلِّينَا إِلَّا الْبَلَاغَ

☆.....☆.....☆

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

1 بے شمار آیات، متواتر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

2 قرآن مجید کی متعدد آیات، متواتر احادیث اور اجماع امت سے یہ بھی ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے۔

3 ایسی احادیث حدیث کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کا دوا لگ الگ شخصیات ہونا ثابت ہے۔ جب کہ مرزا قادیانی خود کو مہدی اور مسیح دونوں قرار دیتا ہے۔

4 مرزا قادیانی کے کفریات، تضادات، گالی گلوچ اور بد اخلاقیوں اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ مرزا کا نبی ہونا تو کجا اسے شریف آدمی ثابت کرنا بھی ناممکن ہے۔

5 مرزا قادیانی نے انہی دلائل کا سہارا لیا ہے جن کے سہارے گزشتہ جھوٹے دعویدار اپنی جھوٹی نبوتوں کو پروان چڑھاتے رہے۔

6 دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم قادیانیت کے خلاف نہایت ذمہ دارانہ طریقے سے کمر بستہ ہو جائیں۔ قادیانیوں سے دوستیاں اور محبتیں ختم کر دیں، ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں، ان سے رشتہ داری نہ کریں، ان کے جنازوں میں شرکت نہ کریں۔

7 مبلغین اسلام اور علماء امت پر لازم ہے کہ قطعی ہمتواتر اور اجماعی باتوں کا انکار نہ کریں شاذ، متروک اور مردود اقوال کی پیروی نہ کریں، کسی بھی شخصیت یا تنظیم کے حوالے سے غلو سے اجتناب کریں تاکہ مرزا قادیانی جیسی کوئی نئی شخصیت جنم نہ لے سکے۔